

سید کا نام امیر المومنین

www.KitaboSunnat.com

محقق و مؤلف

پروفیسر مولانا سید باچا الغاصصا جبرادہ

ناشر: جامعہ رامت القلوب و خانقاہ یعقوبیہ (بزرگ کوئٹہ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

سیارہ کاری کی رسم الاسلامی تعلیمات

محقق و مؤلف

پروفیسر مولانا سید باچا آغا صاحبزادہ

www.KitaboSunnat.com

ناشر: جامعہ رامت القلوب و خانقاہ یعقوبیہ (جزئی کوئٹہ)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب..... سیاہ کاری کی رسم اور اسلامی تعلیمات

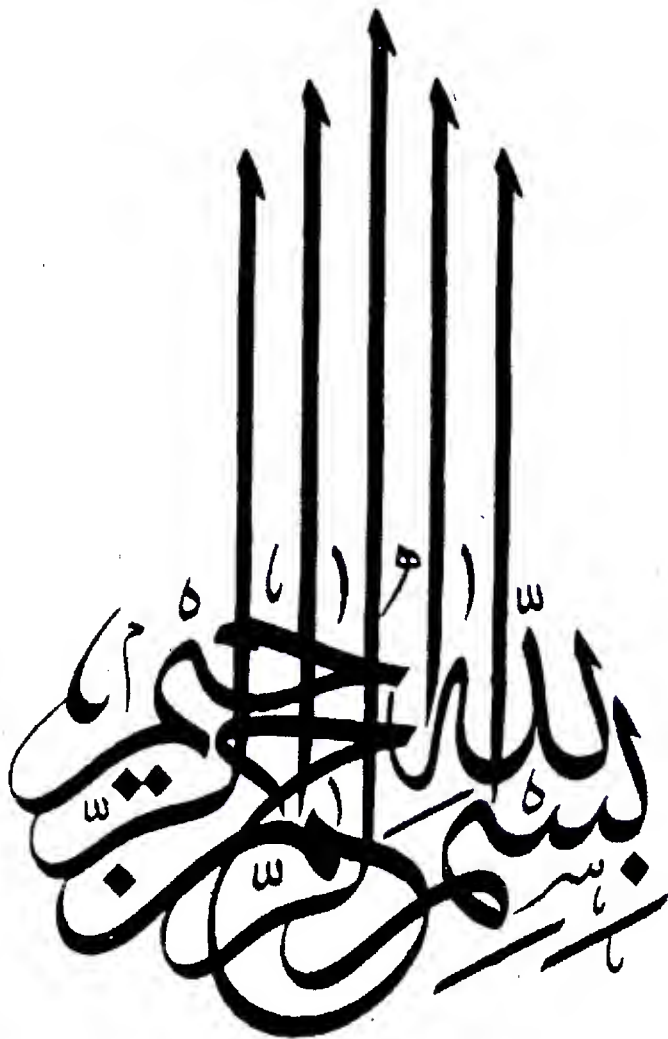
محقق و مؤلف..... سید باچا آغا صاحبزادہ

ناشر..... مکتبہ الحفاظ جامعہ راحت القلوب و خانقاہ یعقوبیہ (رجسٹرڈ)

پوسٹ بکس نمبر 496 جی پی او کوسٹہ

سن اشاعت..... 2009

قیمت..... 100 روپے



ولا تقربوا الزنا انه كان فاحشة وساء سبيلا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اسلام دینِ فطرت ہے جو انسانی زندگی کے تمام معاملات سے بحث کرتا ہے اور معاشرے کو مگر اسی کے راستے سے نکال کر ہدایت کے راستے پر چلنے کیلئے مکمل رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے۔ اسلام نے انسانیت کی فلاح اور کامیابی کا مدار ان مضامینوں پر رکھا ہے جو فطرتِ انسانی کے عین مطابق خالقِ کائنات نے انسان کے پروردگار سے یہ ضابطے شریعت کہلاتے ہیں! شریعتِ انسانیت کے تمام افراد (مرد و عورت) کو مخاطب کرتی ہے اور بلا امتیاز جنسِ اطمینان، مسرت اور کامیابی کے ساتھ زندگی گزارنے کے کچھ اصول بتاتی ہے کیونکہ اسلام ایک جامع و مکمل دین ہے اور وہ مرد و عورت کی تفریق کے بغیر تمام انسانوں کے مساویانہ حقوق کا تعین بھی کرتا ہے تو لازمی بات ہے کہ اسلام کی جامعیت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں اسلام ہی سے رہنمائی لی جائے اور اسلام کے مد مقابل آنے والے تمام رسم و رواج کو خیر یا د کہہ کر ان سے کنارہ کشی کر لی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے وہ تمام فرسودہ رسومات اور جاہلانہ رواج مٹانے کا حکم دیا ہے جس سے انسانی معاشرہ کسی بگاڑ کا شکار ہو جائے یا جنسِ انسانی کے دونوں افراد (مرد و عورت) میں کسی قسم کا تفاوت و نزاع پیدا ہو جس کے نتیجے میں معاشرہ فتنے اور فساد کا گڑھ بنتا چلا جائے۔ چونکہ مرد و عورت معاشرے کے بنیادی کردار ہیں اور انسانی معاشرہ انہیں کے وجود سے فروغ پاتا ہے تو ضروری ہے کہ ان دونوں افراد کے حقوق میں ایسی مساوات قائم ہوں جن سے معاشرے میں حسن و خوبی کے اثرات بڑھیں اور معاشرے کے یہ دولا زمی جز یا ہی اتفاق و محبت سے اپنے معاملات کو نبھاسکیں۔ اسی لیے شریعتِ مطہرہ نے اپنی تعلیمات میں پر امن اور صالح معاشرے کے قیام میں مرد و عورت کی اہمیت کو بھی تسلیم کیا ہے اور ان کے حقوق و فرائض کا بھی تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔

اگرچہ یہ بات دنیا میں مسلم ہے کہ مرد بمقابلہ عورت کے فہم و قوت میں کمال رکھتا ہے اور جو مقام و مرتبہ مرد کو حاصل ہے عورت اس سے محروم ہے۔ یہ شرف و فضیلت اور حقوقِ خود خالقِ انسان نے عورتوں کی مصلحت اور فائدہ کے لیے ہتھکڑائے حکمت قائم کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے 'الزَّوْجَالِ قُلُومُونَ عَلَى النِّسَاءِ' لغتِ عرب میں تو ام اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی نظام کو چلانے والا ہو اور اس سے حاکم ہے جس طرح قبائلی نظام میں کسی نہ کسی شخص کو حاکم و سربراہ تسلیم کیا گیا ہے تاکہ نظامِ سلطنت و حکومت بگڑنے نہ پائے اس طرح عالمی نظام میں بھی ہتھکڑائے عقلیت یہ ضروری ہے کہ کسی کو سردار یا حاکم مانا جائے جو اس نظام کی اصلاح اور اس کو بگاڑ سے بچانے کا ذمہ دار ہو۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے مرد کو فوقیت دی ہے جس کی علمی، عملی اور فنی قوتوں کا عورتوں اور بچوں کی نسبت زیادہ ہونے کا کسی کو انکار نہیں، لیکن قرآن نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ مرد کی یہ حاکمیت محض ظلم و استبداد کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ حاکم یعنی مرد بھی قانونِ شرع اور مشورہ کا بہر حال پابند ہے اور اس کو وضاحت سے حکم دیا گیا ہے کہ عاشور و هنّٰس المعروف یعنی عورتوں سے اچھا سلوک کرو اور نظامِ زندگی میں ان کے تقاضوں کو مد نظر رکھو۔ عورت پر مرد کی حاکمیت و فضیلت سے یہ مفہوم اخذ کرنا صریحاً نا انصافی ہوگی کہ نعوذ باللہ اسلام نے عورتوں پر

جبر کر کے ان کے حقوق کو پامال کیا ہے۔ اسلام نے نظام زندگی کی بنیادوں کو فطرتی ضابطوں پر استوار کر کے اگر مرد کو حاکم بنایا ہے تو عورتوں کے حقوق و حیثیت کو بھی قرآن معظم کی بے شمار آیات، احادیث نبویہ کے مختلف ابواب اور سیرت و تاریخ کے متعدد آثار و واقعات میں اجاگر کیا گیا ہے۔ عورت ٹھکوم ہے مگر وہ ماں، بیٹی، بیوی اور بہن کے روپ میں نہایت قابل احترام اور عزت و شرف کے بلند رتبے پر بھی فائز ہے۔ عورت کو یہ مقام و مرتبہ اسلام کی بدولت حاصل ہوا ہے اور مرد حاکم ہونے کے ناطے عورت کے اس رتبے کا محافظ و نگہبان ہے لیکن اسلام اعتقادات و عبادات کے جملہ امور میں مرد و عورت کو یکساں حیثیت دیتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر امر بالمعروف اور نہی منکر الھنکر یعنی بھلائی کے راستے پر چلنے اور بدی کے راستے کو چھوڑنے کی وسیع صحت میں دونوں برابر کے شریک اور ذمہ دار ہیں۔

اسلام کے عورت کے متعلق قائم کردہ تصورات اور شرعی حقوق و فرائض کو ہر دور میں زیر بحث لایا گیا ہے۔ دور حاضر کے مغربی معاشرے میں اور مغرب سے متاثرہ مشرقی مفکرین کے ہاں عورت کا موضوع اسلام پر طعن و تنقید کا لہر بہتا رہا ہے جس کا سبب دانشوران مغرب و متاثرین مغرب کی کم علمی، کج فہمی اور تعصب و جنگ نظری کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ درنہ عورت کے متعلق اسلام کی تعلیمات اور عورت سے متعلق دیگر ادیان کے تصورات کے تقابل سے اس حقیقت کو آشکار کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کو عورت کے حقوق کی پامالی کا الزام دینے والوں کا دامن کس قدر آلودہ ہے کون نہیں جانتا کہ زمانہ اسلام سے پہلے رائج رسومات میں عورت سب سے زیادہ محروم اور مظلوم ہستی تھی جس کے نازک وجود کو صوفی ہستی سے منادینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا تھا اور آج کا مہذب مغرب اور تہذیب یافتہ اقوام عورت کو جالور کے برابر حقوق دینے پر بھی تیار نہیں تھے۔ علم اور تہذیب سے نا آشنا یہ اقوام مرد و عورت میں مساوات تو دور کی بات امر اور مرد میں بھی امتیاز و تفریق کی قائل تھیں۔ فرسودہ رسومات اور جاہلانہ معاشرے کی وجہ سے گورے مرد کو کالے مرد پر فوقیت دینا معمولی واقعہ ہے۔ ان کے نزدیک عورت ایک چھوٹی سی اور کالامرد معاشرے میں ایک ناسوز مگر اسلام کے دامن رحمت نے عورت کو تقدس و احترام کی رفعتوں سے مالا مال کیا اور کالے و گورے کا امتیاز ختم کر کے اعمال صالحہ و اخلاق حسنہ کی صفات کو فضیلت و حریت کا معیار قرار دیا۔

عورت معاشرے کا نہایت اہم کردار ہے جس کی بدولت ایک طرف حسن معاشرت قائم ہوتی ہے تو دوسری طرف یہی عورت متعدد امور تقویٰ اور عوالم فاسدہ کے جنم لینے کا سبب بنتی ہے۔ تاریخ انسانی کی ایسی ان گنت مثالیں بطور شہادت پیش کی جاسکتی ہیں جس میں عورت کی ذات عائلی نظام زندگی میں ایک چیلنج کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے اور حاکم یعنی مرد جذبات کے دورا ہے پر کھڑا ہوتا ہے جہاں ایک طرف عورت کی نزاکت، حسن اور مقام و حیثیت اس کے احساسات کو چھوڑتے ہیں تو دوسری طرف معاشرے کی تند و تیز نگاہیں مروانہ غیرت اور نفسانی خواہشات اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں عورت مرد کا تختہ ستم بنی، اقوام یورپ میں عورت کی ذات محروم ہوئی یا دور حاضر میں عورت جاہلانہ رسومات کا شکار ہوتی ہے تو اس کے پس منظر میں یہی مروانہ نفسیات کا رفرماری ہیں۔

مرد کا وجود عورت کا مرد ہون منت ہے۔ مرد اس کا معترف بھی ہے مگر جب اس کی غیرت و حاکمیت کو پکارا جاتا ہے اور اس کی نفسانی خواہشات اور حرص و طمع کے جذبات بیدار ہوتے ہیں تو یہی عورت مرد کی رسومات و خواہشات کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔ مرد و عورت کے باہمی ملاپ سے قائم عائلی نظام زندگی اسی وقت شدید نقصانات کا شکار ہوا ہے جب عورت کا کردار مرد کی غیرت کا استحقاق بن جاتا ہے۔ معاشرہ اور ماحول مردانہ غیرت کو انتقام کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور مرد بیچ اور جھوٹ سے بے پروا تحقیق و تحقیث سے بے نیاز محض معاشرتی رسومات کے بھرم رکھنے اور اپنی عزت و حاکمیت کے نشے میں قانون ہاتھ میں لے لیتا ہے اور عورت بے چاری اس کی قوت و حاکمیت کا شکار ہو کر دامن پر بدنامی کا وارغ لیے ہمیشہ کے لیے دنیا سے رخصت ہو جاتی ہے۔ اگرچہ مردوں کی یہ غیرت و حمیت کبھی مردانہ جنس کو بھی نشانہ بناتی ہے اور انتقام کی آگ میں اس کے ہم جنسوں کو بھی جلانا پڑتا ہے مگر اپنی فطرتی کمزوری کی وجہ سے معاشرے کے ستم کا عموماً عورت ہی کو ہدف بننا پڑتا ہے۔ یہ تمام حالات معاشرے کی جاہلانہ رسومات اور فرسودہ ذہنیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ اسلام نے ہمیشہ ان عوامل کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ بخاری و مسلم شریف میں حضرت سعد بن عبادہ کا واقعہ نقل کیا گیا ہے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کی تھی کہ ”مگر میں کسی مرد کو اپنے اہل کے ساتھ پاؤں گا تو اس کا علاج تلوار سے کروں گا“ یعنی اسے قتل کروں گا۔“ اس مقام میں سحڑ نے غیرت کی شدت کی وجہ سے قتل کرنے کو اختیار کیا جو کہ حد شرع سے تجاوز کرنا ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی کہ سعد ایک غیرت مند شخص ہیں اور میں ان سے بھی زیادہ صاحب غیرت ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ صاحب غیرت ہیں۔ حدیث میں مذکور اس واقعہ کو دوسری نگاہوں سے دیکھنے کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں پوشیدہ اس حکمت پر غور کرنے کی ضرورت ہے جو ان امور میں ایک نظام اور ضابطے کی طرف متوجہ کر رہی ہے۔ اسلامی ضابطہ حیات میں معزز و محترم وہی ہے جو صاحب کردار اور اخلاق حسنہ رکھتا ہے لیکن اگر کوئی شخص اسلامی حدود و قیود کو پامال کرنے کی جسارت کرتا ہے اور اس کے اس عمل سے کسی کے جذبات مجروح ہوتے ہیں تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ یہ شخص اپنے مجروح شدہ جذبات کی تسکین کے لیے منصف بن کر مجرم کے لیے من مانی سزا تجویز کر کے اس پر از خود عمل کرنے لگ جائے۔ اگر سزا اور فیصلہ کرنے کا اختیار افراد کے سپرد کر دیا جائے اور وہ اپنی ذاتی رائے سے سزا تجویز کرنے لگیں تو پھر شریعت کا مقرر کردہ معیار یعنی ”شہادت و ثبوت“ مجروح ہوتا ہے اور قانون و عدل کے تقاضے نامکمل رہتے ہیں۔ اس شخص کا یہ عمل عقلاً و عرفاً بھی غلط ہوگا اور اسلامی دستور کی بھی خلاف ورزی ہوگی کیونکہ اسلام نے نظام زندگی کے ہر شعبے میں اگر حدود قائم کی ہیں تو ان کی پامالی کرنے والوں کے لیے ثبوت جرم اور نفاذ سزا کی بھی کچھ خاص شرائط و قیود مقرر کر رکھی ہیں۔ اسلام انسانیت کا محسن و خیر خواہ ہے لیکن معاشرے میں عدل قائم کرنے کے لیے سزا و جزا کا نظام بھی جاری کرتا ہے۔ یہ نظام محض جذبات یا انتقام کی بنیاد پر حرکت نہیں کرتا بلکہ بیچ اور حقیقت کو مد نظر رکھ کر شہادت و عدل کے تمام تقاضے پورے کرنے کے بعد کسی کے جرم و سزا کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اسلام جرم کے ثبوت پر سزا کو لازم کرتا ہے لیکن یہ فیصلہ اور نفاذ افراد کے ذریعے نہیں عدالت کے ذریعے ہوگا۔ اگر عدالت میں جرم ثابت ہو

جائے تو پھر بلا تخصیص جنس و بلا امتیاز مرتبت اسلام کا نظام عدل حرکت میں آتا ہے اور سزا کے نفاذ میں کوئی بھی رکاوٹ برداشت نہیں کی جاتی۔ فاطمہ بنت قیس کی چوری ثابت ہونے پر سجادہ کرام کی سفارش کے باوجود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حد قائم کرنے کا حکم فرمایا تھا اور آپ کا ارشاد گرامی کہ ”فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں حد قائم کرتا۔“ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام نفاذ عدل میں مرتبت اور حیثیت کے مفروضے کو پسند نہیں کرتا۔

آج پاکستان میں آئے روز ایسے واقعات وقوع پذیر ہو رہے ہیں جب کسی نہ کسی مرد اور مخصوص عورتوں کو مورد الزام ٹھہرا کر بے دردی سے قتل کر دیا جاتا ہے اس عمل قبیح کو قبا کی رسم و رواج اور علاقائی روایات کی آڑ میں تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے۔ تعلیم اور شعور کے اس زمانے میں وقوع ہونے والی ان جاہلانہ رسومات اور قبیح روایات کے پس منظر میں جہاں مردوں کی نفسانی خواہشات ذاتی تمیشتیں طمع و حرص اور لالچ سمیت دیگر کئی مذموم مقاصد کا رفرما ہیں تو وہاں ملک میں بڑھتی ہوئی عریانی و فحاشی آزادی نسواں کی فریب کاری میڈیا کی یلغار مغربی تہذیب سے متاثرہ ذہنیت اور این جی اوز کا بڑھتا ہوا اثر و رسوخ بھی ہے جس کے نتیجے میں ہماری نسل نو میں اخلاقی بگاڑ اور بے حیائی عام ہوتی جا رہی ہے۔ ذکر کردہ تمام اسباب دراصل مشرقی تہذیب و روایات کو مٹانے اور مغربی تہذیب و ثقافت کے فروغ کے تحریکیں ہیں جنہوں نے ان مذموم رسومات کے پھیلنے اور ان گندے جرائم کے بڑھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ بد قسمتی یہ ہے کہ ان تمام واقعات اور حقوق نسواں کی آڑ میں بڑھتے ہوئے این جی اوز کے کردار کی روک تھام کے لیے یہ تو کوئی موثر قانون موجود ہے اور نہ ہی حکومتی سطح پر اس کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

”سیاہ کاری اور اسلامی تعلیمات“ کے عنوان پر مقالہ ہذا مرتب کر کے سید باچا آغا نے انہی رسومات و روایات کا پردہ چاک کیا ہے اور اپنے قلم سے ایک میزان عدل قائم کر دی ہے جہاں اسلام اور دیگر مذاہب کی تعلیمات کے تقابلی سے مرد و عورت کے مقام و مرتبت اور معاشرے میں ان کی حیثیت کا بھی پتہ چلتا ہے وہاں عائلی نظام زندگی کی کامیابی کے لیے اور جرم و سزا کے فیصلوں کے نفاذ کے طریقہ کار سے بھی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ سید باچا آغا کا یہ تحقیقی مقالہ ان کے ذوق نظر کا ثبوت بھی ہے اور ان کے محسوسات و جذبات کا آئینہ دار بھی۔ فاضل مصنف چونکہ خود ایک نظریاتی و فکری انسان ہے اور تعلیم و شعور کے جہنستان کا واقف حال بھی لہذا اس نے اپنے مشاہدات و تجربات اور اپنی فکر کا نچر بخوبی ان صفحات میں پیش کر دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان خیالات و افکار سے استفادہ کی تکمیل کی جائے اور جہالت و تاریکی میں بھٹکنے والی انسانیت کو شعور و اخلاق کی منزلوں سے متعارف کروایا جائے۔

راقم التحریر علم و تحقیق کی رفعتوں سے توانا آشنا ہے محض برادر کرم سید باچا آغا کی محبت میں چند سطریں تحریر کر دی ہیں۔ اللہ رب العزت موصوف کی محنت کو قبولیت و شہرت سے نوازیں۔

حافظ نصیر احمد احرار (لاہور)

مرکزی صدر جعیدہ علماء اسلام پاکستان

15-02-09

فہرست مشمولات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	تمہید	۵
باب اول	حقوق نسواں	۸
۱۔	ہندومت میں عورت کا مقام اور حیثیت	۸
الف۔	عورتوں کے لئے تعلیم	۹
ب۔	بیوہ عورت سے شادی	۱۰
ج۔	عورت کا نان و نفقہ	۱۱
د۔	عورت کا حق وراثت	۱۱
۲۔	یہودیت میں عورت کا مقام اور حیثیت	۱۳
الف۔	ظالمانہ احکام	۱۳
ب۔	عورت کا حق وراثت	۱۴
۳۔	عیسائیت میں عورت کا مقام اور حیثیت	۱۶
الف۔	حقوق زوجین	۱۷
ب۔	دور جدید کے عیسائی معاشرہ میں عورت	۱۷
۴۔	اسلام میں عورت کا مقام اور حیثیت	۲۰
الف۔	حقوق میں مساوات	۲۰
ب۔	حق وراثت	۲۱
ج۔	حق نفقہ	۲۳
د۔	بیوہ کی حیثیت	۲۴
ھ۔	عورتوں کی تعلیم و تربیت	۲۴
باب دوم	سیاہ کاری کا تعارف	۳۰
۱۔	سیاہ کاری اور اس کے مترادفات کا تعارف	۳۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۔	سیاہ کاری کے نام پر قتل کا تاریخی جائزہ	۳۲
۳۔	سیاہ کاری کے نام پر قتل کے وجوہات	۳۶
باب سوئم	-----سیاہ کاری کے متعلق رسوم و رواج	۴۱
۱۔	سیاہ کاری کے متعلق انگریزی دور میں مختلف اقوام کے رسوم و رواج	۴۱
۲۔	سیاہ کاری کے متعلق دور حاضر میں مروجہ رسوم و رواج	۴۷
۳۔	سیاہ کاری کے متعلق مختلف شعبہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کے تاثرات	۵۱
باب چہارم	-----سیاہ کاری اسلامی تعلیمات کے تناظر میں	۵۷
۱۔	سیاہ کاری کے مرتکب مرد و عورت کے متعلق اسلامی تعلیمات	۵۷
الف۔	زنا محض اور زنا بزین غیر میں فرق	۵۷
ب۔	زنا محض کی سزا	۵۸
ج۔	زنا محض کی سزا دینے کیلئے شرائط	۶۰
د۔	زنا بزین غیر یا زنا بعد احسان کی سزا	۶۰
ه۔	زنا بزین غیر کے سزا دینے کیلئے شرائط	۶۱
ی۔	زنا بالجبر کے متعلق احکام	۶۳
۲۔	سیاہ کاری کے مرتکبین کو از خود قتل کرنا اسلامی تعلیمات کے روشنی میں	۶۷
۳۔	سیاہ کاری کا شبہ ظاہر کرنے یا الزام لگانے کے متعلق اسلامی تعلیمات	۷۳
الف۔	محضات کی تشریح	۷۳
ب۔	شرط گواہی اور حد قذف	۷۵
ج۔	ایک غلط فہمی اور اس کا جواب	۷۷
د۔	لعان	۷۸
ه۔	لعان کے بعد افتراق زوجین کا مسئلہ	۸۱

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۸۸	سیاہ کاری دیگر مذاہب کی تعلیمات کے تناظر میں	باب پنجم
۸۸	۱۔ سیاہ کاری کے متعلق یہودی مذہب کی تعلیمات	
۹۳	۲۔ سیاہ کاری کے متعلق عیسائی مذہب کی تعلیمات	
۹۵	۳۔ سیاہ کاری کے متعلق ہندوؤں کی قوانین	
۹۸	سیاہ کاری کے شرح تناسب کا جائزہ	باب ششم
۹۸	۱۔ مختلف سالوں میں سیاہ کاری کا شرح تناسب	
۱۰۶	۲۔ سیاہ کاری کے نام پر قتل کے شرح میں اضافے کے اسباب	
۱۰۶	سرداری اور جاگیر داری نظام	الف۔
۱۰۶	قبائلی ضابطہ سے انحراف	ب۔
۱۰۷	حد سے زیادہ آزادی	ج۔
۱۰۷	اسلامی قوانین پر عدم عمل درآمد	د۔
۱۰۸	تعلیم کا فقدان	ه۔
۱۱۰	۳۔ سیاہ کاری کے نام پر قتل کے خاتمے کیلئے تجاویز	
۱۱۰	ولی کی نگرانی	الف۔
۱۱۰	سخت قانونی گرفت	ب۔
۱۱۱	ج۔ سیاہ کاری کے خلاف شعور اجاگر کرنا	
۱۱۲	د۔ پردے کا اہتمام	
۱۱۳	ه۔ سیاہ کاری کے نام پر قتل کا اسلامی حل	
۱۱۴	ی۔ جہالت کا خاتمہ	
۱۱۶	سیاہ کاری کے متعلق اخبارات و جرائد کی رپورٹیں	باب ہفتم
۱۳۰	خلاصہ بحث	باب ہشتم
۱۳۵	کتابیات	☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب

ان عظیم ہستیوں کے نام، جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ دعائیہ کلمات نازل کئے ہیں:-

﴿وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا﴾ بنی اسرائیل ۱۷: ۲۴

”اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔“

یعنی جب میں بالکل کمزور و ناتوان تھا انہوں نے میری تربیت میں خون پسینہ ایک کر دیا، اپنے خیال کے موافق میرے لئے ہر ایک راحت و خوبی کی فکر کی، ہزار ہا آفات و حوادث سے بچانے کی کوشش کرتے رہے، بارہا میری خاطر اپنی جان جو کھوں میں ڈالی، آج ان کی ضعیفی کا وقت آیا ہے، جو کچھ میری قدرت میں ہے ان کی تعظیم و خدمت کرتا ہوں، لیکن پورا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں اور موت کے بعد ان پر نظر رحمت فرما۔ (آمین)

تمہید

تعارف موضوع:-

سیاہ کاری، کاروکاری یا غیرت کے نام پر قتل کرنے کا دستور بہت قدیم ہے۔ مذکورہ نام ایک دوسرے کے مترادف ہیں، جو کہ سندھ میں کاروکاری بلوچستان میں سیاہ کاری پنجاب میں کالا کالی اور سرحد میں طور طورہ کے نام سے مشہور ہیں۔ کالے رنگ کے مفہوم کی حامل یہ اصطلاحات زنا کاری اور اس کے مرتکب ٹہرائے گئے افراد سے وابستہ سماجی رسوائی کا مظہر ہیں۔ پاکستان میں جب کوئی شخص کسی مرد و عورت کی جان لے کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے یہ کام اس بناء پر کیا ہے کہ وہ جنسی بد فعلی کے مرتکب ہوئے ہیں تو اسے قتل نہیں بلکہ ”غیرت کے نام پر مارنا“ کہا جاتا ہے۔ ملزم زانی عورت اور بعض اوقات اس کے شریک جرم ملزم مرد کو قتل کرنے کا مقصد رسوائی مٹانے اور عزت و آبرو برقرار رکھنے کے علاوہ مرد اپنے دیرینہ جھگڑے نشتانے، زمین و زر کے حصول، قرض ادا کرنے کی ذمہ داری گلو خلاصی کرانے، دوسری بیوی کے حصول، کسی ناپسندیدہ عورت سے چھٹکارہ پانے اور اسی طرح کے اور بہت سے مقاصد کے لئے مردوں اور عورتوں پر کاروکاری کا لیبل لگا کر انہیں قتل کر دیتے ہیں۔

حالیہ برسوں میں کاروکاری، سیاہ کاری یا غیرت کے نام پر کئے گئے قتل سے متعلق واقعات میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا ہے اور مذکورہ واقعات کی اخبارات میں بہت زیادہ تشہیر کی گئی ہے جس نے قابل غور اور انتہائی حل طلب مسئلے کا رخ اختیار کر لیا ہے۔ موضوع تحقیق کا پس منظر:-

بغیر نکاح کے کسی مرد کا عورت کے ساتھ یا عورت کا مرد کے ساتھ مباشرت کرنا زنا ہے۔ قرآن نے مرد و عورت دونوں کو زنا کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا

(اور زنا کے بھی پاس نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے)

قرآن وحدیث میں زنا کو نہ صرف بے حیائی اور بری راہ سے تعبیر کیا گیا ہے بلکہ اس کو حدود میں داخل کر کے کڑی سزائیں مقرر کی گئیں ہیں۔

شریعت ایک طرف حکم دیتی ہے کہ اگر کوئی زنا کرے اور شہادتوں سے اس کا جرم ثابت ہو جائے تو اس کو وہ انتہائی سزا دو جو کسی اور جرم پر نہیں دی جاتی۔ اور دوسری طرف فیصلہ کرتی ہے کہ جو شخص کسی پر زنا کا الزام لگائے وہ یا تو شہادتوں سے اپنا الزام ثابت کرے، ورنہ اس پر 80 کوڑے برسا دو تا کہ آئندہ کبھی وہ اپنی زبان سے ایسی بات بلا ثبوت نکالنے کی جرأت نہ کرے۔ بالفرض اگر الزام لگانے والے نے کسی کو اپنی آنکھوں سے بھی بدکاری کرتے دیکھ لیا ہو تب بھی اسے خاموش رہنا چاہیے اور دوسروں تک اسے نہ پہنچانا چاہیے تاکہ گندگی جہاں ہے وہیں پڑی رہے اور پھیلے نہیں۔ البتہ اگر اس کے پاس گواہ موجود ہیں تو معاشرے میں بے ہودہ چرچے کرنے کے بجائے معاملہ حکام کے پاس لے جائے اور عدالت میں ملزموں کا جرم ثابت کر کے اسے سزا دلوا دیں، یوں نہ ہونا چاہیے جیسا کہ آج کل ہمارے معاشرے میں بلا ثبوت دگواہی کے صرف سیاہ کاری کا الزام عائد کر کے مرد و عورت کو قتل کیا جاتا ہے۔ اور اس طرز عمل کو رسوم و رواج کا حصہ قرار دینے کی دلیل دی جاتی ہے۔

اس طرز عمل کو اپناتے ہوئے ملوث افراد نہ صرف اسلامی حدود کو پار کر دیتے ہیں بلکہ انسانی حقوق کے بھی پامالی کر لیتے ہیں۔ لہذا مذکورہ بالا نکات میرے تحقیقی مقالے کے بنیادی موضوع ہیں۔

ضرورت و اہمیت موضوع:-

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ مذکورہ واقعات میں روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور بغیر تحقیق و تفتیش کے کسی پر صرف کاری کا الزام لگا کر انہیں قتل کیا جاتا ہے۔ نہ اسلامی قوانین کی طرف رجوع کیا جاتا اور نہ ہی انہیں خاطر میں لایا جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم کے واضح آیات اور احادیث کی روشنی میں تعلیمات کے علاوہ اسلامی فقہ میں اس کیلئے باقاعدہ حدود، تعزیر اور لعان جیسے تفصیلی قوانین موجود

ہیں۔ جن کے مطابق انہیں مطلوبہ سزا دی جاسکتی ہے۔ لیکن ابھی تک ان سے یکسر صرف نظر کیا جا رہا ہے۔

لہذا مذکورہ تمام حالات و واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے عوام الناس کو سیاہ کاری اور اس کے مترادفات کی حقیقت و نقصانات سے آشنا کرنے، اس ضمن میں اسلامی احکامات و قوانین کی وضاحت و آگاہی کی خاطر اس مسئلے کو واضح انداز سے پیش کرنے کی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر میں نے اس موضوع کا انتخاب کیا ہے۔

اسلوب تحقیق:-

سب سے پہلے میں نے حقوق نسواں پر مختلف مذاہب کے تعلیمات کی تناظر میں بحث کیا ہے اور اس ضمن میں یہ واضح کیا ہے کہ مختلف مذاہب میں عورت کو کیا مقام اور حیثیت دی گئی ہے؟ لیکن ان مذاہب کی تعلیمات کے برعکس آج کل عورت کو بیچ بھرتے ہوئے بعض طبقات اس پر محض سیاہ کاری کا لیل لگا کر کس طرح بے دردی سے قتل کر دیتے ہیں۔ حقوق نسواں سے متعلق یہ خصوصی بحث کرنا اس لئے ضروری ہے تاکہ خواتین کے حقوق کا حقہ اجاگر ہو سکیں اور ان کے حقوق ہمیشہ زیر نظر رہیں۔

اس کے بعد میں نے سیاہ کاری اور اس کے مترادفات کا تعارف کیا ہے، ان کی وجہ اور اسباب تلاش کئے ہیں اور مختلف علاقوں میں اس سے متعلق پائی جانے والی رسوم کا ذکر کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان مروجہ رسوم و رواج کے متعلق مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کے تاثرات کو بھی قلم بند کیا ہے۔ اس کے بعد اسلامی تعلیمات و احکامات کا ذکر کیا ہے اور اس کے متعلق فقہی قوانین مثلاً حدود و لعان کو بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں دیگر مذاہب کی تعلیمات کو بھی ذکر کیا ہے۔ ساتھ ساتھ مختلف سالوں میں سیاہ کاری اور اس کے مترادفات کی شرح تناسب، اس میں اضافہ کے اسباب اور اس کے خاتمے کیلئے تجاویز بھی پیش کئے ہیں۔

اس کے علاوہ ملکی اخبارات و جرائد میں جو مضامین و بیانات اس مسئلے کے متعلق شائع

ہوئے ہیں حتی المقدور اس کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اور آخر میں خلاصہ بحث سپرد قمر طاس کیا ہے۔
وضاحت:-

زیر نظر کتاب ”سیاہ کاری کی رسم اسلامی تعلیمات کے تناظر میں“ دراصل میرے ایم فل کا مقالہ ہے۔ مذکورہ موضوع پر میں نے جامعہ بلوچستان سے ایم فل کیا ہے۔ بندہ ناچیز کے چند اساتذہ کرام، شعبہ صحافت سے تعلق رکھنے والے احباب و دوستوں نے اصرار کیا کہ اسے کتابی شکل میں منظر عام پر لایا جائے تاکہ نفع عام کا سبب بنے۔ لہذا اسی بناء پر چند تراجم کے ساتھ اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ اگر پڑھنے کے دوران اس میں کوئی غلطی نظر آئے تو راقم الحروف کو ضرور مطلع فرمائیں اور مزید گزارش ہے کہ بندہ اور بندہ کے والدین کو خصوصی دعائے خیر میں یا فرمائیں۔ بندہ عاجز و ناچیز، کم علم، اجہل و ناتواں، دربار خداوندی میں دعا گو ہے کہ رب کریم میری اس ناتمام و ناچیز کوشش و سعی کو اپنی درگاہ میں شرف قبولیت عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین

سید باجا آغا صاحبزادہ

مدرس و ناظم جامعہ راحت القلوب و خانقاہ یعقوبیہ کوئٹہ

لیکچرر اسلامیات گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ

حقوق نسواں

باب اول

مذہب عالم میں عورتوں کو کیا حقوق حاصل ہیں، ان کا کیا مقام ہے، اپنے معاشرے میں کیا حیثیت رکھتی ہے؟ اسی سلسلے میں سب سے پہلے ہندومت کے متعلق اور پھر بعد میں آسانی مذہب (عیسائیت و یہودیت) کے متعلق بحث کی جائے گی اور آخر میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بحث کی جائے گی، کہ اسلام نے عورتوں کو کیا حیثیت دی ہے اور کونسے حقوق دیئے ہیں۔

ہندومت میں عورت کا مقام اور حیثیت

ول ڈیورانت اپنی کتاب ”ہندوستان“ میں لکھتے ہیں کہ ”جیسا کہ ایک ہندو یو مالا بتاتی ہے کہ ویشتری (Twastri) خدائی صفت گر جب عورت کی تخلیق کی جانب متوجہ ہوا تو اسے پتہ چلا کہ اس کے سارے عناصر تو مرد کی تخلیق میں صرف ہو گئی ہیں اب اس کے پاس کوئی ٹھوس عنصر نہیں بچا اس کی کیفیت میں اس نے تخلیق کے بچے کچے عناصر جن کو عورت کو بنا دیا۔“ اس نے چاند سے گولائی، بیلوں کی لنگٹی شاخوں کی نرمی، نرسل کی باریکی، رعونت گل، پودوں کی سبک رفتاری، ہاتھی کی سوئڈ کی نرمی، ہرنی کی چمک دکھ، شہد کی مکھیوں کی چھاتہ برداری، سورج کی آب و تاب، ابر کی گریہ دزاری، ہواؤں کی بے ثباتی، خرگوش کی لطافت، مور کی خود بینی، طوطے کے سینے کی نرمی، سنگ خار کی درشتی، شہد کی حلاوت، آتش کی گرمی و روشنی، برف کی سردی، فاختہ کی پکار، کونج کی منافقت اور چکر واک کی وفاداری سب کو ملا کر اس نے عورت بنائی اور اسے مرد کی تحویل میں دے دیا۔“ (۱)

عورت کے بارے میں ہندو عالموں کا نظریہ ہے کہ عورت داسی ہے، مرد دیوتا، پتی و پو (شوہر) کو پوجنا پتی (بیوی) کا دھرم ہے۔ ناتھ ناری کی مانگ کا سیندورہ دتا ہے۔ شوہر (ناتھ) کی موت کے بعد عورت کی زندگی اس قدر بے معنی تصور کی جاتی تھی کہ اسے شوہر کی چتا پر زندہ جالا دیا جاتا تھا۔ ہندو معاشرے میں خاوند کی موت کا ذمہ دار اب بھی بیوی کو ٹھہرایا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک ڈائن ہے جو شوہر کو نگل جاتی ہے بعض گھرانوں میں بیوی کو جن میں گیارہ بارہ سال کی لڑکیاں بھی ہوتی ہیں، گھر سے باہر سلا یا جاتا ہے۔ ایک وقت معمولی کھانا دیا جاتا ہے اور اسے نیم پر بند رکھا جاتا

ہے۔ کنواری لڑکیوں کو اس کے سائے تک سے بچایا جاتا ہے۔ (۲)

ویدوں کی تعلیمات عورت کے متعلق سراسر خلاف فطرت اور انسانی حقوق کی شب خون ہے۔ ول ڈیورنٹ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ: ”عورت رسوائی کا باعث ہے، عورت باعث نزاع ہے، اس فانی زندگی کا باعث عورت ہی ہے لہذا عورت سے بچو۔“ عورت احمق تو احمق ایک عقل مند کو بھی سیدھی سچی زندگی سے ہٹا کر اپنی ہوس کا اسیر بنا سکتی ہے۔ (۳)

ہندوؤں کے معاشرے میں عورت کا مقام کبھی بھی بلند نہیں رہا۔ لڑکی کی پیدائش کا ذکر بجر وید اور اتھرو وید میں نہایت حقارت سے کیا گیا ہے اور ادب و شعر میں اس کی بے وفائی، متلون مزاجی اور ہرجائی پن کا ذکر عام ملتا ہے۔ وہ عورت کے متعلق کہتے ہیں کہ:

”عورتوں کے حربے یہ ہیں، دھوکہ دینے والی باتیں، مکر، قسمیں کھانا، بناوٹی جذبات کا اظہار کرنا، جھوٹ موٹ کے ٹوے بہانا، بناوٹی مسکراہٹ، لغو دکھ درد کا اظہار اور بے معنی خوشی، بے اعتنائی، بے معنی سوالات پوچھنا، خوشحالی اور ادباز سے بے نیازی، نیک و بد میں تمیز نہ کر سکرنا، عشاق کی طرف نگاہ غلط انداز سے دیکھنا۔“ آگے نیتی اشوک کا حوالہ دیتے ہوئے ایس اہم شاہد لکھتا ہے کہ عورت خواہ کتنی ہی محبت کا اظہار کرے ہمیشہ چوکس رہو۔ (۴)

عورتوں کیلئے تعلیم:

ہندومت میں عورتوں کیلئے پڑھنا لکھنا مناسب تصور کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے نہ تو مرد پر اس کی دسترس اور نہ ہی اس کی کشش میں اضافہ ہوتا ہے۔ چترا ٹیگور ایک تمثیل میں کہتی ہے۔ ”عورت تو محض ایک عورت ہی ہوتی ہے اسکی خوشی اس میں ہے کہ وہ اپنی مسکراہٹ، اپنی خدمت گزاری، اپنی اطاعت، اپنی ادا و ناز اور اپنی نرم تھکیوں سے مرد کے دل کو بھاتی پھرے“ یہ تعلیم اس کے کس کام کی؟ ویدوں کا علم اس کے الفاظ میں ”ملک میں آشفقتی کی علامت ہے۔“ آگے مصنف Tagore, R. Sadhana کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یگا سٹھن نے درج کیا ہے کہ چندر گیت کے عہد میں برہمنوں کی بیویاں تھیں، کئی کئی بیویاں تھیں لیکن ان کو تعلیم و تربیت

علم و فلسفہ سے محروم رکھا گیا۔ کیونکہ اگر عورتوں نے سیرت دالم، زندگی و موت کے اسرار کو جان لیا تو وہ فاسد ہو کر مردوں کے اختیار میں نہیں رہیں گی۔ (۵)

لیکن اس کے برعکس یہ کہا جاتا ہے کہ عورتوں کے ہاں لازم ہے کہ عورت مذہبی تعلیم حاصل کرے جیسا کہ ذیل میں عبارت دی جا رہی ہے۔ مالک زام اپنی کتاب میں لکھتا ہے ”جہاں تک تعلیم نسواں کا تعلق ہے ہندوؤں کے ہاں لازم ہے کہ عورت مذہبی تعلیم حاصل کرے کیونکہ ہون اور یکہ کے موقع پر اسے خاندان کے ساتھ بیٹھ کر وید منتر کی تلاوت کرنا پڑتی ہے۔“ آگے لکھتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ جب تک اسے مناسب تعلیم نہ دی جائے گی وہ اس فرض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی چنانچہ ویدوں میں متعدد ایسے رشیوں کے نام آئے ہیں جو عورتیں تھیں۔ اچندوں میں بعض عورتوں کا مردوں کے ساتھ علمی اور مذہبی مسائل پر مناظرے کرنے کا ذکر ملتا ہے جو اعلیٰ تعلیم کے بغیر ناممکن تھا۔ (۶)

بیوہ عورت سے شادی:

ہندومت میں چونکہ شادی کو عورت کیلئے ایک ابدی بندھن تصور کیا جاتا تھا لہذا شوہر کی موت کے بعد بیوہ کی دوبارہ شادی ایک عظیم سماجی عیب بن گئی۔ لہذا برہمن قانون میں بیوہ سے توقع کی جاتی کہ دوبارہ کبھی شادی نہیں کرے گی۔ اسی طرح بیوہ اپنا سر منڈا کر اپنی گزر بسر کیلئے اور اپنی بچوں کے پرورش کیلئے خیراتی اداروں کی سرپرستی پر انحصار کرے گی۔ (۷) لیکن اسے مکمل طور پر تلاش یا مفلس نہیں چھوڑا جاتا تھا اس کے برعکس اپنے اور بچوں کے گزارے کیلئے شوہر کی جائیداد سے کچھ استحقاق تھا لیکن ان خواتین پر متوسط اور اونچے طبقے کی صرف تین فیصد روایت پرست خواتین عمل کر پاتیں۔ ویدوں کے زمانے میں بیوہ کو دیور سے بیاہ دیتے تھے، بعد میں بیوہ کا نکاح سخت ممنوع ہو گیا۔ بیوہ ہندومت میں بہت کتر سچھی جاتی تھیں، وہ صرف صبح کے وقت روکھی سوکھی کھا سکتی تھی اور ہر وقت پھٹے پرانے کپڑے پہنے رہتی۔ لوگ اس کے سائے کو بھی نجس سمجھتے تھے۔ (۸)

سر سید احمد خان اپنے مقالات میں لکھتے ہیں کہ:

”اگر بیوہ عورت دوبارہ شادی کرے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متوفی خاوند کا اس کو ہر گز خیال نہ تھا۔ اس کی بے عزتی دنیا میں ہوگئی اپنے خاوند کے ساتھ بعد مرنے کے نہ رہنے پاوے گی۔ پس بیوہ کو چاہیے کہ ساک، ترکاری اور درختوں کی جڑیں کھایا کرے اور کوئی عمدہ اور لذیذ غذا نہ کھائے اور یہ بھی ان کا حکم ہے کہ بیوہ پلنگ پر نہ سویا کرے اور کسی طرح کا عیش نہ کرے۔ (۹)

سوامی ویانند جی نے اپنے کتاب سینا رتھ پر کاش میں لکھا ہے کہ نکاح بیوگان حرام اور زنا کے مترادف ہے اور اس کی جگہ بیوہ نیوگ کرے۔ (نیوگ کے معنی یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی اپنی بیوی سے اولاد نہ ہو بالخصوص کوئی لڑکا نہ ہو تو وہ یا تو اپنی بیوی کو اجازت دے کر وہ کسی اور شخص سے مقاربت کر کے اس کیلئے اولاد پیدا کرے یا اگر عورت اس قابل نہیں تو وہ یعنی شوہر خود کسی اور عورت (شادی شدہ یا دوشیزہ) کے پاس جائے اور اس سے اپنے لئے اولاد حاصل کرے یہ تو مرد کی زندگی تک قانون ہے۔ لیکن مرد کے وفات کے بعد اگر کسی کے کوئی اولاد نہ ہو تو عورت کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ نیوگ کے ذریعے اپنے متوفی خاوند کیلئے جانشین پیدا کرے۔ لیکن آچار یہ چالکیہ نے ارتھ شاستر میں بیوہ کو شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔ (۱۰)

عورت کا نان و نفقہ:

ارتھ وید اور رگ وید میں عورت کا نان و نفقہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ کون سا طریقہ ہے لیکن ارتھ شاستر میں بعض مقامات پر عورت کے نان و نفقہ کے متعلق لکھا ہے کہ:

”جس عورت کو غیر معینہ مدت تک نان و نفقہ طلب کرنے کا حق ہوا سے اتنی ہی خوراک اور کپڑے دیئے جائیں جو اس کی ضرورت کیلئے کافی ہوں یا اس سے زیادہ بھی اگر اس کا ولی استطاعت رکھتا ہو“۔ گروہ مدت (جس میں روٹی، کپڑا، دینار مع ۱۰ فیصد زائد امداد) محدود و معین ہو تو ولی کے آمدنی کے مطابق اسے ایک بندھی ہوئی رقم دی جائے گی اور اس صورت میں بھی اسے ”شُلک“ اور اثاثہ اور زرتھانی وصول نہ ہوا ہو (جو شوہر کو دوسری شادی کی اجازت دینے پر ملنا چاہیے) اگر وہ خود کو اپنے سر کے رشتہ داروں میں سے کسی کی حفاظت میں دے دے یا علیحدہ رہنا

شروع کر دے تو اس کے شوہر پر نان و نفقہ کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ (۱۱)

عورت کا حق وراثت:

i۔ ویدوں کی تعلیم کے مطابق عورت وارث نہیں ہو سکتی نہ باپ کی جائیداد میں نہ خاندان کی تر کے میں، لیکن دوسری جگہ آتا ہے کہ:-

ہندو خاندانوں کی حالت اشتراک کی سی تھی اور عام طور پر تقسیم کم ہوتی تھی، بیوی اور بیٹی اسی صورت میں وارث ہو سکتی تھی جب وراثت بھائیوں میں تقسیم ہو گئی یعنی جب تک جائیداد سب بھائیوں کی مشترکہ ہوتی تھی اس وقت تک ان کا حصہ نہیں ہوتا جب ہر بھائی اپنا حصہ لیتا تو ان کو بھی کچھ نہ کچھ حصہ دیتا۔ (۱۲)

اسی سلسلے میں ایک اور روایت میں آتا ہے کہ دستور منو میں تین افراد کا جائیداد کیلئے استحقاق نہیں بیوی، بیٹی اور غلام۔ (۱۳)

ii۔ بیٹی کی وراثت کے متعلق جملہ آریہ قوموں میں یہ اصول تھا کہ شادی سے وہ اپنے باپ کا گوت ترک کر دیتی ہے اور عملی طور پر اپنے شوہر کے گوت میں داخل ہو جاتی تھی اور اس طرح وہ اپنی سرکری بیٹی ہو جاتی ہے اور باپ کا اس پر کوئی حق نہیں رہتا جس طرح شادی سے قبل اس کو بیٹے اور بیٹی دونوں پر حاصل تھا۔ اسی طرح ایک دوسرے جگہ لکھا ہے کہ ”جب تک پڑ پوتے تک کوئی اولاد ذریعہ موجود ہو بیٹی وارث نہیں ہو سکتی کیونکہ آریہ قوم میں مذکر اولاد کو مؤنث پر ترجیح حاصل ہے۔“ (۱۴)

ارتھ شاستر میں ایک جگہ لکھا ہے کہ: ”اگر کسی کو اولاد ذریعہ نہ ہو تو اس کے سگے بھائی یا ساتھ رہنے والے عزیز اس کی املاک کو اپنی تحویل میں لے لیں اور وہ بھی نہ ہوں تب بیٹیاں میراث اپنے قبضے میں لے لیں۔“ (۱۵)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ ہی ویدوں کی تعلیم کے تحت عورت کا ورثہ میں کوئی حصہ ہے اور نہ ہی بعد کے مقننوں نے وراثت میں ان کے لئے کوئی حق رکھا ہے۔

iii۔ ہندو قانون کی رو سے بیوہ گان اور بیٹیوں کے وراثت کے متعلق متضاد دعوے ملتے ہیں جیسا کہ وگیا نیشور کا قول ہے کہ:- ”بیوگان کی وراثت کا قاعدہ اس وقت متعلق ہوتا ہے جب کوئی شخص اپنی علیحدہ جائیداد چھوڑے کیونکہ جب وہ خاندان کا مشترکہ رکن ہوتا ہے تو اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس جائیداد کا کون سا حصہ اس کا ہے۔ اس کے فوت ہو جانے پر وہ جائیداد خاندان میں رہتی ہے اس کے پیش نظریہ خیال ہوتا ہے کہ جائیداد خاندان کی ہے۔“ (۱۶)

چانکیہ کوٹلیہ بیوہ کے متعلق لکھتا ہے کہ: ”شوہر کی موت پر بیوہ جو پاک دائمی کی زندگی گزارنا چاہتی ہو، اپنا اثاثہ اور زیور اس کے علاوہ شلک کا باقی ماندہ حصہ بھی جو اس کے حق میں نکلتا ہو وصول کر سکے گی۔ اگر ان سب کی وصول کے بعد وہ کسی اور سے بیاہ کر لے تو یہ سب کچھ اس سے بمع سود واپس لے لیا جائیگا (جو اس کی مالیت پر لگایا جائے گا)۔“ آگے لکھتے ہیں کہ: ”اگر کوئی بیوہ اپنے سر کے انتخاب کردہ مرد کے علاوہ کسی اور سے بیاہ کرے تو وہ اس تمام اثاثے سے دستبردار ہو جائے گی جو اس کے سر و متوفی شوہر نے اس کو دیا ہوگا۔ کوئی عورت دوسرا بیاہ کرنے کے بعد اپنے سابقہ شوہر کے اثاثے کی حقدار نہیں ہو سکتی۔“ (۱۷)

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ ہندومت میں عورت کی زندگی غلامی کا نمونہ ہے، نہ اپنی رائے کا اظہار کر سکتی ہے اور نہ اسے کوئی حق حاصل ہے۔ شادی سے قبل اپنے باپ اور شادی کے بعد خاوند کے زیر دست بنی رہتی ہے، اسے باپ کے تر کے میں کوئی حق بھی حاصل نہیں، جبکہ شوہر کے موت کے بعد تو انتہائی کمپرسی اور اجیرن زندگی سے سامنا کرتی رہتی ہے۔

یہودیت میں عورت کا مقام و حیثیت

یہودیت کا شمار دنیا میں ان مذاہب میں ہوتا ہے جنہوں نے چند عقائد و نظریات ہی نہیں پیش کیے بلکہ ان کی بنیاد پر زندگی کے عملی مسائل سے بھی تفصیلی بحث کی ہے۔ ایسے مذاہب سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ عورت کے بارے میں حقیقت پسندانہ خیالات کا اظہار کرے گا۔ لیکن وہ ہمارے سامنے یہ تصور لاتا ہے کہ مرد نیک اور عورت بدنیت و مکار اور آدم علیہ اسلام کو خدا کی نافرمانی

پراکسیا۔ یہودی مذہب میں یہودیوں نے اپنے ضابطہ حیات میں عورتوں کو صرف اس جرم میں کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہکا یا تھا (یہودیوں کے عقیدے کے مطابق) ہمیشہ کیلئے مردوں کا محکوم ٹھہرایا چنانچہ پیدائش میں مرقوم ہے کہ:

”اور خداوند نے کہا کہ میں تیرے درد حمل کو بہت بڑھاؤں گا تو درد کیساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔“ (۱۸)

اس آیت کے لہجے سے ہی عورتوں کے خلاف نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔

ظالمانہ احکام:

بائبل میں عورتوں کے متعلق ایسے ظالمانہ احکام ملتے ہیں جن کو پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں چنانچہ کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ:

”اگر کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو لٹھیاں مارے اور وہ مار کھاتے ہوئے مرجائے تو اسے سزا دی جائے لیکن اگر وہ ایک دو دن جیتا رہے تو آقا کو سزا نہ دی جائے اس لیے کہ وہ اس کا مالک ہے۔“ (۱۹)

اس کا مطلب ہے کہ یہودیت میں لونڈیوں کے بھی کوئی حقوق نہیں بلکہ ان کا درجہ حیوانوں سے بھی بدتر ہے۔ اس کے علاوہ کتاب مقدس میں آیا ہے کہ:

”سو تم ان بچوں کو جو لڑکے ہیں سب کو قتل کرو اور ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف ہو چکی ہو جان سے مارو لیکن وہ لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں ان کو اپنے لئے زندہ رکھو۔“ (۲۰)

اس سے یہ بات واضح ہے کہ جنگ میں عورتوں کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا بلکہ ان کو قتل کرنے کیلئے حکم دیا جاتا رہا ہے اور کنواری لڑکیوں کو مال غنیمت کے طور پر اپنے لیے رکھنے کا حکم مل رہا ہے۔

یہودیت میں بیٹی کی پیدائش پر چنداں فخر نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ افراسیم القانہ کا اپنی بانجھ

یہودی حسد سے کہنا کہ وہ روٹی اور کھانا نہیں کھاتی تھی سو اس کے خاوند القانہ نے اس سے کہا کہ:

اے حسد تو کیوں روتی ہے اور کیوں نہیں کھاتی اور تیرا دل کیوں آزرده ہے کیا میں تیرے لیے دس بیٹوں سے بڑھ کر نہیں۔ اور حسد غریب کا زار زار روتے ہوئے خداوند سے دعا مانگنا کہ اے رب الافواج اگر تو اپنی لونڈی کی مصیبت پر نظر کرے اور مجھے یاد فرمائے اور اپنی لونڈی کو فراموش نہ کرے اور اپنی لونڈی کو فرزند زریہ بخشے تو میں اسے زندگی بھر کے لئے خداوند کو نذر کر دوں گی اور استرہ اس کے سر پر کبھی نہ پھرے گا۔ (۲۱)

مذکورہ بالا آیت بتاتی ہے کہ بانجھ پن کا داغ منھانے کیلئے محض اولاد کی پیدائش کافی نہیں تھی بلکہ اصل ضرورت لڑکے کی تھی تاکہ وہ اپنی سوت اور قبیلے کی دوسری عورتوں کے سامنے شرمندہ نہ ہو۔ یعنی لڑکی کی پیدائش باعث شرمندگی تصور کی جاتی۔

عورت کا حق وراثت:

یہودیت میں عورت جائیداد کی وارث نہیں۔ یہودی عورت میراث کی حقدار نہیں، نہ شوہر کی جائیداد سے اور نہ ہی باپ کی جائیداد سے۔ وہ اپنی کمائی کی بھی مالک نہیں ہوتی۔ بیاہ سے پہلے اس کی کمائی کا مالک اس کا باپ ہوتا ہے اور بیاہ کے بعد اس کا شوہر۔ باپ کی جائیداد سے یہودی شریعت کی رو سے صرف پلوٹا بیٹا وارث ہوتا ہے اور وہ بھائیوں سے دو گنا حصہ لیتا ہے۔ عورتوں کے حق وراثت ذیل کے روایات سے نمایاں ہے۔

اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں اور ایک محبوبہ اور دوسری غیر محبوبہ ہو، اور محبوبہ وغیرہ دونوں سے لڑکے ہوں او پہلوٹھا بیٹا غیر محبوبہ سے ہو تو وہ جب اپنے بیٹوں کو اپنے مال کا وارث کرے تو وہ محبوبہ کے بیٹے کو غیر محبوبہ کے بیٹے پر جو فی الحقیقت پہلوٹھا ہے فوقیت دے کر پہلوٹھا نہ ٹھہرائے۔ اسی طرح بلکہ وہ غیر محبوبہ کے بیٹے کو اپنے سب مال کا دو گنا حصہ دے کر اسے اپنے پہلوٹھا مانے کیونکہ وہ

اس کی قوت کی ابتدا ہے اور پہلوٹھا کا حق اسی کا ہے۔ (۲۲)

ایک دوسرے روایت میں اس طرح لکھا ہے کہ: ”خداوند یوں فرماتا ہے کہ اگر فرما کر اپنے بیٹوں میں سے کسی کو کوئی ہدیہ دے تو وہ اس کی میراث اس کے بیٹوں کی ہوگی۔ وہ ان کا موروثی مال ہے۔ پر اگر وہ اپنے غلاموں میں سے کسی کو اپنی میراث میں سے ہدیہ دے تو وہ آزادی کے سال تک اس کا ہوگا۔ اس کے بعد پھر فرما کر وہ اس کا ہو جائے گا۔ مگر اس کی میراث اس کے بیٹوں کے لئے ہوگی۔ پر وہ اپنی ہی ملکیت میں سے اپنے بیٹوں کو میراث دیگا۔“ (۲۳)

مذکورہ بالا روایات میں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وراثت میں عورتوں کا کس ذکر نہیں کیا گیا بلکہ ہر جگہ بیٹوں کا ذکر ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کا کوئی بیٹا نہ ہو تو تب اس کی میراث اس کی بیٹی کو ملے گی اسی قانون کے ماتحت ”صلافاذ“ کے پانچ بیٹوں کو اپنے باپ کے ترکے کا وارث بنایا گیا۔ (۲۴)

لیکن اسکے برعکس ایوب کے تین بیٹیاں تھیں انہوں نے بیٹیوں کو بھائیوں کے ساتھ وارث قرار دیا۔ (۲۵)

مگر اس سے وراثت کا قانون نہیں بدلا بلکہ یہی رہا کہ باپ کی جائیداد کے وارث صرف اس کے بیٹے ہیں۔

عیسائیت میں عورت کا مقام اور حیثیت

کتاب مقدس میں پولس رسول کے خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے معاشرے میں عورت کے کردار درست کرنے کی تعلیم دی ہے کہ حیا دار ہوں، نیک ہوں اور اچھی کردار کی مالکہ ہو۔ لہذا کتاب مقدس میں اسی حوالے سے درج ہے کہ:

اسی طرح عورتیں حیا دار لباس سے، شرم اور پرہیز گار بننے کے ساتھ اپنے آپ کو سنواریں

نہ کہ بال گوندھنے اور سونے اور موتیوں اور قیمتی پوشاک سے۔ بلکہ نیک کاموں سے جیسا خدا پرستی کا اقرار کرنے والی عورتوں کو مناسب ہے۔ (۲۶)

مگویا عورت کی کردار درست کرنے کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ لیکن دوسری طرف اولیاء مسیحیت کا روش بالکل جدا گانہ ہے۔

عورتوں کے متعلق ترٹولیاں (TerTullian) جو ابتدائی دور کے ائمہ مسیحیت میں سے تھیں عورت کے متعلق مسیحی تصور کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے کہ:

وہ (عورت) شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، وہ شجر ممنوع کی طرف لے جانے والی خدا کے قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کر نیوالی ہے۔

اس کے علاوہ کرائی سوسٹم (Chry Sostum) جو مسیحیت کے اولیاء کبار میں شمار کیا جاتا ہے عورت کے حق میں کہتا ہے کہ:

ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت و لر بائی اور ایک آراستہ مصیبت۔ (۲۷)

اس سے نتیجہ کے طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت میں عورتوں کی تعلیمات کے متعلق تضاد ہے۔ ایک طرف تو اچھی تعلیمات دیئے جا رہے ہیں لیکن اس کے برعکس دوسری طرف عورت کو نہایت نیچا بتا دیا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بتلایا ہے کہ وہ فریب کھانے والی ہے۔ جیسا کہ کتاب مقدس میں ذکر ہے کہ:

آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی۔ (۲۸)

رہیں امر وہی اپنے کتاب جنسیات میں لکھتے ہیں کہ:

”مسیحی نظریہ ہے کہ چونکہ حوٰنہ آدم کو دھوکہ دیا، اس لئے عورت سخت ناقابل اعتماد ہے اور اس کے ساتھ رہنا خطرناک ہے۔“ آگے مسیحی معاشرے میں عورت کی حیثیت بتاتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

مسیحی معاشرے میں اگر کسی بیاہتا عورت پر مجرمانہ حملہ کیا جاتا ہے تو اسے مجرم کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی اجازت نہ تھی البتہ اسکا شوہر مقدمہ دائر کر سکتا تھا۔ جب کوئی کروڑ پتی عورت کسی سے شادی کر لیتی تو اس کی ساری دولت خاوند کی ملکیت تصور کی جاتی۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ عیسائی ایک طرف تو ”کنواری مریم“ کی پوجا کرتے ہیں، دوسری طرف وہ عورت کو فاحشہ، ساحرہ اور بدیہہ جسمہ سمجھتے ہیں۔ (۲۹)

حقوق زوجین:-

پطرس کے خطوط میں ہمیں زوجین کے باہمی رویہ کے متعلق نہایت سنجیدہ اور کارآمد تعلیمات ملتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

اے یو یو! تم بھی اپنے اپنے شوہر کے تابع رہو۔ اور تمہارا سنگار ظاہری نہ ہو یعنی سر گوندھنا اور سونے کے زیور اور طرح طرح کے کپڑے پہننا۔ بلکہ تمہاری باطنی اور پوشیدہ انسانیت، حلم اور مزاجی کی غربت کی غیر فانی آرائش سے آراستہ رہے کیونکہ خدا کے نزدیک اس کی بڑی قدر ہے۔ اور اگلے زمانے میں بھی خدا پر امید رکھنے والی مقدس عورتیں اپنے آپ کو اسی طرح سنوارتی اور اپنے اپنے شوہر کے تابع رہتی ہیں۔ (۳۰)

اسی سلسلے میں ڈاکٹر عبدالرشید لکھتے ہیں کہ: سینٹ پال نے انسانی فطرت کا قریبی مشاہدہ کیا اور معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے کیلئے معاشرے میں شوہر اور زوجین کے حقوق کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ ”اے یو یو! جیسا خداوند میں مناسب ہے اپنے شوہروں کے تابع رہو“۔ (۳۱)

پولس رسول کرنتھیوں کے نام خط میں نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

شوہر بیوی کا حق ادا کرے اور ویسا ہی بیوی شوہر کا۔ (۳۲)

دور جدید کے عیسائی معاشرہ میں عورت:

دور جدید میں عیسائیت کے علمبردار یورپ، جو تمام دنیا کو تمدن و علم کا سبق دیتا ہے اور

جو تمام عالم میں عورتوں کے حقوق کے متعلق زبردست چرچا برپا کیا ہے، خود ایسے سخت اور ناقابل علاج اخلاقی امراض میں مبتلا ہے جس نے ان کی زندگی پر آلام و مصائب بنی ہوئی ہے۔ حقوق آزادی نسواں کے نام پر مسادات مرد و زن کے نعروں کے ذریعے ایسی فضا پیدا کی جا رہی ہے کہ عورت کو مرد کے مد مقابل لا کھڑا کیا جائے۔ بیویاں اپنے خاوندوں کے خلاف خم ٹھونک کر جائیں۔ بیٹیاں اور بہنیں تمام تر شرم و حیا بالائے طاق رکھ کر اپنے باپ اور بھائیوں سے دودھ ہاتھ کرتی نظر آئیں۔ مسادات کا معنی یہ سمجھ لیا گیا کہ عورت اور مرد نہ صرف اخلاقی مرتبہ اور انسانی حقوق میں مساوی بلکہ تمدنی زندگی میں عورت بھی وہی کام کرنے جو مرد کرتے ہیں۔ مسادات کے اس غلط تحلیل نے عورت کو اس کے ان فطری وظائف سے غافل اور منحرف کر دیا جن کی بجا آوری پر تمدن کی بقاء بلکہ نوع انسانی کی بقاء منحصر ہے۔ فرید و جدی آفندی اپنے کتاب میں ”پروڈن“ کا حوالہ دیتے ہوئے رقم طراز ہے کہ پروڈن جب عورتوں کو ایسی نا واجب آزادی دلانے والوں کی بک بک سے تنگ آ گیا تو اس نے لکھا کہ:

”اور علاوہ اس کے کہ میں اس بات کو پسند ہرگز نہیں کرتا جس کا نام آج کل لوگوں نے عورت کو آزادی دینا رکھ دیا ہے۔ میری یہ خواہش بھی ہے کہ اگر ضروری اور حالات کا اقتضا ہو تو زمانہ سابقہ کی طرح عورت کو قید کرنے کا مشورہ دوں۔“ (۳۳)

اس کے علاوہ عورتوں کے معاشی استقلال کے نعروں نے عورت کو مرد سے بے نیاز کر دیا۔ وہ اصول کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے، اب ایک نئے قاعدے سے بدل گیا ہے کہ عورت اور مرد دونوں کمائیں گھر کا انتظام بازار کے سپرد کر دیا جائے۔ اس انقلاب کے بعد دونوں کی زندگی بجز ایک شہوانی تعلق کے اور کوئی رابطہ ایسا باقی نہیں رہا جو ان کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہونے پر مجبور کرتا ہو۔ ظاہر ہے کہ محض شہوانی خواہشات کا پورا کرنا کوئی ایسا کام نہیں جس کی خاطر مرد اور عورت لامحالہ اپنے آپ کو ایک دائمی تعلق ہی کی گرہ میں باندھے اور ایک گھر میں مشترکہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوں۔

تیسری چیز مردوں اور عورتوں کی آزادانہ اختلاط ہے جس نے عورتوں میں حسن کی نمائش، عریانی اور خواہش کو غیر معمولی ترقی دے دی ہے۔ صنفی میلان (Sexual Attraction) جو پہلے ہی فطری طور پر مرد اور عورت کے درمیان موجود ہے اور کافی طاقتور ہے، دونوں صنفوں کے آزادانہ میل جول کی صورت میں بہت آسانی کے ساتھ غیر معمولی حد تک ترقی کر جاتا ہے۔ اس قسم کی مخلوط سوسائٹی میں قدرتی طور پر زیادہ جاذب نظر (Attractive) اور اخلاقی نظریات کے بدل جانے کی وجہ سے ایسا کرنا معیوب بھی نہ رہا۔ بلکہ اعلانیہ شان و درجائی پیدا کرنے کو مستحسن سمجھا جانے لگا، حسن و جمال کی نمائش رفتہ رفتہ تمام حدود کو توڑتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ برہنگی کی آخری حد کو پہنچ کر ہی دم لیتی ہے۔ آزادانہ اختلاط کی وجہ سے جو نتیجہ نکلا ہے اس کی روداد اعلامہ مودودی نے جی لنڈ سے کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے کہ:

جی لنڈ سے جوڈ نور عدالت جرائم اطفال کا صدر ہے لکھتا ہے کہ ہائی سکول کی عمر والی چار سو پچانوے لڑکیوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے منفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے۔ ان میں پچیس ایسی ہیں جن کو حمل ٹھہر گیا تھا۔ (۳۴)

اس اخلاقی زوال پر تبصرہ کرتے ہوئے علم طبعیات کی ایک ماہر خاتون مسز ہڈسن کہتی ہے کہ ہماری تہذیب کی دیواریں منہدم ہونے کو ہیں اس کی بنیادوں میں ضعف آ گیا ہے اور اس کے شہتیراں رہے ہیں۔ نہ معلوم یہ ساری عمارت کب پیوند خاک ہو جائے۔ اس کے بقا کی بس ایک ہی صورت باقی ہے کہ مردوں اور عورتوں کے آزادانہ میل جول پر پابندی عائد کی جائے۔ (۳۵)

مندرجہ بالا تفصیل میں شامل امور (یعنی آزادی نسواں، معاشی استقلال اور آزادانہ اختلاط جو دور جدید کے عیسائی معاشرے نے اپنائے ہیں) کے مطالعے کے بعد ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے پر پہنچے کہ عیسائیوں نے خود اپنے مذہب سے بغاوت شروع کی ہے، اور عیسائی مذہب نے عورت کو جو مقام دیا ہے یا عورت کے متعلق جو تعلیمات دیئے ہیں (دیکھئے حوالہ نمبر ۲۶ اور ۳۰) دور جدید کے عیسائیت کے دعویداروں نے خود اس کی دھجیاں بکھیر دیئے، اور عورت کی حیثیت کو ایک بازاری

کھلونے کے مثل پیش کیا۔

اسلام میں عورت کا مقام اور حیثیت

انسانی تمدن کی پوری تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اسلام سے قبل جتنے مذاہب اور تہذیب گزری ہیں، انہوں نے عورت کو اس کا وہ مقام نہیں دیا تھا جو اس کا حق تھا۔ آسمانی مذاہب کے پیروکاروں نے بھی نظری اور عملی طور پر عورت کو ان حقوق سے محروم کیا ہوا تھا جو اسے اللہ تعالیٰ نے عطاء کئے تھے۔ اس ماحول میں جس نے نہ صرف قانونی اور عملی حیثیت سے بلکہ ذہنی حیثیت سے بھی ایک انقلاب عظیم برپا کیا وہ اسلام ہے۔ اسلام نے ہی مرد و عورت دونوں کے ذہنوں کو بدلا ہے، اسلام نے عورت کو درجہ انسانیت سے گرا کر کسی پست اور حقیر مخلوق کے مشابہ قرار نہیں دیا بلکہ مرد اور عورت کی اصل ایک بتائی ہے۔ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ روحانی ترقی کے جو درجات مرد کو مل سکتے ہیں وہی عورت کے لئے بھی کھلے ہوئے ہیں۔ مرد اگر ابراہیم بن ادھم بن سکتا ہے تو عورت کو بھی رابعہ بصریہ بننے سے کوئی شے نہیں روک سکتی۔ جس طرح قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے کہ:

خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجھا و بث منهما رجالا کثیرا

ونساء (۳۶)

ترجمہ:- اللہ نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسکی جنس اس کے جوڑے کو پیدا کیا اور پھیلانے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

فاستحاب لھم ربھم انی لا اضعی عمل عامل منکم من ذکر و انثی بعضکم من

بعض (۳۷)

ترجمہ:- ان کے رب نے ان کی دعا کے جواب میں فرمایا کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہ کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے کی جنس ہو۔

حقوق میں مساوات:

اسلام نے مرد اور عورت کے حقوق میں مساوات قائم کی اس نے عورت کا مقام متعین کیا اور اس کو پستی سے بلند درجہ بخشا اور اسے مرد کے برابر حقوق عطا کئے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

ولهن مثل الذی علیہن بالمعروف (۳۸)

ترجمہ:- ان (عورتوں) کے بھی ایسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ ان پر (مردوں کے) حقوق ہیں۔

یوں اسلام نے قانونی لحاظ سے مرد و عورت کا درجہ برابر کر دیا اور ان کے حقوق کا اعلان کر دیا، اخلاقی اور قانونی حیثیت سے عورت کو مرد کے برابر مقام عطا کیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

هن لباس لکم وانتم لباس لهن (۳۹)

ترجمہ:- وہ (عورتیں) تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان (عورتوں) کیلئے لباس ہو۔
مرد و عورت دونوں ایک دوسرے کی عزت و آبرو کے محافظ ہیں، راز دار اور پردہ پوش ہیں۔ مذکورہ بالا آیت میں بھی مرد و عورت کے مساوی حیثیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔
حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعل قرۃ عینی فی الصلوۃ (۴۰)

ترجمہ:- دنیا کی چیزوں میں مجھے عورت اور خوشبو پسند ہے اور نماز میری آنکھ کی ٹھنڈک

ہے۔

حق وراثت:

عورتوں کے حق وراثت کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:

یوصیکم اللہ فی اولادکم لذكر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق ا

ثنتین فلهن ثلثا ماترک وان کانت واحدة فلها النصف (۴۱)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، پھر اگر صرف عورتیں ہی ہوں تو اسے زیادہ تو ان کے لئے دو تہائی ہے اس مال سے جو چھوڑا امراء اور اگر ایک ہی ہو تو اس کیلئے آدھا ہے۔

یہ ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے جس نے لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو میراث کا مستحق بھی بنا دیا اور ہر ایک کا حصہ بھی مقرر کر دیا، اور یہ اصول معلوم ہو گیا کہ جب مرنے والے کے اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں تو ان کے حصہ میں جو مال آئے گا وہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ ہر لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دو گنا مل جائے گا، مثلاً کسی نے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں چھوڑے تو مال کے چار حصے کر کے ۲/۳ لڑکے کو اور ۱/۳ لڑکی کو دے دیا جائے گا۔

قرآن مجید نے لڑکیوں کو حصہ دلانے کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ لڑکیوں کے حصے کو اصل قرار دیکر اس کے اعتبار سے لڑکوں کا حصہ بتلادیا، اور بجائے لائیشین مثل حظ الذکر (دو لڑکیوں کو ایک لڑکے کے حصے کے بقدر) فرمانے کے لڑکے کو مثل حظ الانثیین (لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصے کے بقدر) کے الفاظ سے تعبیر فرمایا۔ اس کے بعد مزید تشریح فرماتے ہوئے لڑکیوں کا حصہ یوں بیان فرمایا کہ اگر زینہ اولاد نہ ہوں اور صرف لڑکیاں ہوں اور ایک سے زائد ہوں تو ان کو مال موروث سے دو تہائی مال ملے گا، جس میں سے لڑکیاں برابر کی شریک ہوگی اور باقی ایک تہائی دوسرے درجہ مثلاً میت کے والدین، بیوی یا شوہر وغیرہ میراث کے حقداروں کو ملے گا، دو لڑکیاں اور دو سے زائد سب دو تہائی میں شریک ہوگی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر مرنے والے نے اپنی اولاد میں صرف ایک لڑکی چھوڑی اور اولاد زینہ بالکل نہ ہو، تو اس کو اس کے والد یا والدہ کے چھوڑے ہوئے مال موروث کا آدھا حصہ ملے گا، باقی دوسرے درجہ لے لیں گے۔ (۴۲)

دو لڑکیوں سے زائد کا حکم تو قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے، اور لڑکیاں اگر دو ہوں تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو دو سے زیادہ کا حکم ہے، اس کا ثبوت حدیث میں مذکور ہے کہ:

عن جابر عن عبد الله قال خرجنا مع رسول الله ﷺ حتى جئنا امرأة من الانصار في الاسواف فحائت المرأة بابتيتين لها فقالت يا رسول الله ﷺ هاتان بنتا ثابت ابن قيس قتل معك يوم احدو قد استفاء عمهما مالهما وميراثهما كله ولم يدع مالا الا اخذه فما ترى يا رسول الله فوالله لا تنكحان ابدا الا ولهما مال، فقال رسول الله ﷺ يقضى الله في ذلك وقال نزلت سورة النساء "يوصيكم الله في اولادكم الاياه، فقال رسول الله ﷺ ادعوا لى المرأة وصاحبها، فقال لعمهما اعطهما الثلثين واعط امهما الثمن وما بقى فلك (۴۳)

ترجمہ:- حضرت جابرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت ﷺ کے ہمراہ باہر نکلے، اتنے میں ہمارا گزر اسواف میں ایک انصاری عورت پر ہوا، وہ عورت اپنے دو لڑکیوں کو لے آئی اور کہنے لگی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ دونوں لڑکیاں ثابت بن قیس (میرے شوہر) کی ہیں، جو آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں شہید ہو گئے ہیں، ان لڑکیوں کا چچا ان کے پورے مال اور ان کی پوری میراث پر خود قابض ہو گیا ہے اور ان کے واسطے کچھ باقی نہیں رکھا، اس معاملہ میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں، خدا کی قسم اگر ان لڑکیوں کے پاس مال نہ ہوگا تو کوئی شخص ان کو نکاح میں رکھنے کیلئے بھی تیار نہ ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیری حق میں فیصلہ فرمادے گا، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ پھر جب سورہ نساء کی یہ آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس عورت اور اس کے دیور کو (لڑکیوں کا وہ چچا جس نے سارے مال پر قبضہ کر لیا تھا) بلاؤ، آپ ﷺ نے لڑکیوں کے چچا سے فرمایا کہ لڑکیوں کو کل مال کا دو تہائی حصہ دو، ان کی ماں کو آٹھواں حصہ اور جو بچے وہ تم خود رکھ لو۔

اسلام کے اس نظام وراثت کو مغربی مفکرین نے بھی تسلیم کیا۔ پروفیسر جان ایل اسپاز یو اپنی تصنیف اسلام صراط مستقیم Islam the straight path میں اسلامی احکامات کے نسوانی بہبود و فلاح کے حسین پلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ عورت کو سورہ نساء کے

ذریعے وراثت کے حقوق ملے جبکہ یورپ کو اس کے مشابہ قانونی حقوق انیسویں صدی میں دیئے گئے مغرب میں خصوصاً اور غیر مسلم دنیا میں عموماً لوگ جو جرم اور اخلاقی بے راہ روی سے تنگ آ چکے ہیں اہل اسلام کی ازدواجی زندگی کو بہت رشک سے دیکھتے ہیں۔ تہذیب مغرب کی وجہ سے مردوں اور عورتوں کی مفروضہ مساوات اور اختلاط کی وجہ سے کروڑوں گھرانے ٹوٹ چکے ہیں جہاں لاکھوں بچوں نے درد ناک بدسلوکی اور مادری و پدری شفقت سے محرومی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ (۴۴)

حق نفقہ:

مرد کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی اور بچوں کو اپنی حیثیت کے مطابق اخراجات دے، قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ:

لینفق ذو سعة من سعته (۴۵)

ترجمہ:- جس شخص کو جس قدر فراخی ہو اسکے مطابق اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے۔

یہ عورت کا بنیادی حق ہے اور اگر مرد ادا نہ کرے تو عورت عدالت کے ذریعے یہ حق حاصل کر سکتی ہے اور اس کی عدم ادائیگی کی صورت میں عورت مرد سے علیحدگی کا حق بھی رکھتی ہے۔ شادی سے پہلے لڑکی کی پردوش کی ذمہ داری باپ کی ہے اور شادی کے بعد اس کے نان و نفقہ کی ذمہ داری شوہر پر عائد ہو جاتی ہے۔ اگر شوہر اپنے بیوی کو طلاق دے تب بھی عورت کے گزرنے یعنی اختتام تک شوہر پر لازم ہے کہ وہ اس عورت کو نان و نفقہ اور رہنے کیلئے مکان دے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اسكنوهن من حيث سكنتم من و جدكم ولا تضاروهن لتضيّقوا عليهن وان

كن اولات حمل فانفقوا عليهن حتى يرضعن حملهن (۴۶)

ترجمہ:- ان عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کیلئے تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اور اگر وہ حمل دار ہیں تو ان کو حمل گرانے یعنی بچے کی پیدائش

تک نفقہ دو۔

بیوہ کی حیثیت:

جاہلیت میں اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تو وہ بہت بری حالت میں ہوتی، ایک سال تک تاریک کوٹھڑی میں چلی جاتی، بدترین سڑے بے کپڑے پہن لیتی۔ اسی طرح ہندومت میں اس سے زیادہ بری حالت میں تھی سر منڈا دینے تھے، ردھی سوکھی کھا سکتی تھی لوگ ان کے سائے کو بھی نجس سمجھتے۔ لیکن اسلام نے یہ رسم بد کو ختم کر کے بیوہ کو ایک اچھا مقام دلایا۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِينَ يَتُوفُونَ مِنْكُمْ وَیَذَرُونَ ازواجاً یترکضن بانفسهن اربعة اشهر وعشر اذا ذابلغن اجلهن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسهن بالمعروف (۴۷)

ترجمہ:- اور تم میں سے جب کسی کی وفات ہو جائے اور وہ اپنے پیچھے بیوہ چھوڑے تو انہیں چاہیے کہ چار ماہ دس دن تک نکاح ثانی نہ کریں پھر جب یہ میعاد ختم ہو جائے تو تم پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ اپنی پسند کے مطابق اپنے لئے فیصلہ کریں۔

حضور ﷺ کے ساتھ رشتہ از دواج میں منسلک ہونے والی خوش قسمت خواتین میں حضرت عائشہؓ کے علاوہ باقی از دواج مطہرات بیوگی کا زخم کھائے ہوئے تھیں۔ حضور ﷺ نے ان از دواج کو نہ صرف زوجیت میں قبول کیا بلکہ ان کو اس وجہ سے اتنا بلند رتبہ ملا کہ وہ پوری امت کی مائیں قرار پائیں۔ انہیں عزت و وقار کے اونچے درجے نصیب ہوئے۔ حضور ﷺ نے اپنی بعض صاحبزادیوں کی جو بیوہ تھیں شادی کرائی۔ جلیل القدر خلفاء اور صحابہ کرامؓ نے بیوہ عورتوں سے کثرت سے شادی کیں۔ ان تمام مثالوں سے بطریق احسن معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں بیوہ کو بڑی عزت سے دیکھا جاتا ہے۔

عورتوں کی تعلیم و تربیت:

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام سے پہلے جتنے مذاہب دنیا میں آئے انہوں نے عورت کو

تعلیم سے روکھا۔ زندگی کے بارے میں وہ نہ تو کوئی سنجیدہ اور ٹھوس فکر رکھتے تھے۔ ان کی ساری جدوجہد اس مادی دنیا میں اور اس کی آسائشوں کے لئے وقف تھی۔ اسلام نے ان کے سامنے زندگی کا ایک ایسا فلسفہ پیش کیا جس میں اخلاقی پابندیاں تھیں، جائز و ناجائز اور حلال و حرام کے ضابطے تھے، عذاب و ثواب اور جنت و دوزخ کا تصور تھا، خدا اور اس کے رسول ﷺ کا اقرار اور ان کی فرمانبرداری کی تعلیم تھی، ایک معاشرہ تعمیر ہو رہا تھا، کہ خدا کا حکم نازل ہوا کہ اگر باہر کی کوئی عورت اس معاشرہ کا جز بننا چاہے تو حسب ذیل اصول، اخلاق اور قوانین کی پابندی کا عہد لیا جائے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

يا ايها النبي اذا جاءك المؤمنات يبايعنك على ان لا يشركن بالله شيئا ولا يسرقن ولا يزنين ولا يقتلن اولادهن ولا يأتين بهتان يفتريه بين ايديهن وارجلهن ولا يعصينك في معروف فبايعهن واستغفرلهن الله ان الله غفور الرحيم (۲۸)

ترجمہ:- اے نبی ﷺ جب مومن عورتیں ان باتوں پر بیعت کرنے کیلئے تمہارے پاس آئیں کہ وہ اللہ کے پاس نہ تو کسی کو شریک ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ اپنے اولاد کو قتل کریں گی اور نہ جانتے ہوئے کسی پر بہتان باندھیں گی، نہ تمہارے کسی معروف حکم کی نافرمانی کریں گی تو تم ان سے بیعت لے لو، اور ان کیلئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرو بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دین کے اصول و کلیات کے احترام کا مطالبہ مرد ہی سے نہیں بلکہ یہی مطالبہ عورت سے بھی ہے اور مطالبہ کی تکمیل کی سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ وہ دین کی تعلیمات سے پوری طرح واقف ہو۔ انہی تعلیمات سے واقفیت کی خاطر حضور ﷺ نے علم کی طلب ہر مرد و عورت کیلئے فرض قرار دیا اور ارشاد فرمایا ہے کہ:

طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة (۲۹)

ترجمہ:- علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔

علم کا حصول اس مقدار میں ہر مرد و عورت پر فرض قرار دیا گیا ہے کہ جسکے ذریعے وہ حلال

و حرام، جائز و ناجائز، صحیح و غلط کا فرق کر سکیں۔ ابتدائے اسلام میں عورتوں کو تعلیم دینے کیلئے کوئی خاص قسم کے ادارے نہ تھے۔ خواتین جمعہ و عیدین کے موقع پر وعظ و نصیحت سنتیں اور بعض اوقات کسی ایک گھر میں جمع ہو جاتیں جہاں حضور ﷺ یا آپ ﷺ کا کوئی صحابی دینی و دنیاوی مسائل کے بارے میں معلومات بہم پہنچاتا۔ یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کی طرح بہت سے صحابیاتؓ بھی علم و فضل میں خاص مقام رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت حفصہؓ اس سلسلے میں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ بعض اوقات بڑے بڑے صحابہ کرامؓ، حضرت عائشہؓ سے کسی مسئلے میں رجوع کرتے تھے۔ لہذا شریعت نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو حق و باطل میں تمیز کرنا سکھائیں اور حصول علم کیلئے شرعی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے بہتر سے بہتر معلومات اور علم حاصل کریں۔

عورتیں مردوں ہی کی بہنیں ہیں اور دونوں کیلئے علم حاصل کرنا فرض ہے۔ اسی طرح اسلامی حدود کی پابندی کے ساتھ عورتوں کو بھی معاشرہ کی تعمیر اور اس کے تحفظ میں حصہ لینے کا حق بھی حاصل ہے اور ان کی ذمہ داری بھی۔ خاندان اخلاقی و سماجی وجود کی بنیاد اور آنے والی نسلوں کا فطری گہوارہ ہے، خاندان کا ماحول صالح اور سازگار رکھنا مرد و عورت دونوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

اسلام نے تعلیم نسواں سے کبھی نہیں روکا بلکہ خواتین کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی تاکہ وہ پڑھ لکھ کر اچھا گھرانا تشکیل دے سکیں۔ تعلیم حاصل کرنے کے جتنے مواقع مرد کیلئے ہیں اتنی ہی خواتین کیلئے ہیں۔ ان کی ترقی میں کوئی امر واقع نہیں۔ اچھی تعلیم ہوگئی تو ماں اپنے بچے کی اچھی تربیت کر سکے گی ماں کی گود بچے کی تربیت کا گہوارہ ہوتی ہے۔

تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں سے تقریباً ۱۳۰ لوگوں کے فتوے منقول ہیں پھر ان میں سات اشخاص ایسے ہیں جن کے فتوے بیان کرنے کیلئے بڑی بڑی کتابوں کی ضرورت ہے اور وہ ہیں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت عبداللہ

ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ گویا طبقہ اولیٰ کے سات مفتی صحابہ کرام میں حضرت عائشہ ام المؤمنین کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ (۵۰)

حوالہ جات باب اول

- (۱)۔ ول ڈیورانٹ، ہندوستان مترجم طیب رشید، تخلیقات، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۳
- (۲)۔ رئیس امر وہی، جنسیات حصہ دوم، فریڈ پبلشرز، اردو بازار، کراچی، ص ۲۴۴
- (۳)۔ ول ڈیورانٹ، ہندوستان مترجم طیب رشید، تخلیقات، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۳
- (۴)۔ ایس ایم شاہد، تعارف مذاہب عالم، نیوبک پبلس، لاہور، ص ۲۹۹
- (۵)۔ ول ڈیورانٹ، ہندوستان مترجم طیب رشید، تخلیقات، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۳
- (۶)۔ عبدالکریم، تحقیقی مقالہ اسلام میں عورت کا مقام، ہوازنہ دیگر مذاہب، بلوچستان یونیورسٹی، ۱۹۹۸ء، ص ۸
- (۷)۔ ول ڈیورانٹ، ہندوستان مترجم طیب رشید، تخلیقات، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۶
- (۸)۔ ایس ایم شاہد، تعارف مذاہب عالم، نیوبک پبلس، لاہور، ص ۲۲۸
- (۹)۔ سر سید احمد خان، مقالات سر سید ترتیب مولانا محمد اسماعیل، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۴
- (۱۰)۔ بحوالہ بالا، عبدالکریم، تحقیقی مقالہ اسلام میں عورت کا مقام، ہوازنہ دیگر مذاہب، ص ۲۲
- (۱۱)۔ آچاریہ کوتلیہ چانکیہ، ارتھ شاستر، ٹیکساس پرنٹرز، کراچی، ۱۹۹۱ء، ص ۳۴۱
- (۱۲)۔ ڈاکٹر عبدالرشید، تقابل ادیان، طاہر سنز اردو بازار، کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۸۷
- (۱۳)۔ ول ڈیورانٹ، ہندوستان مترجم طیب رشید، تخلیقات، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۲
- (۱۴)۔ ڈاکٹر عبدالرشید، تقابل ادیان، طاہر سنز اردو بازار، کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۸۶
- (۱۵)۔ آچاریہ کوتلیہ چانکیہ، ارتھ شاستر، ٹیکساس پرنٹرز، کراچی، ۱۹۹۱ء، ص ۴۸
- (۱۶)۔ ڈاکٹر عبدالرشید، تقابل ادیان، طاہر سنز اردو بازار، کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۸۸
- (۱۷)۔ آچاریہ کوتلیہ چانکیہ، ارتھ شاستر، ٹیکساس پرنٹرز، کراچی، ۱۹۹۱ء، ص ۳۳۸

- (۱۸)۔ کتاب مقدس، پیدائش باب ۳، آیت ۱۶، بائبل سوسائٹی، لاہور
- (۱۹)۔ کتاب مقدس، خروج باب ۲۱، آیت ۲۱-۲۲، بائبل سوسائٹی، لاہور
- (۲۰)۔ کتاب مقدس، کنفی باب ۳۱، آیت ۱۷-۱۸، بائبل سوسائٹی، لاہور
- (۲۱)۔ کتاب مقدس، سموئیل باب ۱، آیت ۹-۱۱، بائبل سوسائٹی، لاہور
- (۲۲)۔ کتاب مقدس، استثناء باب ۲۱، آیت ۱۵-۱۷، بائبل سوسائٹی، لاہور
- (۲۳)۔ کتاب مقدس، حزقی ایل باب ۴۶، آیت ۱۷-۱۸، بائبل سوسائٹی، لاہور
- (۲۴)۔ کتاب مقدس، لیشوع باب ۱۷، آیت ۳-۴، بائبل سوسائٹی، لاہور
- (۲۵)۔ کتاب مقدس، ایوب باب ۴۲، آیت ۱۵، بائبل سوسائٹی، لاہور
- (۲۶)۔ کتاب مقدس، تیمتھیس باب ۲، آیت ۹-۱۰، پولس رسول کا پہلا خط، بائبل سوسائٹی، لاہور
- (۲۷)۔ مودودی (ابوالاعلیٰ)، پردہ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۳۵۹ھ، ص ۲۱
- (۲۸)۔ کتاب مقدس، تیمتھیس باب ۲، آیت ۱۲، پولس رسول کا پہلا خط
- (۲۹)۔ رئیس امروہی، جنسیات حصہ دوم، فرید پبلشرز، اردو بازار، کراچی، ص ۲۳۵
- (۳۰)۔ کتاب مقدس، پطرس کا پہلا خط، باب ۳، آیت ۱-۶، بائبل سوسائٹی، لاہور
- (۳۱)۔ ڈاکٹر عبدالرشید، تقابل ادیان، طاہر سنز اردو بازار کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۳۳۷
- (۳۲)۔ کتاب مقدس، کرنتھیوں کے نام پولس رسول کا پہلا خط، باب ۷، آیت ۳
- (۳۳)۔ فرید وجدی آفندی، مسلمان عورت، مکتبہ القریش، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۷۹
- (۳۵)۔ سید جلال الدین، عورت اسلامی معاشرہ میں، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۲۷۹
- (۳۶)۔ سورہ نساء، ۴: ۱
- (۳۷)۔ سورہ آل عمران ۳: ۱۹۵
- (۳۸)۔ سورہ بقرہ ۲: ۲۸۸
- (۳۹)۔ سورہ بقرہ ۲: ۱۸۷

(۴۰)۔ امام ابو عبد الرحمن نسائی، سنن نسائی، دارالاشاعت اردو بازار، کراچی، ج ۲، ص ۳۵۷،

حدیث نمبر ۳۳۹۴

(۴۱)۔ سورہ نساء، ۱۱:۴

(۴۲)۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۹۶ء، ج ۲، ص ۳۲۱

(۴۳)۔ ابو داؤد سلیمان ابن اشعث، سنن ابو داؤد، کتاب الفرائض، غلام علی پبلشرز، لاہور،

۱۹۸۳ء

(۴۴)۔ پروفیسر جان ایل ایسپازینو، اسلام صراط مستقیم، آکسفورڈ یونیورسٹی، ۱۹۹۲ء، ص ۹۴

(۴۵)۔ سورہ طلاق، ۷:۶۵

(۴۶)۔ سورہ طلاق، ۶:۶۵

(۴۷)۔ سورہ بقرہ، ۲:۲۳۳

(۴۸)۔ سورہ ممتحنہ، ۱۲:۶۰

(۴۹)۔ محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، مہتاب کمپنی، لاہور، کتاب فی الایمان، ج ۱، ص ۱۶۲

(۵۰)۔ پروفیسر ثریا بتول علوی، جدید تحریک اسلام اور سائنس، منشورات، لاہور، ص ۳۸۲

باب دوم

سیاہ کاری کا تعارف

سیاہ کاری اور اس کے مترادفات کا تعارف

سیاہ کاری، کاروکاری یا غیرت کے نام پر قتل کرنے کا دستور بہت قدیم ہے۔ مذکورہ نام ایک دوسرے کے مترادف ہیں جو کہ مختلف علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں کے مطابق وضع کئے گئے ہیں مثلاً:

بلوچستان میں اسے سیاہ کاری کہا جاتا ہے۔ جس کے معنی ہے، بدکاری، پانی، گنہگار، مجرم۔ سندھ میں اسے کاروکاری کہا جاتا ہے کارو کا مطلب سیاہ مرد اور کاری کا مطلب سیاہ عورت ہوتا ہے۔ پنجاب میں کالا کالی اور سرحد میں طور طورہ کے نام سے مشہور ہیں۔ کالے رنگ کے مفہوم کی حامل یہ اصطلاحات زنا کاری اور اس کے مرتکب ٹھہرائے گئے افراد سے وابستہ سماجی رسوائی کا مظہر ہیں۔ (۱)

سیاہ اس شخص کو کہتے ہیں جس پر نکاح کے بغیر جنسی تعلق رکھنے کا الزام لگایا گیا ہو۔ دوسرے لفظوں میں دوسرے کی عزت کو گندا کرنے کا الزام لگے ہوئے مرد کو، یا اپنے نکاح والے شوہر کے علاوہ کسی اور سے جنسی تعلق رکھنے (یا مالک کو اس طرح کے تعلق رکھنے کا شک پڑنے) والی عورت کو سیاہ یا سیاہ کار کہتے ہیں۔ اس لیے ”سیاہ“ محض ایک رنگ نہیں ایک اصطلاح ہے۔ کبھی کبھی سیاہ کار پر سن کے وارث سیاہ کاری کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ انکا عزیز یا عزیزہ سیاہ کار نہیں بلکہ بے گناہ ہیں، تو اس کے لیے ”سفید یا سرخ“ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ (۲)

پاکستان میں جب کوئی مرد کسی مرد و عورت کی جان لیکر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے یہ کام اس بناء پر کیا ہے کہ وہ عورت اور مرد جنسی بد فعلی کے مرتکب ہوئے ہیں تو پھر اسے قتل نہیں بلکہ ”غیرت کے نام پر مارنا“ کہا جاتا ہے۔ جبکہ انگریزی میں اسے Honour Killings کہتے ہیں۔

حالیہ برسوں میں کاروکاری، سیاہ کاری یا غیرت کے نام پر کئے گئے قتل سے متعلق واقعات میں اضافہ ہوتا چلا گیا ہے اور مذکورہ واقعات کی اخبارات میں بہت زیادہ تشہیر کی گئی ہے تاہم زیادہ تر رپورٹنگ نہ تو اس دہشت کی ترجمانی کر پاتی ہے اور نہ ہی اس کی وجوہات اور اس کے نتائج کی نوعیت کے متعلق وضاحت کرتی ہے۔ جب اس رسم کا شکار بننے والے مرد و عورت کا تعلق شہر کے کسی اعلیٰ طبقے سے ہو تو اس کی کہانی کی تشہیر سنسنی خیز ہونے کے علاوہ چٹارے دار اور فحش ہوتی ہے، لیکن جب کوئی گناہ کسی دور دراز کے دیہات میں قتل کر دیئے جاتے ہیں تو اس جرم کے بارے میں صرف دواغ کی رپورٹ شائع ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں طرز بیان حقیقت سے اتنا دور ہوتا ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایسے واقعات کا ہماری زندگیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ (۳)

بہر حال مذکورہ بالا اصطلاحات کسی مرد و عورت پر اس وقت لاگو کئے جاتے ہیں جبکہ وہ زنا کاری کے مرتکب پائے گئے ہوں یا ان پر زنا کاری کا شبہ ہو۔ بعد میں انہی اصطلاحات کے تحت جب انہیں سزا کے طور پر قتل کر دیئے جاتے ہیں تو اسے محض قتل نہیں بلکہ ”غیرت کے نام پر قتل“ کا نام دیا جاتا ہے۔ بسا اوقات صرف عورتیں قتل کر دیئے جاتے ہیں اور مرد سزا سے بچ نکلتے ہیں۔

سیاہ کاری کے نام پر قتل کا تاریخی جائزہ

سیاہ کاری، کاروکاری، کالا کالی اور طور طورہ جیسے اصطلاحات کے تحت غیرت کے نام پر قتل کرنے کا دستور بہت ہی قدیم ہے۔ اس کا تعلق یورپ اور ایشیاء میں پدرسری معاشرتی نظام کے ظہور کے ساتھ ہے، جس میں خاندان اور برادری کی غیرت و ناموس کو لازمی طور پر اس کی عورتوں کی جنسیت سے جوڑ دیا گیا ہے۔ زمین اور مال مویشیوں کی صورت میں پیداواری ذرائع اور تناسلی ذرائع یعنی عورتوں پر تصرف زرعی اور قبائلی معاشروں کی بقاء کیلئے بنیادی حیثیت رکھتا تھا۔ مرد اپنی زمین کی حفاظت کی خاطر اور اپنی عورتوں کی حفاظت کیلئے قتل کرتے تھے اور اگر جنسی تعلقات کیلئے وضع کردہ بڑے ضابطے کی خلاف ورزی کی جاتی تو وہ اپنی عورتوں کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ غیرت کے نام پر قتل کرنے کی رسم ان ابتدائی معاشروں کے سماجی تعلقات کو باقاعدہ بنانے

والے ضابطہ میں ایک مرکزی عنصر کی حیثیت سے نمودار ہوئی اور دنیا کے مختلف علاقوں میں ابھی تک کم یا زیادہ حد تک اس پر عمل جاری ہے۔

پس تاریخی اور بشریاتی تحقیقات کے مطابق مردانہ غیرت کی بحالی اور پدرسری نظام کی حفاظت کیلئے عورتوں کو قتل کرنے کا دستور صدیوں تک ان علاقوں میں قائم رہا ہے جو عالمی تہذیبوں کے گہوارے تھے۔ یعنی چین اور ہندوستان جیسے زرعی معاشروں (بشمول موجودہ پاکستان) قبائلی علاقوں، مشرق وسطیٰ کے عرب علاقوں، بحیرہ روم کے جملہ علاقوں (فلسطین، لبنان، ترکی، یونان، مراکش، اٹلی، چین) جنوبی یورپ کے علاوہ بحیرہ اوقیانوس کے پار لاطینی امریکہ کے ممالک میں۔ یہ بات بھی مد نظر رہنی چاہیے کہ اینگلو سیکسن قوم بھی عورتوں، زنا، جائیداد اور قتل کے مابین تعلق کو نظر انداز نہ کر سکی۔

انگریزوں کا قدیم قانون عورتوں کو مال و متاع گردانتا تھا چنانچہ اس میں زنا کاری کی تعریف جائیداد کے خلاف ایک جرم کے طور پر کی ہے۔ فرانسیسی قانون فرانسیسوں کے نکتہ نظر سے اسے عزت و آبرو کے خلاف ایک جرم تصور کرتا تھا۔ حتیٰ کہ آج کل بھی جبکہ وہاں زنا کاری ایک جرم نہیں رہی برطانیہ اور آسٹریلیا جیسے ممالک میں اپنی بیویوں کو قتل کرنے والے مرد اپنے دفاع میں تخفیفی حالات کے لئے جنسی اشتعال کے قانون پر انحصار کرتے ہیں۔

غیرت کے نام پر قتل کے چند مختلف واقعات کے متعلق عالمی سطح پر اس کی موجود مختلف شکلوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مبصر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہ بالکل واضح ہے کہ "جنسی اشتعال" انگریزی ایک تمدنی دفاع ہے جو مذہب اور نسلی حدود سے متجاوز ہو جاتا ہے اور خود اپنے لئے بلا اثر کرتے غیرے ایک مردانہ حلقہ کا متقاضی ہوتا ہے۔"

تاہم اس وقت معاملہ یہ ہے کہ غیرت کے نام پر قتل کرنے کا دستور، جس کی رسم رواج اور بعض صورتوں میں قوانین نے بھی اجازت دے رکھی ہے، بظاہر زیادہ تر شمالی افریقہ کی ریاستوں

اور بشمول ترکی و پاکستان مشرق وسطیٰ تک ہی محدود ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگرچہ عورتیں مردوں یعنی اپنے خاوندوں یا چاہنے والوں وغیرہ کے ہاتھوں قتل ہو رہی ہیں، مگر دنیا بھر میں اکثر انہیں ”ہوائے نفس کے جرائم“ کہا جاتا ہے۔ آج بھی زیادہ تر ملکوں میں غیرت کے نام پر عورتوں کے قتل کی دستوری یا قانونی اجازت نہیں ہے۔ یہ معاملہ پاکستان، ترکی، اردن، شام، لبنان، فلسطین، مصر، عراق، سعودی عرب اور مراکش جیسے ممالک میں قطعی طور پر اس کے برعکس ہے، جہاں مرد رشتے داروں میں سے کوئی بھی شخص، چاہے وہ خاوند، باپ، بھائی، چچا یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، کسی عورت کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے اور مطالبہ پر معاشرہ اور ریاست کی طرف سے اس جیسے قتل کو برحق تسلیم کر دیتا ہے۔ جب پاکستان، فلسطین وغیرہ جیسے ممالک میں اس دستور پر عمل کیا جاتا ہے تو یہ مذہبی حدود سے متجاوز ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف بہت سے دیگر اسلامی ممالک میں اس رسم کا وجود ہی نہیں ملتا مثلاً بنگلہ دیش سے شرع ہونے والے مشرقی ممالک اور افریقہ میں صحارا کے زیریں ممالک میں۔ درحقیقت چند ممالک قانون میں مخصوص شرائط شامل کر کے غیرت کے نام پر قتل کو ایک الگ درجہ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اردن، لبنان اور شام میں مجموعہ ہائے تعزیرات ان مردوں کو سزا سے بالکل مبرا قرار دے دیتے ہیں جو ذاتی عورتوں کو مجرمانہ فعل میں مشغول پا کر قتل کر دیتے ہیں۔ دیگر اسلامی ممالک میں قانون ان مردوں کیلئے یکسر دفاع فراہم نہیں کرتا جو ان جیسے حالات میں اپنے بیویوں کو قتل کر دیتے ہیں مگر اس کے باوجود انہیں کم سزا سنائی جاتی ہے۔ شام اور لبنان کے مجموعہ ہائے تعزیرات ”مشتبہ حالات“ کے مزید دفاع کو تسلیم کرتے ہیں جو مردوں کو ان بنیادوں پر تحقیقی حالات کا مطالبہ کرنے کی اجازت دیتا ہے کہ قتل شدہ عورت کی حرکات یا چال چلن نے خندان کی عزت و آبرو پر دھبہ لگا دیا تھا۔ ترکی اور عراق کے مجموعہ ہائے تعزیرات جن کا اطلاق کردستان پر بھی ہوتا ہے، بھی غیرت کے جرائم کیلئے ایک محدود دفاع فراہم کرتے ہیں۔ یورپ میں اگرچہ ہسپانوی اور پرتگالی مجموعہ ہائے تعزیرات نے بھی غیرت کے جرائم کیلئے ایک جزوی معافی کی اجازت دے رکھی ہے مگر اس سے پیشتر اسی طرح کی تدابیر کا اطلاق اٹلی اور فرانس میں بھی

تھا جنہیں بعد میں ختم کر دیا گیا۔ اسی طرح برازیل میڈ، جہاں غیرت کے نام پر قتل کو معاشی استحقاق حاصل ہے ملک کی اعلیٰ ترین عدالت نے ”غیرت کے نام پر کئے گئے جرائم“ کے دفاع کو رد کر دیا ہے۔

جہاں تک پاکستان کا معاملہ ہے اگرچہ مجموعہ تعزیرات غیرت کے نام پر کئے گئے جرائم کیلئے ایک مخصوص دفاع کو تسلیم نہیں کرتا مگر عدالتیں ایسے مردوں کو جو عزت و آبرو کو بوجہ بنا کر غیرت کے نام پر عورتوں کو قتل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، جرم سے بری کرنے یا کم سزا سنانے کیلئے ”سنگین اور فوری اشتعال“ کے تصور کو استعمال کر رہی ہے۔ یہ قانونی دفعہ برطانوی قانون فوجداری کے تحت متعارف کرائی گئی تھی اور جس وقت قوانین کو اسلامی بنایا گیا تو قصاص اور دیت آرڈیننس کے تحت اسے حذف کر دیا گیا۔

اس ملک میں غیرت کے نام پر قتل کے دستور کا نقطہ آغاز بلوچستان اور شمال مغربی سرحد کے قبل از اسلام قبائلی تمدن میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔ بلوچستان سے ہجرت کرنے والے قبائلی اپنے قبائلی دستور کو سرحد کے پار بالائی سندھ اور جنوبی پنجاب میں لے گئے، جہاں غیرت کے نام پر قتل کرنے کی رسم قدیم دستور کے مطابق آج بھی جاری و ساری ہے۔ اگرچہ پنجاب میں یہ رسم بلوچ آبادی کے نسبتاً چھوٹے علاقے مثلاً رحیم یار خان، راجن پور اور ڈیرہ جات میں ڈیرہ غازی خان تک محدود تھی۔ بلوچستان کی سرحد کے ساتھ سندھ کے جاگیردار نہ سماجی نظام میں غیرت کے نام پر قتل کرنے کی رسم ان متعدد سندھی قبائل کا ایک لازمی جزو بن گئی ہے جو آج اپنا نسبی تعلق بلوچ قبائل کے ساتھ بتاتے ہیں۔ چنانچہ سندھ میں جہاں بلوچ آبادی کا علاقہ کافی بڑا تھا، بلوچستان کی سرحد کے ساتھ لاڑکانہ، جیکب آباد، شکار پور، سکھر، دادو اور بدین کے اضلاع پر مشتمل قوس نما پٹی کے علاوہ اندرونی بلوچستان میں جعفر آباد، نصیر آباد اور جھل گسی کے اضلاع میں غیرت کے نام پر قتل کے واقعات معمول کی بات ہے۔ (۴)

جس رسم کو اندرون سندھ میں کار و کاری کہا جاتا ہے اسی کو راجن پور اور ڈیرہ غازی خان

کے قبائلی علاقوں میں کالا کالی کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ کہ ماضی میں ان علاقوں میں کسی جوڑے کو بدکاری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا جاتا تو عورت کا خاندان اسے کالی قرار دے کر فوراً قتل کر دیتا اور مجرم مرد کے قبیلے سے بھی یہ مطالبہ کیا جاتا کہ وہ اس مرد کو کالا قرار دے کر قتل کر دے۔ اگر وہ اپنے مرد کو خود قتل کر دیتے تو ٹھیک اگر ایسا نہ کرتے تو پھر عورت کا متاثرہ خاندان خود موقع پا کر اسے بھی قتل کر دیتا، یہ ماضی کی بات ہے۔ اب تو جنوبی پنجاب میں ایسے واقعات بالکل نہیں ہوتے اور اندرون سندھ میں بھی ان کا تناسب وہ نہیں ہے جس کا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ مگر قتل غیرت اور کاروکاری میں ایک بنیادی فرق ہے، کاروکاری کے واقعات میں متعلقہ قبیلے یا قبائل کے بزرگ جمع ہو کر باقاعدہ جرگہ کی شکل میں ایک فیصلہ کرتے ہیں۔ قبائلی روایات کا یہ خود کار نظام ہے جو پولیس کے بغیر ایسے علاقوں میں اخلاقی جرائم کی روک تھام کیلئے بڑا موثر کردار ادا کرتا ہے جبکہ قتل غیرت میں اس طرح کا جرگہ کوئی فیصلہ نہیں کرتا بلکہ عورت کے خاندان کا مرد فوراً مشتعل ہو کر اس عورت اور طرز مرد کو قتل کر دیتا ہے۔ اس طرح کے جذبات کے قتل تو امریکہ و یورپ میں بھی کبھی کبھار سننے میں آ جاتے ہیں۔ پھر عورتوں کے قتل کے جتنے واقعات ریکارڈ ہوتے ہیں ضروری نہیں وہ غیرت کے نام پر ہی ہوں بلکہ کوئی خاندانی دشمنی، جائیداد کی تقسیم، میاں بیوی کی کشیدگی یا کوئی اور بھی وجہ ہو سکتی ہے۔ مگر آج کل این جی اوز عورتوں کے ہر قسم کے قتل کو غیرت قرار دینے پر اصرار کرتے ہیں۔ پھر معاشرے میں مردوں کے قتل کے بھی بہت سے واقعات ہوتے رہتے ہیں، عورتوں کے قتل کے واقعات مردوں کے نصف سے بھی کم ہوتے ہیں۔ مقتول مردوں کی اچھی خاصی تعداد تو وہ ہوتی ہیں جنہیں عورتوں کو چھیڑنے سے منع کرنے پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ (۵)

ثبوت کے طور پر یہ بیان ملاحظہ ہو کہ:- 10 نومبر 2006ء محلہ قادر آباد شیخوپورہ میں تین آوارہ نوجوانوں نے تشدد کر کے ایک دکاندار پرویز ملک کو ہلاک کر دیا۔ مقتول نے انہیں لڑکیوں کو چھیڑنے سے منع کیا تھا۔ (۶)

چنانچہ قبائلی علاقوں میں غیرت کے نام پر قتل کا زیادہ تر شکار مرد ہی ہوتے ہیں۔ پھر عورت کی عصمت وری کے بہت سے واقعات ایسے ہوتے ہیں جہاں عورتیں جبر کا شکار ہوتی ہیں، عموماً ایسے معاملات میں عورتوں کو بری کر دیا جاتا ہے۔ (۷)

سیاہ کاری کے نام پر قتل کرنے کے وجوہات

ممکن ہے کہ دستور کے مطابق وہ آدمی جو کاری کہہ کر اپنی عورت کو قتل کر دیتا ہے، ایک قاتل نہیں بلکہ غیرت کے نقصان کا شکار ہے، جو اس نقصان کی تلافی کا مستحق ہے کہ وہ اپنی آبرو بحال کرے اور ایک عورت کا نقصان پورا کرے۔ ہر جانہ یا تادان ادا کرنے کا یہ دستور زانی عورت اور بعض اوقات (لیکن ہمیشہ نہیں) اس کے شریک جرم مرد کو قتل کرنے کا مقصد رسوائی مٹانا، عزت و آبرو برقرار رکھنا اور سماجی ضابطہ کا نفاذ ہوتا ہے، جو عورتوں کی زندگیوں کے متعلق اختیارات اور ان کیلئے حدود مقرر کرتا ہے۔ اسی قسم کے ایک واقعہ (جو کوئٹہ میں رونما ہوا) کے متعلق مقامی اخبار کی رپورٹ ملاحظہ ہو کہ:

”سریاب کے علاقے کلی جیو میں ہفتہ (۱۳ اپریل ۲۰۰۴ء) کو شوہر نے نئی نویلی دلہن کو گلہ میں پھندا ڈال کر ہلاک کر دیا۔ پولیس کے مطابق نوجوان غلام حیدر کی ایک روز قبل شادی تھی اس نے سہاگ رات کو مبینہ بد چلنی کے شبہ میں اس کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر ہلاک کر دیا۔“ (۸)

مذکورہ بالا بیان سے بھی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ عورت کی اپنی حدود سے خلاف ورزی اور مرد کا وقار مجروح کرنے کی بنا پر نوجوان نے انہیں غیرت کے نام پر قتل کیا۔

سیاہ کاری کی آڑ میں مرد اپنے دیرینہ جھگڑے نمٹانے، زمین کے حصول، قرض ادا کرنے کے لئے رقم کے حصول، قرض واپس کرنے کی ذمہ داری سے گلو خلاصی کرانے، دوسری بیوی کے حصول، کسی ناپسندیدہ عورت سے چھٹکارہ پانے اور اسی طرح کے اور بہت سے مقاصد کے لئے بے گناہ عورتوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ بہت پرانا ہے تاہم اپنی موجودہ شکل میں اس نے عورتوں کی قابل استعمال، قابل فروخت اور قابل تبادلہ چیزوں کی حیثیت کو ایک نیا رخ دیا ہے ایک مردہ عورت اپنے خاندان کیلئے نقدی یا ایک اور عورت کی صورت میں اچھا خاصا مال غنیمت حاصل کرنے کا باعث

بن سکتی ہے۔ بس اس کیلئے زنا کاری کے الزام کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بعد عورت قتل کر دی جاتی ہے اور کار و قرار دیئے گئے مرد کو اپنی جان بچانے کیلئے ادائیگی کرنا ہی پڑتی ہے۔ اس کے دلیل کے طور پر غوث پور میں آباد لولائی قبیلہ کے ایک شخص کا مثال ملاحظہ ہو، جس نے اتالی (۷۹) سالہ بوڑھی عورت کو قتل کر دیا اور ایک ایسے شخص پر اس کے شریک جرم ہونے کا الزام لگایا جس سے اس نے ۷۵ ہزار روپے بطور قرض لئے ہوئے تھے۔ لہذا ایک عورت مرگئی اور قرض کا معاملہ حل ہو گیا۔

اسی طرح خیر پور جو سو میں ایک عورت کے سرال والوں نے اسے اپنے خاوند کے دوست کو چائے پیش کرنے کے جرم میں کاری قرار دے کر قتل کر دیا۔ اس خاندان کو روپے کی اشد ضرورت تھی، لہذا وہ اس صورت میں چائے پر آنے والے بد نصیب شخص سے اچھی رقم بنورنے میں کامیاب ہو گئے، اور ایک بار پھر ایک مردہ عورت کثیر دولت کے حصول کا باعث بن گئی۔

غیرت کے نام پر کئے گئے قتل اس قسم کی سیدھی سادھی سودے بازی کے علاوہ جائیداد یا زمین کے جھگڑے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی عداوتوں اور حملوں کے باعث ہونے والے ہر قسم کے قتل کیلئے بھی بہترین آڑ کا کام دیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص زمین کے جھگڑے کے دوران کسی قبائلی کو قتل کرتا ہے تو اسے مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی کسی بوڑھی چچی، خالہ یا پھوپھی وغیرہ پر مقتول شخص کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنے کا الزام عائد کر کے فوراً اسے قتل کر دے اور اس کا روائی کو اس جرم کی سزا دینے کے عمل میں تبدیل کر لے۔ (۹)

بعض اوقات مختلف رنجشوں کی بناء پر پیدا ہونے والے عداوتوں کا بدلہ لینے کیلئے عورتوں کو قتل کیا جاتا ہے جس کے دلیل کے طور پر مندرجہ ذیل بیان ملاحظہ ہو:

کیلل فارم گوٹھ پیارا خان جمالی (اوستہ محمد) میں بھائی نے بہن کو سیاہ کاری میں قتل کر دیا۔ کیلل فارم میں عبدالحق جمالی نے سیاہ کاری کے الزام میں اپنی بہن مسماۃ (م) کو عبد الرحمان نامی شخص کے ساتھ الزام دیکر شارٹ گن سے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ جبکہ اس کا مبینہ آشنا عبد الرحمان فرار ہو گیا۔ (۱۰)

جبکہ اس واقعہ کے صرف ایک دن بعد مبینہ آتشا عبد الرحمان نے اپنی بیوی کو کاری قرار دے کر قتل کر دیا۔ اسکے حوالے سے درج بیان ملاحظہ ہو:

اوستہ محمد میں ایک شخص عبد الرحمان نے اپنی بیوی مسماۃ ماہ گل پر کارو کاری کا الزام لگاتے ہوئے اندھا دھند فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا اور موقع واردات سے فرار ہو گیا۔ (۱۱)

مذکورہ بالا دونوں بیانات کر اس الزامات کا منظر پیش کر رہا ہے۔ عبدالحق نے عبد الرحمان پر اپنی بہن کے ساتھ الزام دے کر بہن کو قتل کر دیا، جبکہ عبد الرحمان نے اس قتل سے نوپیدا دشمنی کا خاتمہ کرنے اور تقریباً تاوان کی ادائیگی سے گلو خلاصی کرنے کی خاطر اپنی بیوی پر کارو کاری کا الزام لگا کر انہیں قتل کر دیا۔ یوں دو عورتوں کی زندگی کا چراغ بجھ گیا۔

آج کے دور میں جو عورتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد قتل ہو رہی ہے ان سے صاف عیاں ہے کہ ان کیلئے غیرت کے نام پر قتل کو استعمال کیا جا رہا ہے، جبکہ اپنی خالص شکل میں چاہے ایسے قتل کا مقصد صرف زنا کے مرتکب فریقین کو نیست و نابود کرنا، قبائلی آبرو کی تلافی کرنا ہی کیوں نہ ہو، اپنی بدلی ہوئی شکل میں اس کا اطلاق بہت وسیع ہو گیا ہے اور یہ متعدد قسم کے مقاصد کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

سیاہ کاری کے پرانے کیس میں ایک شخص نے دوسرے کو سرے عام گولی مار کر ہلاک کر دیا جس کی وجہ تاوان کے رقم میں تاخیر کی وجہ بتائی جاتی ہے تفصیل کیلئے ذیل کا بیان ملاحظہ ہو۔

اوستہ محمد بس اسٹینڈ پر ایک شخص دلی محمد کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ مقتول نے اپنے نزاعی بیان میں پولیس کو بتایا کہ غلام قادر ولد علی حسن نے اسے اپنی بہن سے ناجائز تعلقات کے شبہ میں سیاہ کاری کا الزام لگایا تھا اور قبائلی طور پر اس کا فیصلہ بھی ہو چکا تھا اور تاوان کے طور پر اپنی کسن بیٹی کا رشتہ ملزم پارٹی سے طے کر دیا تھا تاہم جرمانے کی رقم کی ادائیگی میں تاخیر کے سبب غلام قادر نے گولی مار دی۔ مقتول کو علاج کی غرض سے لاڑکانہ لے جا رہا تھا کہ راستے میں جان بحق ہو گیا پولیس نے قاتل کو آلہ قتل سمیت گرفتار کر کے مقدمہ درج کر لیا۔ (۱۲)

مذکورہ واقعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ متاثرہ پارٹی کو اپنی تشفی کرنے کیلئے فی الفور رقم

ورکار تھی جو تاخیر کے سبب اس نے سابقہ زخم کو تازہ کرتے ہوئے کارو (ولی محمد) کی جان لے لی۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ کاری کے مذکورہ واقعے میں بات رقم کی تھی اگر عزت کی بات ہوتی تو غلام قادر اسی وقت ولی محمد سے بدلہ لے لیتے اور تاوان طلب ہی نہ کرتے۔

پرانے ذاتی رنجش کا بدلہ لینے کیلئے ایک شخص نے اپنی بہن کو کاری قرار دے کر نامزد آشنا سمیت قتل کر دیا، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

کوئٹہ کے علاقے سریاب کلی گوہر آباد میں شیر محمد نامی شخص نے اپنی ۶۰ سالہ بیوہ بہن مسماۃ فیض بی بی کو سیاہ کاری کے شبہ میں گولیوں سے بھون ڈالنے کے بعد چھری سے ذبح کر دیا جبکہ اس کے بعد گلی سے گزرنے والے ایک نوجوان مصور بیگ کو بھی گولی مارنے کے بعد ذبح کر دیا اور قاتل واردات کے بعد فرار ہو گیا۔ مقتول نوجوان کے چچا زاد بھائی نے بتایا کہ ملزم کا مقتول کے ساتھ ذاتی رنجش تھی جس نے اپنی ۶۰ سالہ بہن پر سیاہ کاری کا الزام لگا کر دونوں کو قتل کر دیا۔ (۱۳)

لہذا اس مسئلے میں کوئی بھی ذی شعور انسان یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ ایک ۶۰ سالہ خاتون کسی نوجوان سے اس قسم کے مراسم استوار رکھے۔ کیونکہ یہ عمر جنسی خواہش کا ہوتا نہیں۔ لہذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعی ذاتی رنجش کا معاملہ ہے۔

غیرت کے نام پر جو قتل ہوتے ہیں ان میں اگر صرف کاری (یعنی عورت) قتل ہو جائے جیسا کہ عموماً ہوتا ہے تو کارو (مرد) کیلئے متاثرہ مرد کو اسکی غیرت کو پہنچنے والی نقصان کی تلافی کیلئے تاوان ادا کرنا پڑتا ہے، یہ تاوان قتل ہونے والی عورت کی قیمت اور اپنی جان بچانے کی خاطر ادا کیا جاتا ہے۔ یہ نظام پیسے وصول کرنے، تاوان میں عورت حاصل کرنے، یا دوسرے جرائم کی پردہ پوشی کیلئے کئی مواقع مہیا کرتا ہے۔ ایسے مردوں کے بارے میں بھی اطلاعات ملی ہیں جو غیرت کے مسئلے کی بجائے دیگر تنازعات کے باعث دوسرے مردوں کو قتل کر دیتے ہیں اور اس کے بعد اپنے ہی خاندان کی کسی عورت کو کاری قرار دے کر ہلاک کرتے ہیں تاکہ پہلے قتل کو غیرت کے قتل کا نام دیا جاسکے۔ ایسے واقعات بھی منظر عام پر آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تاوان کا لالچ بھی بعض معاملات میں سچ کو

مسخ کرنے کا سبب بنتا ہے اس امر کے باعث کہ ناجائز تعلقات کا الزام لگا کر تاوان میں عورتیں حاصل کی جاسکتی ہیں، غیرت کے نظام میں مزید خرابیاں پیدا کر دی ہیں۔ اگر کوئی عورت کسی مرد سے شادی کرنے سے انکار کر دے تو وہ اس عورت کے خاندان کے کسی مرد کو کار و قرار دے کر اسے قتل نہ کرنے کے عوض اس عورت کا مطالبہ کر سکتا ہے، بعض اوقات وہ اپنے الزام کو وزن دینے کیلئے اپنی خاندان کی کسی عورت کو کاری قرار دے کر قتل بھی کر دیتا ہے۔ (۱۴)

سیاہ کاری یا عزت و غیرت کے نام پر ہونے والے قتل کے اسی فیصد واقعات میں کہیں پرانی دشمنی، کہیں زمین کا چکر تو کہیں محض مالی فائدے کیلئے خود اپنی بیوی، بیٹی، بہویا بہن کو الزام دے کر یا دوسرے لفظوں میں کاری قرار دے کر کے مار دیا جاتا ہے۔ اکثر صورتوں میں تو کسی دوسرے کو مارنا یا نیچا دکھانا مقصود ہوتا ہے یا اپنی جان کی حفاظت اور قتل کے الزام سے بچنے کیلئے بیچاری عورت بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔ (۱۵)

اس سلسلے میں پروفیسر ثریا بتول علوی لکھتی ہے کہ:

”عورتوں کے قتل کے جتنے واقعات ریکارڈ ہوتے ہیں ضروری نہیں وہ غیرت کے نام پر ہی ہوں بلکہ کوئی خاندانی دشمنی، جاسید کی تقسیم، میاں بیوی کی کشیدگی یا کوئی اور بھی وجہ ہو سکتی ہے۔ مگر این جی اوز عورتوں کے ہر قسم کے قتل کو غیرت قرار دینے پر اصرار کرتے ہیں۔ پھر معاشرے میں مردوں کے قتل کے بھی بہت سے واقعات ہوتے رہتے ہیں، عورتوں کے قتل کے واقعات مردوں کے نصف سے بھی کم ہوتے ہیں۔ مقتول مردوں کی اچھی خاصی تعداد تو وہ ہوتی ہیں جنہیں عورتوں کو چھیڑنے سے منع کرنے پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ قبائلی علاقوں میں غیرت کے نام پر قتل کا زیادہ تر شکار مرد ہوتے ہیں۔ عورت کی عصمت دری کے بہت سے واقعات ایسے ہوتے ہیں جہاں عورتیں جبر کا شکار ہوتی ہیں۔“ (۱۶)

حوالہ جات باب دوم

- (۱)۔ رابعہ علی، غیرت کا تاریک پہلو مترجم افتخار محمود، شرکت گاہ، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۵
- (۲)۔ پروفیسر ڈاکٹر شاہ محمد مری، بلوچ سماج میں عورت کا مقام، سیوا پبلیکیشنز، کوئٹہ، ۲۰۰۵ء، ص ۱۹۲۔
- (۳)۔ رابعہ علی، غیرت کا تاریک پہلو مترجم افتخار محمود، ص ۵
- (۴)۔ رابعہ علی، غیرت کا تاریک پہلو مترجم افتخار محمود، ص ۱۵ تا ۱۲
- (۵)۔ پروفیسر ثریا بتول، جدید تحریر یک نسواں اور اسلام، منشورات، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۴۷۱
- (۶)۔ ماہنامہ جہد حق، دفتر انسانی حقوق کمیشن پاکستان، لاہور، دسمبر ۲۰۰۶ء، ص ۳۲، ج ۱۳، شمارہ ۱۳
- (۷)۔ پروفیسر ثریا بتول، جدید تحریر یک نسواں اور اسلام، منشورات، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۴۷۱
- (۸)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، ۴ اپریل ۲۰۰۴ء
- (۹)۔ رابعہ علی، غیرت کا تاریک پہلو مترجم افتخار محمود، ص ۲۴ تا ۲۵
- (۱۰)۔ روزنامہ عوام، کوئٹہ، ۱۲۵ اپریل ۲۰۰۴ء
- (۱۱)۔ روزنامہ پبلک، کوئٹہ، ۱۲۶ اپریل ۲۰۰۴ء
- (۱۲)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، ۰۹ جون ۲۰۰۵ء
- (۱۳)۔ روزنامہ لشکر، کوئٹہ، ۸ اگست ۲۰۰۴ء
- (۱۴)۔ محبت حسین اعوان، اسلام قانون اور مظلوم پاکستانی عورت، مکتبہ البخاری، کراچی، ۲۰۰۲ء، ص ۱۸۲
- (۱۵)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، ۲۰ دسمبر ۲۰۰۵ء
- (۱۶)۔ پروفیسر ثریا بتول، جدید تحریر یک نسواں اور اسلام، ص ۴۷۱

باب سوئم سیاہ کاری کے متعلق رسم و رواج

سیاہ کاری کے متعلق انگریزی دور میں مختلف اقوام کے رسم و رواج

برطانوی قبضہ سے پہلے تقریباً تمام اقوام میں ایک بے وفا بیوی کے لئے جرم کی حالت میں پکڑے جانے کی سزا موت تھی اور اس کے آشنا کو بھی موت کی سزا دی جاتی۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور برطانوی قبضہ کے بعد عملی طور پر اس میں تغیر رونما ہوئے۔ لہذا مختلف اقوام میں سیاہ کاری کی سزائیں ترتیب وار حسب ذیل ہیں۔

ضلع بولان کے بلوچ اقوام میں انگریزی قبضہ سے پہلے رنگے ہاتھوں پکڑی گئی بے وفا بیوی اور اس کے آشنا کی سزا موت تھی اور شوہر یا اس کا کوئی رشتہ دار اور عورت کا باپ، بھائی یا سرپرست اپنے آپ کو جلا دینے کا مجاز تھا۔ اس رسم کا مظہر ایک دلچسپ مقدمہ ۱۸۹۰ء میں ہوا جب قطب خان اور چھٹا سیالپاد اور بخشی محمد شاہی نے مسمی مراد خان چوٹائی اور مسماۃ خیر خاتون زوجہ مراد علی سیالپاد کو کمرہ میں مار دیا۔ کیس فرنیر کرائمر زریگولیشن کے تحت سرداروں کے جرم کے سپرد ہوا جس نے سیاہ کاری کے ارتکاب کا پتہ چلایا، معمولی سزا دی گئی۔ لیکن یہ دیکھا گیا کہ طرفین کا قتل علاقہ کے لوگوں کے نزدیک کوئی قابل نفرت جرم نہ تھا اور مجرم سمجھتے تھے کہ انہوں نے سرے سے کوئی جرم کیا ہی نہیں اور اہل علاقہ انہی کی تائید کرتے تھے۔ انگریزی دور سے پہلے اگر سیاہ کارہ اور سیاہ کار دونوں مارے جاتے تو قصہ ختم ہو جاتا۔ سیاہ کارہ شاذ و نادر ہی موت سے بچتی، لیکن اگر آشنا بچ نکلتا تو قبائلی معتبرین فیصلہ کرتے تھے۔ اس سے جو جرمانہ وصول کیا جاتا وہ ایک لڑکی (سانگ) برائے مجروح شوہر، ۱۰۰ روپے نقد اور اسلحہ برائے والد سیاہ کارہ پر مشتمل ہوتا۔ مؤخر الذکر کو بلوچی میں سرین اور براہوئی میں منج کہتے ہیں۔ انگریزی دور کے سرکاری جرمانوں کی وجہ سے یہ رسم کسی حد تک نرم ہو گئی ہے اور اگر ایک لڑکی (سانگ) دستیاب نہ ہو تو اس کی بجائے ۲۰۰ روپے نقد لے لیتے۔ لیکن جرمانہ کیس کی نوعیت کے ساتھ بدل جاتا۔ ۱۹۰۰ء میں جو کیس ہوا، اور جس میں سیاہ کار بچ نکلا جرم نے بلوچی رسم کے مطابق واجب الادا معاوضہ ۱۵۰۰ روپے ٹھہرایا لیکن بعد میں یہ رقم

۲۰۰ روپے کر دی گئی جس میں سے ۳۰۰ روپے مجروح شوہر اور ۸۰۰ روپے سیاہ کاری کے باپ کو ادا کئے گئے اور ایسے مقدمات میں معاوضہ کی یہی نسبت ہوتی ہے۔ (۱)

جھالاوان کے بلوچ قبائل میں برطانوی اثر سے پہلے شوہر بیوی اور اس کے آشنا کو کسی غیر کے طعنہ بے وفائی پر بھی انہیں مار دینا جائز سمجھتا تھا۔ اب (انگریزی دور میں) بھی بے وفائی کو بحالت جرم پکڑے جانے کی صورت میں سزائے موت ہے اور شبہ کی بناء پر شوہر کبھی کبھی اس کے باپ یا بھائی کو مطلع کر دیتا ہے۔ جو اسے مار دیتے ہیں۔ آشنا پکڑا جائے تو مار دیا جاتا ہے اور اس کیلئے کوئی خون بہا نہیں۔ لیکن اگر وہ بچ کر نکل جائے تو قبائلی معتبرین معاوضہ کے بدلے تفسیہ کرا دیتے ہیں جو خون بہا کے برابر ہوتا ہے۔ یہ عموماً ۱۵۰۰ روپے ہیں لیکن یہ ہمیشہ نقد ادا نہیں ہوتے اور لڑکیاں، مولشی یا اسلحہ پورے یا جزوی مطالبہ میں دی جاتی۔ (انگریزی دور کے) رسم کے مطابق خان قلات کی حکومت بھی ۵۰۰ روپیہ بطور جرمانہ وصول کرتی۔ (۲)

لاسی اور جام قبائل میں قبائلی سیاہ کاری کو بہت برا سمجھتے اور بحالت جرم پکڑے جانے کی صورت میں موت ایک بے وفائی اور اس کے آشنا کی سزا تھی۔ لیکن جب دونوں یا طرفین میں سے ایک بچ کر نکل جاتے تو جام ایک قبائلی جرم کی مدد سے مجروح شوہر کیلئے معاوضہ اور ریاست کیلئے جرمانہ کا فیصلہ کرتا۔ رقم کا فیصلہ ہر معاملہ کی نوعیت کے مطابق ہوتا۔ (۳)

ضلع کبھی پر مشتمل علاقے کے قبائل میں رنگے ہاتھوں پکڑے جانے کی صورت میں سیاہ کاری کی سزا بلوچوں اور جاٹوں میں موت تھی اور مجرموں کے مارے جانے کی صورت میں کوئی خون بہا نہیں ہوتا، اگر وہ بچ نکلتی تو تفسیہ کیا جاتا۔ جاٹوں میں معاوضہ عموماً ایک لڑکی یا ۱۰۰ تا ۳۰۰ روپے نقد ہوتا، بلوچوں میں ایک یا زیا۔ لڑکیاں اور ۱۰۰ تا ۲۰۰ روپے نقد ہوتے۔ (۴)

ضلع ژوب پر مشتمل۔ اقوں کے قبائل میں رنگے ہاتھوں پکڑے جانے کی صورت میں موت کی سزا دی جاتی تھی اور شیرانیوں کے ہاں اس کے آشنا کا دایاں قدم یا ناک کاٹ دیا جاتا تھا، بیوہ کی بدچلنی پر اس کا ناک اور کان کاٹ دیئے جاتے تھے۔ نظری طور پر (انگریزی دور میں) بھی

زنا کاری کی سزا موت تھی۔ لیکن عملاً مجروح شوہر لڑکیوں، روپیہ، زمین وغیرہ کا معاوضہ لیکر اپنے ضمیر کو مطمئن کر لیتا۔ (انگریزی دور میں) اگر آشنا اور عورت دونوں مارے جاتے تو کوئی معاوضہ عائد نہیں ہوتا۔ اگر دونوں بچ نکلتے تو عورت کو طلاق دے دی جاتی اور اکثر قبائل میں مطلقہ کو اپنے آشنا سے شادی کی اجازت تھی بشرطیکہ وہ مجروح شوہر کو معاوضہ ادا کر دیتے۔ معاوضہ کی کوئی شرح مقرر نہیں تھی اور اس کا فیصلہ ہر کیس کی نوعیت پر ہوتا۔ سنز خیلوں، سرغمرنوں اور مندو خیلوں میں عام شرح ۲۲ لڑکیاں اور ۲۰۰ روپے مقرر تھے۔ چند حالات میں عورتوں کا تبادلہ بھی ہوتا اور آشنا اپنی بیوی مجروح شوہر کے حوالے کر دیتا۔ شیرانیوں میں یہ شرح ۷۰ روپے اور خوشی و سادات میں ولور کے برابر تھی۔ (۵)

کونڈہ اور پشین کے علاقوں میں آباد قبائل میں برطانوی قبضہ سے پہلے بے وفا بیوی کیلئے جرم کی حالت میں پکڑے جانے کی سزا موت تھی۔ یہ (انگریزی دور میں) بھی نظری طور پر لگاوا رہے۔ لیکن عملاً مجروح شوہر معاوضہ کے طور پر روپیہ یا لڑکیوں وغیرہ سے اپنا ضمیر مطمئن کر لیتا۔ گو رقم معاوضہ قبائل میں مختلف تھا۔ اگر آشنا اور عورت دونوں مارے جاتے تو کوئی معاوضہ واجب الاداء نہیں ہوتا۔ اگر دونوں بچ نکلتے تو عورت کو طلاق دے دی جاتی اور اچکزویوں میں آشنا کو ۱۲ گھوڑا لڑکیاں بطور معاوضہ دینا پڑتی، ان میں سے ۶ واقعی دی جاتی بقایا ۲۰۰ قندہاری روپے فی لڑکی کے حساب سے بصورت نقد دیے جاتے۔ سنیا کاڑوں میں مطلقہ، مجروح شوہر کو ۳۲۰ تا ۴۰۰ روپے بطور معاوضہ دے کر اپنے آشنا سے شادی کر سکتی تھی۔ لیکن اکثر قبائل میں کوئی شرح مقرر نہیں تھی اور معاوضہ عموماً ایک یا زیادہ لڑکیوں اور کچھ نقدی پر مشتمل ہوتا جو واقعہ کے نوعیت کے مطابق طے ہوتا (۶) لورالائی ضلع میں آباد قبائل میں انگریزی دور سے پہلے رنگے ہاتھوں پکڑی گئی بے وفا بیوی کی سزا موت تھی۔ لہر زئی موسیٰ خیل عورت کی ناک کاٹ دیتے تھے اور اس کے آشنا کی پیشانی ا۔ کلانیوں کو داغ دیتے۔ دومر، زرخیل اور ونچی زنا کار کا ناک اور کان کاٹ دیتے تھے۔ حاجی خیل موسیٰ خیل اور ایسٹ قبائل عورت کا ناک اور مرد کا پاؤں کاٹ دیتے تھے۔ نظری طور پر سزائے موت

(انگریزی دور میں) بھی برقرار رہا۔ لیکن عملی طور پر مجروح شوہر لڑکیوں، روپیہ، مویشی، زمین وغیرہ کا معاوضہ لیکر اپنے ضمیر مطمئن کرنے پر تیار ہو جاتا۔ معاوضے کی رقم قبائل میں مختلف تھا اگر زانی اور زانیہ دونوں مارے جاتے تو کوئی معاوضہ واجب نہیں تھا۔ اگر دونوں بچ نکلتے تو کھیتراؤں اور غرشین سادات کے سوا عورت اپنے آشنا سے شادی کر سکتی بشرطیکہ مجروح شوہر کو معاوضہ ادا کر دیا جاتا، اسکی شرح مختلف تھی۔ موسیٰ خیل اور ایسٹ قبائل میں ۷۰۰ روپے، جعفریوں میں ۵۰۰ روپے، غرشین سادات میں ۳۰۰ روپے اور ایک لڑکی، دکی کے شادوزیوں اور پین ترینوں میں ۷۰۰ روپے ایک لڑکی اور ایک تلوار، زرکونوں میں ۲۵۰ روپے اور دو لڑکیاں یا ۵۰۰ روپے لڑکی، تور ترینوں میں ۴۰۰ روپے، لونیوں میں ۴۰۰ روپے اور دو لڑکیاں یا ۶۰۰ روپے، دومڑوں، زخیلوں اور چچیوں میں ۶۰۰ روپے، وینچی قبیلہ میں ۷۰۰ روپے، سنز زخیلوں میں ۶۰۰ تا ۱۲۰۰ روپے اور ۱۰۰ روپے بطور جرمانہ۔ اگر طرفین کھیتراؤں ہوں تو جرمانہ ۳۰۰ روپے تھی۔ اگر عورت غرشین اور آشا بزدار ہوتا تو معاوضہ ۸۰۰ روپے اور عورت غرشیوں میں لوٹ جاتی۔ اگر عورت لوہاری، ہمسایہ یا سید ہو تو معاوضہ زیادہ ہوتا۔ ثودیوں اور حمزہ زنیوں کیلئے ۶۰۰ روپے، کوبلو کے زرکونوں کیلئے ۵۰۰ روپے، دومڑوں کیلئے ۳۰۰، اور تھل کے ترینوں کے لئے ۴۰۰ روپے معاوضہ ہوتا اگر عورت کی ابھی منگنی ہوئی ہوتی تو لونی معاوضے کے علاوہ ”شرمانہ“ یعنی حق شرم بھی لیتے۔ دومڑوں، زخیلوں اور چچیوں میں اگر آشا پورا معاوضہ نہ دے سکتا تو اس سے جرمانہ لازماً وصول کیا جاتا جو شادی شدہ عورت کی صورت میں ۱۰۰ روپے اور دوشیزہ کی صورت میں ۳۰ روپے ہوتے اور عورت والد یا سرپرست کے پاس رہتی۔ (۷)

بسی کے ضلع میں آباد اقوام میں انگریزی قبضہ سے پہلے بیوفا بیوی کو حالت جرم میں پکڑے جانے کی سزا موت تھی۔ پہاڑی بلوچوں کی اکثریت (انگریزی دور میں) بھی اس کے قائل تھے۔ لیکن پنھانوں اور نصیر آباد کے جمالیوں، عمرانیوں اور کھوسہ بلوچوں میں مجروح شوہر لڑکیوں یا نقدی وغیرہ کی صورت میں معاوضہ لیکر اپنی عزت کو مندل کرنے پر رضا مند ہو جاتے۔ معاوضہ کی شرح مختلف قبائل میں الگ الگ تھی۔ اگر عورت اور آشا دونوں مارے جاتے تو کوئی معاوضہ واجب الاداء

نہیں ہوتا۔ اگر دونوں بچ نکلتے تو عورت کو طلاق دے دی جاتی اور کھیا نی، و بچی تریوں اور سنیا کا کڑوں میں معاوضہ ادا ہونے کے بعد وہ اپنے آشنا سے شادی کر سکتی۔ اکثر قبائل میں اس کی کوئی شرح مقرر نہیں تھی اور معاوضہ کا فیصلہ ہر کیس کی نوعیت کے مطابق ہوتا۔ اور عام طور پر ایک یا زیادہ لڑکیوں اور تقریباً ۲۰۰ روپے نقد پر مشتمل ہوتا۔ (۸)

مری و بگٹی قبائل میں سیاہ کاری اور بد چلنی کی سزا موت تھی۔ اس ضمن میں مری اور بگٹی دیگر قبائل کی نسبت زیادہ حساس تھے اور محض شوہر کا شبہ ہی کافی سمجھا جاتا اور قبائلی رسم کی کوئی ثبوت نہیں مانگتے۔ اگر آشنا بچ کر نکل جاتا تو جرمہ فیصلہ کرتا اور معاوضہ عائد کرتا جو معاملہ کی نوعیت کے مطابق ہوتا۔ مریوں میں عام شرح ۱۰۰۰ روپے ایک لڑکی ایک تلوار اور ایک بندوق جبکہ بگٹیوں میں ایک یا دو لڑکیاں اور ۲۰۰ تا ۵۰۰ روپے تھا۔ قبائلی اپنی اس رسم کی آڑ نہیں لے سکتے اور اسی سزا کے مستوجب سمجھے جاتے جو اس علاقے کا مروجہ قانون ہوتا جس کی حدود کے اندر جرم سرزد ہوا ہوتا۔ (۹)

چاغی ضلع کے اقوام میں انگریزی قبضہ سے پہلے ایک اخلاق باختہ بیوی اور اس کے آشنا کو بحالت جرم پکڑے جانے پر موت کی سزا ملتی تھی یہ انگریزی دور میں بھی رائج تھی۔ لیکن حکومت کے بیچ میں آنے سے رسم میں کچھ ترمیم کی گئی یعنی مجرمین کو سزا اور جرمانہ اور مجروح شوہر اور عورت کے ماں باپ کو معاوضہ کی ادائیگی۔ معاوضہ کا عام مطالبہ ۵۰۰ روپے تھا لیکن واجب الاداء رقم کا فیصلہ جرمہ ہر مقدمہ کی نوعیت کے مطابق کرتا۔ ایک چوتھائی معاوضہ عورت کے والدین اور باقی شوہر کو ادا کیا جاتا۔ (۱۰)

مکران کے بلوچ قبائل میں اگر بیوی بحالت جرم پکڑی جاتی تو اس کی سزا موت تھی لیکن عملاً یہ شاذ و نادر ہی ہوتا۔ مجروح شوہر تالیف قلب کیلئے سیاہ کار سے معاوضہ لے لیتا اور بیوی کو واپس لے آتا۔ اگر صرف شبہ ہوتا تو شوہر اس کے والد یا بھائی کو مطلع کر دیتا اور پھر ان پر اسے مار دینا لازم تھا۔ جب عورت ماری جاتی اور سیاہ کار بچ رہتا اور مقدمہ حکام کے سامنے پیش ہوتا تو اسے ایک جرمانہ (مقام) دینا پڑتا اور مقتولہ کے والد یا بھائی کو مہر کی رقم اور نقصان عزت کے معاوضہ کے ساتھ ادا کرنا

پڑتا۔ اگر عورت کو صرف طلاق دی جاتی تو سیاہ کار کو اس سے شادی کرنا پڑتا، حکومت کو جرمانہ اور مجروح شوہر کو مہر ادا کرنا پڑتا اور عزت کے بدلے اسے پہلے شوہر سے نف والے مہر کے برابر رقم ملتی۔ اگر سیاہ کاریہ سب کچھ ادا نہ کر سکتے تو عورت کے والد، بھائی یا شوہر پر لازم تھا کہ وہ اپنی بے عزتی کا بدلہ اس کے خون سے لیتے اور عورت اس کے بھائی سے قتل ہوتا اس طریقے سے ماضی میں انتقام و انتقام چلتا تھا اور آسودہ حال لوگوں میں مسلسل کشت و خون ہوتا رہتا تھا لیکن اکثر لوگ عام طور پر دوستانہ فیصلے کیلئے کسی سردار کو عرضی دینا بہتر سمجھتے تھے۔ (۱۱)

ہندوستان میں برطانوی نوآباد کاروں کے شائع کردہ گزیٹر سے پتہ چلتا ہے کہ سلطنت کے مغربی علاقوں میں غیرت کے نام پر قتل کرنے کی رسم اس تفصیلی ضابطہ غیرت کا ایک لازمی جزو تھی جس نے قبائلی سماجی تعلقات کو باقاعدہ بنایا تھا۔ بلوچوں میں زنا کاری یا سیاہ کاری کی انتہائی سخت سزا تھی۔ سیاہ کاری کا فیصلہ کسی عورت کیلئے موت کا پروانہ ہوتا تھا۔ بلوچ قانون کے مطابق زنا میں ملوث عورت خود کو پھانسی دے دیتی ہے جبکہ انگریزی قانون کے تحت قتل سے وابستہ سزا بھی پکڑے جانے کی صورت میں زانی عورت کے رشتہ داروں کے ہاتھوں اسے موت سے ہمکنار ہونے سے نہیں بچا سکتی تھی۔ تاہم بلوچوں میں غیرت کے نام پر قتل کی رسم کو باقاعدہ بنانے والے قبائلی قانون میں چند واضح قواعد تھے۔ ایک میں سزائے موت زیادہ تر ایک شادی شدہ عورت کیلئے مخصوص تھی کیونکہ ایک بے وفازنا کاری جیسے مجرمانہ فعل میں مشغول پائی جاتی تھی۔ دوسرے یہ کہ شکوک و شبہات قتل کیلئے جواز پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ اس کیلئے خان آف قلات کے زیر انتظام علاقوں میں خاص قسم کے شہادتی تقاضے ہوتے۔ (۱۲)

ان شہادتیں تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد ان کے متعلق فیصلہ کیا جاتا۔ اگر شک یقین میں تبدیل ہوتا تو انہیں مار دیا جاتا اس کیلئے درج ذیل سطور ملاحظہ ہو کہ:-

کوئی شخص اگر اپنی بیوی کو زنا کاری میں ملوث پاتا ہے تو وہ اسے اور اسکے شریک جرم کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ مگر اسے اس حقیقت کی تصدیق کرنے کیلئے دو قابض احترام شہادتیں

پیش کرنا ہوتی ہیں ورنہ اس کو قتل کا مقدمہ سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح اگر وہ اپنی بیوی کی بے وفائی ثابت کرنے کیلئے چار قابل قبول چشم دید گواہ پیش کر سکتا ہو اگرچہ اسے خود اس کا شبہ نہ ہو تو اسے اپنی عورت اور اس کے آشنا کو پکڑ کر قتل کرنے کی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ تب اس صورتحال کی اطلاع خان کو دی جاتی ہے جو وہاں کے مولوی حضرات کی معاونت میں اس کا جائزہ لیتا ہے۔ لہذا اگر جرم سچ ثابت ہو تو اس معاملے کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور اگر شہادت کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہو جائے تو ایسے شخص کو جس نے اپنی فرضی بدسلوکی کا انتقام لیا ہو قتل کے سلسلے میں انتہائی کڑی سزا کا مستحق خیال کیا جاتا ہے اور گواہان کو مجرم کے خاندان کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا ہے تاوقتیکہ وہ اپنے دعوؤں کو درست ثابت کریں۔ یہ مفید قانون انتقام اور جھوٹے الزام دونوں سے روکتا ہے۔ (۱۳)

ایک غیر شادی شدہ عورت کے ناجائز جنسی تعلقات میں ملوث ہونے کی صورت میں دونوں شریک جرم کے قتل پر اصرار لڑکی کے باپ کا استحقاق سمجھا جاتا تھا۔ تاہم اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ لڑکی حاملہ ہو گئی ہے تو محبت میں گرفتار جوڑے کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بجائے، ان کی آپس میں شادی کر دینا ہی بہتر سمجھا جاتا تھا۔ غالباً ایک معصوم بچے کی جان بچانے کی خاطر ایسا کیا جاتا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد کیا جاسکتا ہے کہ نہ تو تمام غیر شادی شدہ عورتیں کنواری ہوتی تھیں اور نہ ہی ان سب کو موت کے گھاٹ اتارا جاتا تھا اور نہ ہی ناجائز تعلقات کے نتیجے میں پیدا ہونے والا بچہ لازماً دائمی نفرت کا شکار ہوتا تھا۔ (۱۴)

پونٹنگر نے بلوچستان اور سندھ میں غیرت کے نام پر قتل کرنے کے رسوماتی تشدد کا مشاہدہ کیا وہ اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ:

(بلوچستان اور سندھ کے) علاقوں میں اگر کسی شخص کو اپنی بیوی کے کسی اور شخص کے ساتھ تعلقات کا پتہ چلتا ہے تو وہ جرمگہ بلواتا ہے۔ مجرم جوڑے کو عروسی پوشاک پہنائی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ عورت کو روایتی دہنوں کی طرح ہاتھوں اور پاؤں پر مہندی لگائی جاتی ہے اس کے بعد انہیں بارات کی شکل میں جرمگہ کے رو برو لایا جاتا ہے اور قبائلیوں کے ہاتھوں پتھر مار کر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی

شادی شدہ مرد اپنی بیوی پر زنا کاری کا الزام لگائے تو اسے یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ شادی کے وقت اس کی بیوی کنواری نہیں تھی۔ اگر وہ یہ ثابت کر دے تو وہ اسے طلاق دے کر اسے عروسی جوڑا پہناتا ہے اور اس کے بعد سنگسار کر دیتا ہے۔ یہ دستور زیادہ عام نہیں ہے کیونکہ کسی عورت کے گزشتہ کنوار پن کو ثابت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ (۱۵)

سیاہ کاری کے متعلق دور حاضر میں مروجہ رسم و رواج

موجودہ دور میں بلوچستان کے ضلع جھل مگسی، نصیر آباد، جعفر آباد اور بولان کے علاوہ صوبے کے دیگر اضلاع میں سیاہ کاری کے واقعات نہ ہونے کے برابر ہے۔ اگر پھر بھی اس قسم کا کوئی واقعہ ہو بھی جاتا ہے تو وہ شاذ و نادر ہی ہے۔ اگر سیاہ کاری کا کیس رو نما ہو تو دونوں شریک جرم کا موت کے سوا کوئی علاج نہیں کیونکہ اسے اپنے غیرت پر داغ اور قبائلی روایات کے منافی قرار دیا جاتا ہے۔ اکثر قبائل میں ایک فرسودہ رسم ابھی تک رواج پذیر ہے جس کے تحت شادی کے بعد دولہا اور دلہن کے پہلی ملاقات یعنی سہاگ رات کو شوہر بیوی کے بکارت کا جائزہ لیتا ہے۔ اگر بیوی کا پردہ بکارت پہلے سے چاک ہوا تھا تو اسے یا تو طلاق دے دیتے ہیں اور اس کے بدلے شرمناک وصول کرتے ہیں یا اسے قتل کر دیتے ہیں۔ اسی رسم کے تحت اپریل ۲۰۰۴ء میں ایک دلہن قتل ہوئی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

کوئٹہ میں سریاب کے علاقے کلی جیو میں ہفتہ (۳۰ اپریل ۲۰۰۴ء) کو شوہر نے نئی نویلی دلہن کو گلہ میں پھندا ڈال کر ہلاک کر دیا۔ پولیس کے مطابق نو جوان غلام حیدر کی ایک روز قبل شادی تھی اس نے سہاگ رات کو مبینہ طور پر بد چلنی کے شبہ میں اس کے (بیوی کے) گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر ہلاک کر دیا۔ (۱۶)

ایک تعلیم یافتہ اور جدید معاشرے میں پھلے ہوئے شخص کے ذریعے اس قسم کے جرم کا ارتکاب ہونا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ماضی کے فرسودہ قبائلی روایات اپنی حقیقی حیثیت کھودینے کے باوجود کسی نہ کسی طریقے سے تاحال باقی ہیں۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ پردہ بکارت ایک نازک اور باریک

پردہ ہوتا ہے جو اکثر کھیلنے کھودنے، اچھلنے یا بھاری بوجھ اٹھانے کی وجہ سے خود بخود بھی چاک ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ شک و شبہ لازم ٹھہرانا تو اسلامی ہے اور نہ طبی لحاظ سے اس کا صحیح و سالم رہ جانا ضروری ہے۔

پشتون قبائل میں رنگے ہاتھوں پکڑی گئی عورت اور آشنا کی سزا اب بھی موت ہے لیکن اس طرح کا کوئی کیس سالہا سال سے رونما نہیں ہوا ہے اور رونما ہوا بھی ہو تو اس کے متعلق کسی کو علم نہیں۔ اگر بچ نکلیں تو پھر بھی انہیں ڈھونڈ نکال کر اول تو انہیں قتل کر دیتے ہیں تا نیا اگر عورت شادی شدہ ہو تو اسے طلاق دی جاتی ہے اور شوہر اس کے بدلے دو گنا رقم اور ایک لڑکی وصول کرتا ہے، عورت کے والدین بھی شریک جرم سیاہ کار سے اپنا جرمانہ لے لیتا ہے۔ زانی اور زانیہ کی شادی کرا دی جاتی ہے۔ بسا اوقات اگر اس طرح کا کوئی کیس رونما ہوا تو ان دونوں کو ضلع بدر یا صوبہ بدر بھی کر دیئے جاتے ہیں۔

لونی علاقہ میں اگر زانی اور زانیہ عین موقع پر رنگے ہاتھوں پکڑے جائیں تو انہیں وہیں پر قتل کر دیئے جاتے ہیں اور ان کا تاوان یا معاوضہ وغیرہ بھی نہیں ہوتا۔ لیکن اگر عین مقام کی بجائے کہیں اور جگہ پر قتل کر دیئے جائیں تو پھر انہیں سیاہ کاری کی سزا نہیں کہی جائے گی بلکہ الٹا قاتل مجرم بنے گا۔ زانی اور زانیہ کے خاندان والے قاتل کے درپے ہو جاتے ہیں یوں ایک دشمنی پیدا ہو جاتی ہے بالآخر یا تو قتل کر دیا جاتا ہے یا پھر ان سے دو گنا تاوان معاوضے کے طور پر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر غیر شادی شدہ عورت اور مرد زنا کریں، اور حمل ٹھہرنے پر انکے سیاہ کاری کا ظہور ہو جاتا ہے تو پھر اول تو انہیں قتل کر دیتے ہیں اگر جرگے یا مصالحت کی وجہ سے بچ نکلے تب زانی اور زانیہ کے درمیان شادی کرنا پڑتا ہے، اور عورت کے والدین شریک جرم مرد سے دو گنا معاوضہ لیتے ہیں۔

سیاہ کاری کے حوالے سے ایک کیس ۱۹۹۶ء کو میزنی اڈہ ضلع قلعہ عبداللہ میں رونما ہوا۔ کاٹر قبیلے کے ایک شاخ کی لڑکی جو کہ غیر شادی شدہ تھی اپنی بہن کے گھر گئی جسکی شادی کاٹر قبیلے کے دوسرے شاخ کلا زئی میں ہوئی تھی۔ یہ دو شیزہ وہاں بہن کے گھر سیاہ کاری کی مرتکب ہوئی اور حمل

ٹھہرنے پر گھر والوں کو پتہ چلا۔ گھر والوں نے لڑکی کو بہن کے گھر بھجوا دیا اور پیچھے سے بھائی نے جا کر وہیں پر اسے قتل کر دیا جبکہ شریک جرم مرد بچ نکلا۔ بعد میں جرگے اور قبائلی معتبرین کے ذریعے مصالحت ہوئی اور زانی مرد کی جانب سے زانیہ مقتولہ کے خاندان والوں کو ۳ لڑکیاں دی گئیں۔

بہر حال عمومی طور پر بلوچستان میں سیاہ کاری کے واقعات اول الذکر اضلاع کے علاوہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس کے علاوہ بلوچستان کی سرحد کے ساتھ سندھ کے اضلاع لاڑکانہ، جیکب آباد، شکارپور، سکھر، دادو اور بدین میں سیاہ کاری کے واقعات معمول کی بات ہے۔ سندھ کے جاگیردارانہ سماجی نظام میں غیرت کے نام پر قتل کرنے کی رسم ان متعدد سندھی قبائل کا ایک لازمی جزو بن گئی ہے جو اپنا نسبی تعلق بلوچ قبائل کے ساتھ بتاتے ہیں۔

آج کل غیرت کے نام پر قتل کے دستور میں ان قواعد کی عمل داری ہوتی نظر نہیں آتی ہے جو ماضی میں بلوچوں کے قبائلی ضابطہ کا حصہ تھے۔ کسی عورت کے متعلق زنا کاری کا محض شبہ، انواہ اور سنی سناہی بات ہی اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے کافی ہے۔ یہ قتل صرف شادی شدہ عورت کیلئے مخصوص نہیں، اس کی زد میں سب ہی عورتیں آ جاتی ہیں۔ جرم ثابت کرنے کیلئے کسی واضح شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی، یعنی شاہد اور گواہوں کے ذریعے ثبوت پیش نہیں کیا جاتا اور عورت کو کبھی بھی اپنا دفاع کرنے کیلئے نہیں پوچھا جاتا اور نہ ہی اس کی اجازت دی جاتی ہے۔ (۱۷)

بعض اوقات جب کوئی سیاہ کاری میں ملوث پایا جائے یا ان پر الزام ہو تو قبائلی فیصلے میں سیاہ کارہ عورت کے خاندان والوں کو سیاہ کار مرد کے خاندان کی کسی عورت سے زنا کرنے کا فیصلہ دیا جاتا ہے اسی نوعیت کے ایک واقعے کا حال حسب ذیل ہے۔

جون ۲۰۰۲ء میں ایک تنازع کا تصفیہ کرتے ہوئے میر والا (پنجاب) میں مستوی قبیلے کے ایک گاؤں کی چٹانیت نے فیصلہ دیا کہ گجر برادری کی ایک عورت مختاراں مائی کے ساتھ اس کے بھائی سے منسوب غلط کاری کے اقدام کے بدلے میں سزا کے طور پر زنا بالجبر کیا جائے، اس فیصلے کے نتیجے میں مختاراں مائی کے ساتھ چار مردوں نے دیہاتیوں کی ایک بڑی تعداد کے سامنے زنا بالجبر

(۱۸) کیا۔

مذکورہ بالا خبر ملک کے تمام چھوٹے بڑے اخبارات میں بڑے سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا۔ اور ذرائع ابلاغ میں اس واقعہ کی زبردست تشہیر ہوئی۔ سپریم کورٹ آف پاکستان نے از خود اس واقعہ کا نوٹس لیتے ہوئے ۳ ہفتوں کے اندر اندر اس مقدمے کو نمٹانے کا حکم جاری کیا، بالآخر اس کیس ایف آئی آر نمبر ۲۰۰۲/۴۰۵ پی ایس جتوئی کے زنا بالجبر کے چاروں ملزمان کو انسداد و ہشت گردی کے عدالت نے موت کی سزا سنائی۔

سندھ میں سیاہ کاری کے واقعات کے متعلق بعض اوقات جرگے تصفیہ کرانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور مزید کشت و خون رک جاتا ہے۔ سندھ میں 'فیصلو' کے نام سے مشہور تصفیہ کا تقاضا عموماً کارو قرار پانے والے شخص کے رشتہ داروں کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس کا مقصد انتقام 'بدلو' روکنا اور کاری کے رشتہ داروں کی تشفی کرنا ہوتا ہے۔ فیصلو جرم یا بے گناہی کا تعین کرنے کے لئے نہیں بلکہ غیرت کے نام پر ہونے والے قتل کی ضرورت کے نتیجے میں بگڑنے والے سماجی توازن کو بحال کرنے کیلئے کیا جاتا ہے۔ یہاں جرم قتل نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی جائیداد اور آبرو کا نقصان ایک جرم ہے جنہیں اپنی عورت کو قتل کرنا پڑتا ہے۔ فیصلو کے ذریعے سردار کا رو کے خاندان کی طرف سے ایک مناسب ہرجانے یا تاوان کی ادائیگی کا اعلان کرتا ہے۔ ہرجانہ یا تاوان کی شکل روپیہ، زمین یا عورت ہو سکتی ہے۔ مروجہ قیمت سات سال سے زائد عمر کی ایک لڑکی یا سات برس سے کم عمر کی دو لڑکیاں ہوتی ہیں۔ یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ دو لڑکیاں نہ دینے کی خاطر خاندان والے اس کی اصل سے زائد عمر ثابت کرنے کیلئے بچی کے دودھ کے دانت توڑ دیتے ہیں۔ (۱۹)

مگر بعض اوقات تاوان میں عمر کے لحاظ کے بغیر دو عورتیں شامل کرنا ہوتی ہیں۔ تصفیوں کے لئے بلائے گئے جرموں کی صدارت کرنے والے سردار اس میں نہایت سرگرمی سے ملوث پائے جاتے ہیں۔ تاوان میں دینے والی لڑکی کی رضامندی بھی درکار نہیں ہوتی حالانکہ ایسی عورت پر عمر بھر تشدد روا رکھا جاتا ہے۔ ایک سردار کے مطابق لڑکی کی رضامندی کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ

اس سے قبائل کی تشفی نہیں ہوتی اور ہمیں صلح کرنا ہوتی ہے۔ اگر ہم عورت کی رضامندی کی بات کریں تو اس سے معاملہ طے نہیں پاتا۔ (۲۰)

سیاہ کاری کے مروجہ رسم و رواج کے متعلق مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کے تاثرات ابتدائی طور پر یہ بات ملحوظ نظر رکھنا چاہیے کہ ایک دستور اور رسم کی حیثیت سے سیاہ کاری کے نام پر قتل کے دوام، یا غیر شرعی و غیر قانونی فیصلے کرنے میں مقامی و ڈیڑیوں یا سرداروں کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ زیادہ تر سردار اپنی روایات کے ایک اہم جزو کے طور پر اس رسم کی حمایت کرتے ہیں۔

سیاہ کاری کے مروجہ رسم و رواج کے متعلق پاکستان کی قومی اسمبلی کے سابق رکن اور سابق وزیر دفاع میر ہزار خان بھارانی کہتے ہیں کہ:

یہ ایک قدیم قبائلی رسم ہے جسے لوگ بعض اوقات اپنے مفاد کیلئے غلط طور پر استعمال کرتے ہیں، مگر اصل کار و اور کاری کو ہرگز معاف نہیں کرنا چاہیے۔ جرم ثابت ہونے پر دونوں کو ختم کر دینا چاہئے۔ یہ ایک صدیوں پرانی روایت ہے، لہذا اسے بیک جنبش قلم ختم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (۲۱)

جمہوری وطن پارٹی کے سربراہ بزرگ سیاستدان نواب محمد اکبر خان بگٹی سیاہ کاری کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

سیاہ کاری کو صرف عورتوں کے خلاف تصور کرنا غیر حقیقی ہے۔ جو مستورات غیر مردوں کے ساتھ ناجائز تعلقات کے عمل میں ملوث پائی جائیں تو دونوں سیاہ کاری کے زمرے میں آ جاتے ہیں، غیرت مند معاشرے میں دونوں کو واجب القتل قرار دیا جاتا ہے۔ جن علاقوں میں اور جہاں عزت، غیرت، ننگ و ناموس خاص کر مستورات کی عزت اور ننگ کا سوال ہے، سیاہ کاری (کار و کاری) اس سے منسلک ہے اکثر و بیشتر خیال کیا جاتا ہے کہ یہ عورتوں کے خلاف ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اور جو غیر مرد مستورات کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں وہ سیاہ کاری کے زمرے میں آتے ہیں اور

معاشرہ میں دونوں ایک ہی جیسے واجب القتل ہوتے ہیں۔ بلوچستان میں سیاہ کاری سلیکیو نہیں ہے عاشق اور معشوق دونوں کو مارا جاتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد کو مروادیا جاتا ہے عورت بچ جاتی ہے اور کبھی عورت کو مار دیا جاتا ہے، مرد بچ نکلنے میں کامیاب ہوتا ہے اور کبھی دونوں بھاگ جانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر معاشرہ جان بوجھ کر صرف عورت کو نشانہ نہیں بناتا اور جہاں ننگ و ناموس جیسی چیزوں کا تصور معدوم ہو تو ان معاشروں میں سیاہ کاری کو عجیب اور ظلم تصور کیا جاتا ہے۔ (۲۲)

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی امیر مولانا فضل الرحمن اس حوالے سے کہتے ہیں کہ:

غیرت اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت ہے لیکن جو اقدام ہوگا، جو کارروائی ہوگی، وہ قانون اور ضابطے کے تحت ہوگی، وہ ضابطہ اور قانون نظام سے ہے لیکن بد قسمتی سے حکمران ہی نظام اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ درحقیقت اس وقت غیرت کے نام پر قتل ہماری معاشرتی کمزوری بنی ہوئی ہے، لوگ اس قسم کے قتل کو اسلام کے کھاتے میں ڈالتے ہیں۔ غیرت فطرت انسانی میں شامل ہے، لیکن قانون کے مطابق اس کا استعمال کب ہوگا، یہ تب ہوگا جب اسلامی قوانین نافذ ہوں گے۔ ایک دفعہ جب اسلامی قانون نافذ ہو جائے گا تو پھر معاشرے میں لوگ غیرت کے غلط استعمال سے رک جائیں گے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ فرد ہمیشہ کیلئے سزائیں سنانے کا مجاز نہیں ہوتا ہے، سزا قانون سے ہے، لیکن اسلامی نظام کا نفاذ نہ کرنے کے معنی یہ ہے کہ غیرت کا استعمال ہمیشہ کیلئے غلط ہوتا رہے گا، اور انسانی معاشرہ ہمیشہ ہمیشہ لا قانونیت کی فضاء میں بھٹکتا رہے گا۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں غیرت کے نام پر قتل کا تصور نہیں زانی اور زانیہ کو سزائیں دی گئی ہیں لیکن یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ یہ سزائیں فرد کی طرف سے لگائی گئی ہوں۔ اسلام میں حد زنا کیلئے چار معنی گواہوں کی شرط ضروری ہے، لیکن گزشتہ چودہ سو سال میں زنا کے مجرم کو بغیر اپنے اقرار کے سزا نہیں ملی ہے، ملزم نے اگر خود اقرار کیا ہوگا اور اسے سزا ملی ہوگی۔ لیکن چار گواہوں کی طرف سے ابھی تک ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا ہے۔ (۲۳)

چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس افتخار محمد چودھری اس حوالے سے کہتے ہیں کہ:

پاکستان کی عدلیہ نے ہمیشہ کاروکاری کے ملزمان کو قاتل قرار دیا ہے اور انہیں کسی سطح پر رعایت نہیں دی گئی ہے۔ عدالتوں کے ہوتے ہوئے کسی شخص کو جج بننے کا اختیار نہیں۔ غیرت کے نام پر قتل صرف پاکستان میں نہیں بلکہ برطانیہ اور امریکہ سمیت پوری دنیا میں ہو رہے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں غیرت کے نام پر قتل کیا جا رہا ہے جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں اسے گھریلو تشدد قرار دے دیا جاتا ہے۔ غیرت کے نام پر قتل نری بے غیرتی ہے۔ اس روش کو ختم کرنے کے لئے پاکستان کا ہر شہری اپنا کردار ادا کریں۔ (۲۴)

مولانا صلاح الدین یوسف سابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، سے جب بہن، بیٹی کو رنگے ہاتھوں گناہ میں ملوث دیکھنے پر رد عمل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا کہ:

غیرت یقیناً ایک اچھی خوبی ہے لیکن کوئی شخص کتنا بھی غیور ہو، اللہ سے زیادہ غیور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ایک مسلمان کا کمال یہی ہے کہ وہ اپنی غیرت کو اللہ کی غیرت کے تابع کر دے۔ جب اللہ نے یہاں غیرت میں آکر کسی کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی ہے تو کسی بھی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ جوش غضب میں کسی دوسرے مسلمان کو قتل کر دے چاہے وہ کچھ بھی کر رہا ہو، سوائے ان چند صورتوں کے جن میں قتل کرنا جائز ہے۔ لیکن زیر بحث صورت اس میں شامل نہیں (۲۵)

نیشنل پارٹی کی رہنما اور سابق رکن صوبائی اسمبلی ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ نے کہا کہ غیرت کے نام پر خواتین کا قتل بنیادی طور پر ایک وحشیانہ عمل ہے انہوں نے کہا کہ غیرت کے نام پر خواتین کا قتل بنیادی طور پر جہالت ہے اور اس کا فلسفہ نہ اسلام میں موجود ہے اور نہ ہی مغربی معاشرہ اس کی اجازت دیتا ہے۔ بلوچستان کے ان علاقوں میں جن کی سرحدیں سندھ سے ملتی ہیں وہاں جائیداد پر قبضے اور انفرادی دشمنی کو دوام بخشنے کی خاطر وہاں کے لوگ بھائی، والد اور قریبی عزیز کے روپ میں خواتین کو قتل کر کے جائیداد پر اپنے قبضہ کو مضبوط کرتے ہیں۔ غیرت کے نام پر قتل کی وارداتوں کو روکنے کیلئے ایک عملی جہاد کی ضرورت ہے اور اس جہاد کیلئے سب سے پہلے تعلیمی شعور لانے کی بھی ضرورت ہے۔ علماء کو چاہیے کہ وہ کاروکاری یا غیرت کے نام پر ہونے والے قتل عام کو

روکنے کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔ (۲۶)

ممتاز دانشور اور جے ٹی آئی کے سابق مرکزی صدر سید عزت اللہ شاہ بخاری اس سلسلے

میں کہتے ہیں کہ:

غیرت کے نام پر قتل کے اعداد و شمار میں اضافہ معاشرے کے اس عنصر کی عکاسی کرتی ہے کہ سماج میں لوگوں کے درمیان جو سفاکی پائی جاتی ہے وہ اتنی پیچیدہ اور انسانی نفسیات کی مشکل ترین صورت ہے جس کے درست پیمانے پر تجزیہ و تحقیق نہ ہونے اور سماج کے اندر پائی جانے والی صدیوں پرانی اقدار اور رسومات ہیں جو انسانی نفسیات میں مضبوطی سے اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہیں ہماری سماج کی پیچیدہ تصور کا اگر ہم بغور جائزہ لیں تو اس میں ایسے ایسے مسائل پائے جاتے ہیں جن کا حل شاہد انسانی دماغ کے پاس بمشکل سے ہو۔ اگر ہو بھی تو یہ ایک مرحلہ وار منصوبہ ہوتا ہے جو مسلسل انسانی جدوجہد اور کوشش سے ختم ہوتا ہے۔ سیاہ کاری یا غیرت کے نام پر قتل ایک انسانی المیہ سے کم نہیں یہ نہ صرف اسلامی قانون اور اقدار کی منافی ہے بلکہ قانون کی خلاف ورزی بھی ہے، لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم اپنے سماجی ڈھانچے سے تشکیل پانے والے ان عناصر کی درست طرح سے تجزیہ یا تحقیق نہیں کر پاتے اور وسعت علم نہ ہونے کے باعث اسے سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کر پاتے جس کی وجہ سے ایسے انسانی المیے وجود میں آتے ہیں جب تک ہم سماج کے اندر پائے جانے والے عناصر اور اس میں آہستہ آہستہ سماجی تبدیلیاں لانے والے محرک کو تلاش نہیں کر پاتے شاید ہم اس بیماری کا علاج بھی نہیں کر سکیں گے۔

سابق رکن قومی اسمبلی بلقیس سیف نے اس سلسلے میں کہا کہ سیاہ کاری کے نام پر قتل ایک انسانیت سوز اقدام ہے اسکی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ قتل خواہ کسی مرد کا ہو یا عورت کا اس کے مرتکب شخص کو قراقرظی سزا دی جانی چاہیے جب تک ملک میں اسلامی نظام نافذ نہیں ہوتا اس وقت تک سیاہ کاری سمیت اس طرح کی دیگر فحش رسوم کا خاتمہ ممکن نہیں ہے۔

رکن صوبائی اسمبلی بلوچستان شفیق احمد خان نے کہا کہ سیاہ کاری کی رسم کے خاتمے کیلئے

پنجائیت اور میٹھ سسٹم کا خاتمہ ضروری ہے، معاشرے کے تمام طبقات کاروکاری کے خاتمے میں اپنا کردار ادا کریں۔

ممتاز دانشور ڈاکٹر شاہ محمد مری نے کہا کہ سیاہ کاری یا کاروکاری کی رسم بلوچ معاشرے میں زیادہ موجود ہے جب تک قبائلی اور جاگیرداری نظام میں عورت کو ملکیت یا جائیداد سمجھنے کا تصور ختم نہیں ہوتا اس وقت تک سیاہ کاری کی رسم کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ (۲۷)

حوالہ جات باب سوئم

- (۱)۔ پروفیسر ایم انور رومان، بلوچستان کے قبائل، راولی پبلشر رستم جی لائن، کوئٹہ، حصہ اول، ص ۳۰-۳۱
- (۲)۔ ایضاً، ص ۲۹۶، ۲۹۷
- (۳)۔ ایضاً، ص ۳۸۳
- (۴)۔ ایضاً، ص ۲۱۹
- (۵)۔ ایضاً، ص ۱۰۸
- (۶)۔ ایضاً، ص ۲۹، ۳۰
- (۷)۔ پروفیسر ایم انور رومان، بلوچستان کے قبائل، حصہ دوم، ص ۳۱، ۳۲
- (۸)۔ ایضاً، ص ۱۳۳
- (۹)۔ ایضاً، ص ۱۹۵
- (۱۰)۔ ایضاً، ص ۲۰۸
- (۱۱)۔ ایضاً، ص ۳۲۶، ۳۲۷
- (۱۲)۔ رابع علی، غیرت کا تاریک پہلو مترجم افتخار محمود، شرکت گاہ، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۵
- (۱۳)۔ ایضاً، ص ۱۶
- (۱۴)۔ ایضاً، ص ۱۶
- (۱۵)۔ ایضاً، ص ۱۷

(۱۶)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، ۴ اپریل ۲۰۰۴ء

(۱۷)۔ نیوز لائن، کراچی، جنوری ۱۹۹۳ء، نفیہ شاہ کا غیرت کے موضوع پر شامل مضمون

(۱۸)۔ خبرنامہ، عورت پبلیکیشنز اینڈ انفارمیشن سروس فاؤنڈیشن، اسلام آباد، جولائی اگست ۲۰۰۳ء،

شمارہ ۲۱، ۲۰

(۱۹)۔ رابع علی، غیرت کا تاریک پہلو مترجم افتخار محمود، ص ۲۶

(۲۰)۔ ایضاً، ص ۲۶

(۲۱)۔ ایضاً، ص ۲۶

(۲۲)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، ۲۷ جولائی ۲۰۰۴ء

(۲۳)۔ حافظ مومن خان، خطبات قائد جمعیت، جے یو آئی او کی سرحد، ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۰

(۲۴)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، ۷ ستمبر ۲۰۰۶ء

(۲۵)۔ پروفیسر ثریا بتول، جدید تحریک نسواں اور اسلام، منشورات، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۷۵

(۲۶)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، ۱۰ مئی ۲۰۰۵ء

(۲۷)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، ۱۴ جولائی ۲۰۰۴ء

باب چہارم سیاہ کاری اسلامی تعلیمات کے تناظر میں

سیاہ کاری کے مرتکب مرد و عورت کے متعلق اسلامی تعلیمات

سیاہ کاری یا بالفاظ دیگر زنا کاری کا عام مفہوم، جس سے ہر شخص واقف ہے، یہ ہے کہ: ”ایک مرد اور ایک عورت بغیر اس کے کہ ان کے درمیان جائز رشتہ زن و شوہر ہو، باہم مباشرت کا ارتکاب کریں۔“ اس فعل کا اخلاقاً برا ہونا، یا مذہباً گناہ ہونا، یا معاشرتی حیثیت سے معیوب اور قابلِ اعتراض ہونا ایک ایسی چیز ہے جس پر قدیم ترین زمانے سے آج تک تمام انسانی معاشرے متفق رہے ہیں۔ اور اس میں سوائے ان متفرق لوگوں کے جنہوں نے اپنی عقل کو اپنی نفس پرستی کے تابع کر دیا ہے، کسی نے آج تک اختلاف نہیں کیا ہے۔ اس عالمگیر اتفاق رائے کی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت خود زنا کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے۔

زنا محض اور زنا بزن غیر میں فرق:

زنا کی حرمت پر متفق ہونے کے بعد اختلاف جس امر میں ہوا ہے وہ اس کے جرم، یعنی قانوناً مستلزم سزا ہونے کا مسئلہ ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے اسلام اور دوسرے مذاہب و قوانین کا اختلاف شروع ہوتا ہے۔ انسانی فطرت سے قریب ترین جو معاشرے ہیں، انہوں نے ہمیشہ زنا، یعنی عورت اور مرد کے ناجائز تعلق کو بجائے خود ایک جرم سمجھا ہے اور اس کیلئے سخت سزائیں رکھی ہیں۔ لیکن جوں جوں انسانی معاشروں کو تمدن خراب کرتا گیا ہے، رویہ نرم ہوتا چلا گیا ہے۔ اس معاملے میں اولین تسامح، جس کا ارتکاب بالعموم کیا گیا ہے یہ تھا کہ محض زنا ”FORNICATION“ اور زنا بزن غیر ”ADULTERY“ میں فرق کر کے اول الذکر کو ایک معمولی سی غلطی، اور صرف مؤخر الذکر کو جرم مستلزم سزا قرار دیا گیا۔ محض زنا کی تعریف جو مختلف قوانین میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی مرد ”خواہ و کنورا ہو یا شادی شدہ“ کسی ایسی عورت سے مباشرت کرے جو کسی دوسرے شخص کی بیوی نہ ہو۔ اس تعریف میں اصل اعتبار مرد کی حالت کا نہیں بلکہ عورت کی حالت کا کیا گیا ہے عورت اگر بے شوہر ہے تو اس سے مباشرت محض زنا ہے، قطع نظر

اس سے کہ مرد بیوی رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ اسلام کے سوا دیگر تمام قوانین میں زنا بڑا بڑا غیر ہی اصل اور بڑا جرم ہے۔ یعنی یہ کہ کوئی شخص (خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ) کسی ایسے عورت سے مباشرت کرے جو دوسرے شخص کی بیوی ہو۔ اس فعل کے جرم ہونے کی بنیاد یہ نہ تھی کہ ایک مرد اور عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، بلکہ یہ تھی کہ دونوں نے مل کر ایک شخص کو اس خطرے میں مبتلا کر دیا ہے کہ اسے کسی ایسے بچے پالنا پڑے جو اس کا نہیں ہے۔ گویا زنا نہیں بلکہ اختلاط نسب کا خطرہ ہے۔ (۱)

لیکن اسلامی قانون ان سب تصورات کے برعکس زنا کو بجائے خود ایک جرم مستلزم سزا قرار دیتا ہے اور شادی شدہ ہو کر زنا کرنا اس کے نزدیک جرم کی شدت کو اور زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ نہ اس بناء پر کہ مجرم نے کسی سے عہد شکنی کی یا کسی دوسرے کے بستر پر دست درازی کی، بلکہ اس بناء پر کہ اس کیلئے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے ایک جائز ذریعہ موجود تھا اور پھر بھی اس نے ناجائز ذریعہ اختیار کیا۔

زنا محض کی سزا:

زنا محض یا غیر شادی شدہ جوڑے کے زنا کی سزا کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة ولا تأخذکم بهما رأ ففی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ویشهد عذابهما طائفة من المؤمنین (۲)

ترجمہ: زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں وامن گیر نہ ہو اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔

اس آیت میں زنا کی جو سزا مقرر کی گئی ہے وہ دراصل محض زنا کی سزا ہے۔ یہ بات خود قرآن ہی کے ایک اشارے سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ یہاں اس زنا کی سزا بیان کر رہا ہے جس کے

فریقین غیر شادی شدہ ہوں۔ سورہ نساء میں پہلے ارشاد ہوا کہ:

وَالَّذِي يَأْتِيَنِ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَاءِ كَمِ فَاسْتَشْهَدُوا عَلَيْهِنَ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ

شَهِدُوا فَمَسْكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا (۳)

ترجمہ:- اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ ان پر چار مرد اپنوں میں سے، پھر اگر وہ گواہی دے ویں تو بند رکھو ان عورتوں کو گھروں میں یہاں تک کہ اٹھالے ان کو موت یا مقرر کروے اللہ تعالیٰ ان کیلئے کوئی راہ۔

اس آیت میں ایک تو ثبوت زنا کا خاص طریقہ چار مردوں کی شہادت کیساتھ ہونا بیان فرمایا ہے۔ دوسرے زنا کی سزا عورت کے لئے گھر میں قید رکھنا اور دونوں کیلئے ایذا پہنچانا مذکور ہے اور ساتھ اس میں یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ سزائے زنا کا یہ حکم آخری نہیں بلکہ آئندہ اور کچھ حکم آنے والا ہے۔ جب سورہ نور کی آیت مذکورہ نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سورہ نساء میں جو وعدہ کیا گیا تھا اور یجعل اللہ لہن سبیلا یعنی یہ کہ اللہ ان کے لئے کوئی اور سبیل بتا دے، متعین فرمادی۔ اس کے ساتھ ہی ابن عباسؓ نے سو کوڑے مارنے کی سزا کو غیر شادی شدہ مرد و عورت کیلئے مخصوص قرار دیا (۴) اور فرمایا کہ:

الرحم للثیب والجلد للبکر (۵)

یعنی وہ سبیل اور سزائے زنا کی تعین یہ ہے کہ شادی شدہ مرد و عورت سے یہ گناہ سرزد ہو تو ان کو سنگسار کر کے ختم کیا جائے اور غیر شادی شدہ کے سو کوڑے مارنا سزا ہے۔

اسی طرح سورہ نساء میں ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكَحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمَنْ مَّا مَلَكَتْ

أَيْمَانُكُمْ مِنْ نَفْسِكُمْ الْمُؤْمِنَاتِ-----فَإِذَا أَحْصَيْنَ فَإِنَّ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ

مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ (۶)

ترجمہ:- اور تم میں سے جو لوگ اتنی قدرت نہ رکھتے ہوں کہ مؤمنوں میں سے محصنات

کے ساتھ نکاح کریں تو وہ تمہاری مؤمن لونڈی سے نکاح کریں..... پھر اگر وہ (لونڈیاں) محضہ ہو جانے کے بعد کسی بد چلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو محصنات کو (ایسے جرم پر) دی جائے۔

اس آیت میں شادی شدہ لونڈی کے ارتکاب زنا کی سزا بیان کی گئی ہے۔ یہاں ایک ہی آیت اور ایک ہی سلسلہ بیان میں دو جگہ محصنات کا لفظ استعمال ہوا ہے اور لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ دونوں جگہ اس کے ایک ہی معنی ہیں۔ اب آغاز کے فقرے کو دیکھیں وہاں کہا جا رہا ہے کہ (جو لوگ محصنات سے نکاح کرنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں) ظاہر ہے کہ اس سے مراد شادی شدہ عورت نہیں ہو سکتی بلکہ ایک آزاد خاندان کی بن بیاہی عورت ہی ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد اختتام کے فقرے میں فرمایا جاتا ہے کہ لونڈی منکوحہ ہونے کے بعد اگر زنا کرے تو اس کو اس سزا سے آدھی سزا دی جائے جو محصنات کو اس جرم پر ملنی چاہیے۔

سیاق عبارت صاف بتاتا ہے کہ اس فقرے میں بھی محصنات کے معنی وہی ہے جو پہلے فقرے میں تھی، یعنی شادی شدہ عورت نہیں بلکہ آزاد خاندان کی حفاظت میں رہنے والی بن بیاہی عورت۔ اس طرح سورہ نساء کی یہ آیت اس امر کی طرف اشارہ کر دیتی ہے کہ سورہ نور کا یہ حکم غیر شادی شدہ لوگوں کے ارتکاب زنا کی سزا بیان کرتا ہے۔ (۷)

شیخ احمد ملا جیون تفسیرات احمدیہ میں اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

والحکم المذکور فی الایہ وهو الحلد انما هو لغير المحصن (۸)

ترجمہ: اور حکم مذکورہ جو آیت (سورہ نور) میں درج ہے، جو کوڑے مارنا ہے، وہ غیر شادی شدہ جوڑے کی (سزا) ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں اس کے متعلق حسب ذیل ذکر ہے کہ:

وان كان غير محصن فحدّه مائة جلده ان كان حراً (۹)

ترجمہ: اور اگر زنا کرنے والے شادی شدہ نہ ہو، تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں بشرطیکہ

آزاد ہوں۔

زنا محض کے سزا دینے کیلئے شرائط:

کسی شخص (مرد یا عورت) کو مجرم قرار دینے کیلئے صرف یہ امر کافی نہیں ہے کہ اس سے فعل زنا صادر ہوا ہے بلکہ اس کیلئے مجرم میں کچھ شرطیں پائی جانی چاہیں۔

زنا محض یا بالفاظ دیگر غیر شادی شدہ جوڑے کے زنا کرنے کے معاملے میں شرط یہ ہے کہ مجرم ایک تو آزاد ہوں، جیسا کہ عالمگیری کے عبارت مذکور (ان کسان حراً) سے واضح ہے۔ اگر مجرم غیر محض غلام ہو تو ان کی سزا ۵ کوڑے ہیں۔ دوسرا یہ کہ عاقل ہو، اور تیسرا شرط یہ کہ بالغ ہو۔ اگر کسی مجنون یا کسی بچے سے یہ فعل سرزد ہو تو وہ حد زنا کا مستحق نہیں ہے۔

زنا بزنا غیر یا زنا بعد احسان کی سزا:

یہ امر کہ زنا بزنا غیر یا زنا بعد احسان کی سزا کیا ہے؟ قرآن مجید نہیں بتاتا بلکہ اس کا علم ہمیں حدیث سے حاصل ہوتا ہے۔ بکثرت معتبر روایات سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے نہ صرف قولاً اس کی سزا رجم (سنگساری) بیان فرمائی ہے، بلکہ عملاً آپ ﷺ نے متعدد مقدمات میں یہی سزا نافذ بھی کی ہے۔ پھر آپ ﷺ کے بعد چاروں خلفائے راشدین نے اپنے اپنے دور میں یہی سزا نافذ کی اور اسی کے قانونی سزا ہونے کا بار بار اعلان کیا۔ صحابہ کرام اور تابعین میں یہ مسئلہ بالکل متفق علیہ تھا۔ کسی ایک شخص کا بھی کوئی قول ایسا موجود نہیں جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ قرن اول میں کسی کو اس کے ایک ثابت شدہ حکم شرعی ہونے میں کوئی شک تھا۔ ان کے بعد تمام زمانوں اور ملکوں کے فقہائے اسلام اس بات پر متفق رہے ہیں کہ یہ ایک سنت ثابتہ ہے۔ کیونکہ اس کی صحت کے اتنے متواتر اور قوی ثبوت موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے کوئی صاحب علم اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

ہدایہ میں اس (زنا بزنا غیر یا زنا بعد احسان) کے متعلق یوں ذکر ہے کہ:

واذا وجب الحد وکان الزانی محصناً رجمه بالحجارة حتی یموت لانه

عليه السلام رجم ما عزا وقد احصن وقال في الحديث المعروف وزنا بعد الاحصان

وعلى هذا اجماع الصحابة (۱۰)

ترجمہ:- جب حدود واجب ہوئی اور زنا کرنے والا محسن ہے تو (حاکم) اس کو پتھروں سے سنگسار کرے یہاں تک کہ مر جائے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے اعز ابن مالک کو رجم کیا در حالیکہ وہ محسن تھا اور حدیث معروف میں ہے وان زنا بعد لاحسان اور اسی پر صحابہؓ کا اجماع ہے۔
ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

لا یحل دم امرئى مسلم الا باحدى ثلث زنا بعد احسان او کفر بعد اسلام او قتل

نفس بغير حق (۱۱)

ترجمہ:- کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں ہے مگر تین (باتوں) میں سے کوئی ایک (بات) ہو۔ خواہ وہ محسن (شادی ہونے) احسان کے بعد زنا کرے (یعنی رجم کیا جائیگا) یا اسلام کے بعد کافر (مرتد) ہو جائے (یعنی اگر اسلام نہ لایا تو قتل کر دیا جائے) یا کسی جان کو ناحق قتل کرے (یعنی قصاصاً قتل کیا جائے)۔

زنا بزن غیر کے سزا دینے کیلئے شرائط:

زنا بعد احسان کے بعد سزا دیتے وقت جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے وہ حسب ذیل

ہیں:

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ مجرم آزاد ہو۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ کیونکہ قرآن خود اشارہ کرتا ہے کہ غلام کو رجم کی سزا نہیں دی جائیگی۔ سورہ نساء میں یہ بات ذکر ہے کہ لونڈی اگر نکاح کے بعد زنا کی مرتکب ہو تو اسے غیر شادی شدہ آزاد عورت کی بہ نسبت آدھی سزا دینی چاہیے۔ لہذا فقہاء نے تسلیم کیا ہے کہ قرآن کا یہی قانون غلام پر بھی نافذ ہوگا۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مجرم باقاعدہ شادی شدہ ہو، یہ شرط بھی متفق علیہ ہے۔ اور اس شرط کی رو سے کوئی ایسا شخص جو ملک یمن کی بناء پر تہن کر چکا ہو، یا جس کا نکاح کسی فاسد طریقے سے ہوا ہو، شادی شدہ قرار نہیں دیا جائے گا۔ یعنی اگر اس سے زنا کا صدور ہو تو اس کو رجم کی نہیں بلکہ کوڑوں

کی سزا دی جائے گی۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس کا محض نکاح ہی نہ ہوا ہو بلکہ نکاح کے بعد غلطی صحیحہ بھی ہو چکی ہو صرف عقد نکاح کسی مرد کو محض یا عورت کو محض نہیں بنادیتا کہ زنا کے ارتکاب کی صورت میں ان کو رجم کیا جائے۔ اس شرط پر بھی اکثر فقہاء متفق ہیں۔ مگر امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ اس میں اتنا اضافہ اور کرتے ہیں کہ ایک مرد یا ایک عورت کو محض صرف اسی صورت میں قرار دیا جائے گا جبکہ نکاح اور غلطی صحیحہ کے وقت زوجین آزاد، بالغ اور عاقل ہوں۔ اس مزید شرط سے جو فرق واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر ایک مرد کا نکاح ایسی عورت سے ہوا ہو جو لونڈی، یا نابالغ، یا مجنون ہو، تو خواہ وہ اس حالت میں اپنی بیوی سے لذت اندوز ہو بھی چکا ہو، پھر بھی ”مرتکب زنا ہونے کی صورت میں رجم کا مستحق نہ ہوگا“۔ یہی معاملہ عورت کا بھی ہے کہ اگر اس کو اپنے نابالغ یا مجنون یا غلام شوہر سے لذت اندوز ہونے کا موقع مل چکا ہو، پھر بھی وہ مرتکب سزا ہونے کی صورت میں رجم کی مستحق نہ ہوگی۔

۴۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ مجرم مسلمان ہو۔ اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ، اور امام یوسفؒ اور امام احمدؒ اس کو نہیں مانتے۔ انکے نزدیک ذمی بھی اگر زنا بعد احسان کا مرتکب ہوگا تو رجم کیا جائے گا۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اس امر پر متفق ہیں کہ زنا بعد احسان کی سزا رجم صرف مسلمان کیلئے ہے۔ اس کے دلائل میں سے سب سے زیادہ معقول اور وزنی دلیل یہی ہے کہ ایک آدمی کو سنگساری جیسی خوفناک سزا دینے کیلئے ضروری ہے کہ وہ مکمل احسان کی حالت میں ہو اور پھر بھی زنا کے ارتکاب سے باز نہ آئے۔

احسان کا مطلب ہے ”اخلاقی قلعہ بندی“ اور اس کی تکمیل تین حصاروں سے ہوتی ہے۔ اولین حصار یہ ہے کہ آدمی خدا پر ایمان رکھتا ہو، آخرت کی جواب دہی کا قائل ہو اور شریعت خداوندی کو تسلیم کرتا ہو۔ دوسرا حصار یہ ہے کہ وہ معاشرے کا آزاد فرد ہو، کسی دوسرے کی غلامی میں نہ ہو جس کی پابندیاں اسے اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے جائز تدابیر اختیار کرنے میں مانع ہوتی ہے، اور لاچار و مجبوری سے گناہ کر سکتی ہے۔ اور کوئی خاندان اسے اپنے اخلاق اور اپنی عزت کی حفاظت

میں مدد دینے والا نہیں ہوتا۔ تیسرا حصار یہ ہے کہ اس کا نکاح ہو چکا ہو اور اسے تسکین نفس کا جائز ذریعہ موجود ہو۔ یہ تینوں حصار جب پائے جاتے ہوں تب ”قلعہ بندی“ مکمل ہوتی ہے اور تب ہی وہ شخص بجا طور پر سنگساری کا مستحق قرار پاسکتا ہے جس نے ناجائز شہوت رانی کی خاطر تین حصار توڑ ڈالے۔ لیکن جہاں پہلا اور سب سے بڑا حصار، یعنی خدا اور آخرت اور قانون خداوندی پر ایمان ہی موجود نہ ہو وہاں یقیناً قلعہ بندی مکمل نہیں ہے اور اس بنا پر فحور کا جرم بھی اس شدت کو پہنچا ہوا نہیں ہے جو اسے انتہائی سزا کا مستحق بنا دے۔ (۱۲)

زنا بعد احسان کے سزا دینے کے لئے شرائط فتاویٰ عالمگیری میں اس طرح سے ذکر ہیں کہ:

واحسان الرجم أن يكون حراً عاقلاً بالغاً مسلماً قد تزوج امرأة حرة نكاحاً صحيحاً ودخل بها وهما على صفة الاحسان كذا في الكافي۔ فلا يكون محصناً بالخلوة الموجبة المهر والعدة ولا يكون محصناً بالجماع في النكاح الفاسد ولا بالجماع في النكاح الصحيح اذا كان قال لها ان تزوجتك فانت طالق لانها طلق بنفس العقد فجماعه اياها بعد ذلك يكون زناً الا انه لا يجب به الحد لشبهة اختلاف العلماء وكذا ان تزوج المسلم مسلمة بغير شهود فدخل بها هكذا في المبسوط (۱۳)

ترجمہ:- اور احسان رجم یہ ہے کہ مجرم آزاد، عاقل، بالغ مسلمان ہو، اس نے آزاد عورت سے نکاح صحیح سے شادی کی ہو اور اس سے دخول بھی کیا ہو اور حالیکہ دونوں میں صفت احسان موجود ہو اسی طرح کافی میں ذکر ہے۔ کوئی شخص (مجرم) صرف خلوت جو واجب کرنے والا ہو مہر اور عدت کو، سے محسن نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس جماع سے جو نکاح فاسد کے ذریعے کی ہو، اور نہ اس جماع سے جو نکاح صحیح کے ذریعے کی ہو لیکن اس (عورت) سے کہا ہو کہ اگر میں نے تم سے شادی کی تو طلاق ہے کیونکہ نفس عقد سے ہی طلاق دی تو اس وقت کے بعد اس کا جماع زنا ہوگا، لیکن یہ کہ

ان پر حد واجب نہیں ہوگا بوجہ شبہ پیدا ہونے سے علماء کے اختلاف کی وجہ سے۔ اور اسی طرح اگر مسلم مرد نے مسلمان عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کی اور اس کے ساتھ دخول کیا (پھر بھی انکے جماع کو زنا شمار کیا جائے گا لیکن علماء کے درمیان اختلاف سے پیدا ہونے والے شبہ کی وجہ سے حد واجب نہ ہوگا) اسی طرح مسبوط میں ذکر ہے۔

زنا بالجبر کے متعلق احکام:

فعل زنا کے مرتکب کو مجرم قرار دینے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس نے اپنی آزاد مرضی سے یہ فعل کیا ہو۔ جبر و اکراہ سے اگر کسی شخص کو اس فعل کے ارتکاب پر مجبور کیا گیا ہو تو وہ نہ مجرم ہے، نہ سزا کا مستحق۔ خود قرآن ان عورتوں کی معافی کا اعلان کرتا ہے جن کو زنا پر مجبور کیا گیا ہو۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

ولا نکروہوا فتيثكم على البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحياة الدنيا

ومن يكرههن فان الله من بعدا كراههن غفور الرحيم (۱۳)

ترجمہ:- اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دنیوی فائدوں کی خاطر فحشہ گری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ خود پاک دامن رہنا چاہتی ہوں اور جو کوئی ان کو مجبور کرے تو اس جبر کے بعد اللہ ان کیلئے بخشش والا مہربان ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر لونڈیاں خود بدکاری کی مرتکب ہو تو وہ اپنے جرم کی آپ ذمہ دار ہیں۔ لونڈیوں کو زنا پر مجبور کرنا حرام ہے اور اگر کسی نے ایسا کیا اور وہ لونڈیاں آقا کے جبر و اکراہ سے مغلوب ہو کر زنا میں مبتلا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرمادیں گے اور اس کا سارا گناہ مجبور کرنے والے پر ہوگا۔

اسی طرح احادیث میں تصریح ہے کہ زنا بالجبر کی صورت میں صرف زانی جابر کو سزا دی گئی اور جس پر جبر کیا گیا تھا اسے چھوڑ دیا گیا۔

عن وائل ابن حجر ان امرأة عرجت على عهد النبي ﷺ تريد الصلوة فتلقاها

رجل فقصی حاجته منها فصاحت وانطلق ومرت عصابة من المهاجرین فقالت ان ذلك الرجل فعل بی كذا وكذا، فاحذوا الرجل فاتوا به رسول الله ﷺ فقال لها اذهبی فقد غفر الله لك وقال للرجل الذی وقع علیها ارحموه (۱۵)

ترجمہ:- وائل بن حجر سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے عہد میں ایک عورت نماز کیلئے نکلی راستے میں ایک شخص نے اس کو گرا لیا اور زبردستی اس کی عصمت دری کی اس کے شور مچانے پر مہاجرین کا ایک گروہ آیا تو عورت نے کہا کہ اس آدمی نے میرے ساتھ یوں فعل کیا، لوگوں نے انہیں پکڑ کر حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ حضور ﷺ نے عورت سے فرمایا تو چلی جا اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے گا۔ اور آدمی سے کہا جس نے زبردستی زنا کیا تھا کہ انہیں رجم کرو۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص نے ایک لڑکی سے زنا بالجبر کا ارتکاب کیا۔ آپؐ نے اسے کوڑے لگوائے اور لڑکی کو چھوڑ دیا۔ ان دلائل کی بنیاد پر عورت کے معاملے میں تو قانون متفق علیہ ہے۔ لیکن اختلاف اس امر میں ہوا ہے کہ آیا مرد کے معاملے میں بھی جبر واکراہ معتبر ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں حضرات فہماء کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام شافعیؒ، اور امام حسن بن صالحؒ کہتے ہیں کہ مرد بھی اگر زنا کرنے پر مجبور کیا گیا ہو تو معاف کیا جائیگا۔ امام زفرؒ کہتے ہیں کہ اسے معاف نہیں کیا جائیگا، کیونکہ وہ انتشار عضو کے بغیر اس فعل کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ اور انتشار عضو اس امر کی دلیل ہے کہ اس کی اپنی شہوت اس کی محرک ہوئی تھی۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اگر حکومت یا اس کے کسی حاکم نے آدمی کو زنا پر مجبور کیا ہو تو سزا نہیں دی جائیگی، کیونکہ جب حکومت ہی جرم پر مجبور کرنے والی ہو تو اسے سزا دینے کا حق نہیں رہتا۔ لیکن اگر حکومت کے سوا کسی اور نے مجبور کیا ہو تو زانی کو سزا دی جائے گی، کیونکہ ارتکاب زنا بہر حال وہ اپنی شہوت کے بغیر نہ کر سکتا تھا اور شہوت جبرائیدہ نہیں کی جاسکتی۔ ان تینوں اقوال میں سے پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انتشار عضو کی دلیل ہو مگر رضا و رغبت کی لازمی دلیل نہیں ہے۔ (۱۶)

اسی سلسلے میں عین الہدایہ میں یوں ذکر ہے کہ:

اور جس مرد پر سلطان نے زبردستی کی یعنی اس کو قتل وغیرہ کا خوف دلایا حتیٰ کہ اس نے زنا کیا تو زانی پر حد نہ ہوگی اور امام ابوحنیفہؒ پہلے کہتے تھے کہ حد ماری جائیگی اور یہی امام زفرؒ کا قول ہے، اس واسطے کہ مرد سے زنا تب ہی صادر ہوتا ہے کہ اس کا آلہ منتشر ہو یعنی قائم ہو۔ اور منتشر ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اس نے بخوابش خاطر ایسا کیا، پھر امام ابوحنیفہؒ نے اس سے رجوع کر کے کہا کہ اس پر حد نہیں ہے کیونکہ جس سبب نے اس کو اس فعل پر آمادہ کیا وہ ظاہر قائم ہے اور انتشار کو دلیل گرداننے میں تردد ہے کیونکہ انتشار کبھی بغیر قصد کے ہو جاتا ہے یعنی بمقتضائے طبیعت کے ہوتا ہے نہ بقصد و ارادہ جیسے خواب میں ہے پس شبہ پیدا ہو گیا۔

اور اگر اس کو سوائے سلطان کے کسی اور نے مجبور کیا ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حد مارا جائیگا اور صاحبین (امام یوسفؒ و امام محمدؒ) نے کہا حد نہیں مارا جائیگا، کیونکہ صاحبین کے نزدیک زبردستی کبھی سلطان کے سوا کسی دوسرے شخص سے بھی متحقق ہو سکتا ہے اس لئے کہ مؤثر تو خوف ہلاکت ہے اور یہ دوسرے کی طرف سے بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے کی طرف سے جو زبردستی ہو وہ پائیدار نہیں ہوتا مگر شاذ و نادر، کیونکہ اس کو اختیار ہے کہ سلطان سے فریاد کرے یا مسلمانوں کی جماعت سے مدد مانگے یا خود اس کو ہتھیار کے ذریعے سے دفع کرے اور جو چیز نادر ہو، اس کا کچھ حکم نہیں ہوتا۔ تو ایسے زبردستی سے حد ساقط نہ ہوگی، بخلاف سلطان کے کہ اس کا زبردستی معتبر ہے۔ کیونکہ وہ دوسرے سے مدد نہیں لے سکتا اور نہ سلطان پر ہتھیار اٹھا سکتا ہے۔ تو سلطان وغیرہ سلطان میں فرق ہو گیا۔ (۱۷)

فتاویٰ مالگیری میں اس حوالے سے فتویٰ حسب ذیل ذکر ہے:

من اکره السلطان حتیٰ زنی فلا حد علیہ وکان ابوحنیفہ اولا یقول یحد ثم رجع فقال لا یحد، وان اکره غیر سلطان قال ابو یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ لا یحد کذا فی فتح القلندر علیہ الفتویٰ (۱۸)

ترجمہ:- اگر کسی کو سلطان نے زنا کرنے پر مجبور کر دیا یہاں تک کہ زنا کر لیا تو اس پر حد جاری نہ ہوگی اور امام ابو حنیفہؒ پہلے کہتے تھے کہ حد ماری جائیگی پھر اس سے رجوع کیا۔ اور اگر اس کو سلطان کے سوا کسی اور نے مجبور کیا، تو ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک حد نہیں مارا جائیگا، اسی طرح سے فتح القدیر میں ذکر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

سیاہ کاری کے مرتکب مرد و عورت کو از خود قتل کرنا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

اسلامی قانون حکومت کے سوا کسی کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ زانی اور زانیہ کے خلاف کاروائی کرے اور عدالت کے سوا کسی کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اس پر سزا دے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں اس کے حوالے سے یوں مرقوم ہے کہ:

مسئل الهندوانی رحمة الله تعالى عن رجل وجد مع امرأته رجلا يحل له قتله ان كان يعلم انه يتزجر عن الزنا بالصباح والضرب بما دون السلاح لا يحل وان علم انه لا يتزجر الا بالقتل حل له القتل وان طاعته المرأة حل له قتلها أيضا (۱۹)

ترجمہ:- شیخ ابو جعفر ہندوئیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ دوسرے (یعنی اجنبی غیر محرم) کو دیکھا پس اس کا قتل کر دینا اس کو روا ہے؟ فرمایا کہ اگر وہ جانتا ہو کہ یہ چھینے یا جتھار کے سوا دوسری چیز سے مارنے سے زنا سے منزر ہوگا اور باز رہے گا تو اس کا قتل کرنا حلال نہیں ہے اور اگر جانتا ہو کہ سوائے قتل کے وہ منزر نہ ہوگا تو اس کو اس کا قتل کر دینا حلال ہے اور اگر اس کی بیوی نے اس کی مطاوعت کی ہو تو بیوی کا قتل کر دینا بھی روا ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند یعنی امداد المفتین میں اس کے متعلق یوں بتایا گیا ہے کہ:

اگر کدام کس زن خود را بہمراہ کسے در حالت مباشرت زنا دید یا متلوث بد و اعی زنا دید، یا در خلوت خاصہ دید، پس آنشخص را حلال است کہ آن زن را یا ہر دو را قتل کند، وضمان نمیشود بشرطیکہ این مباشرت و ما فی حکمہا را بہ بینہ عاد لہ ثابت کند (۲۰)

ترجمہ:- اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کسی اجنبی کے ساتھ حالت مباشرت زنا میں دیکھا یا

زنا کے دعوت میں ملوث دیکھا یا کسی خاص تنہائی میں دیکھا تو اس شخص کیلئے اس عورت یا مرد و عورت دونوں کو قتل کرنا جائز ہے اور اس شخص پر ضمان بھی نہیں ہوگا بشرطیکہ اس مباشرت اور وافی حکمہا کو بینہ عادلہ کے ذریعے ثابت کروے۔

آگے لکھا گیا ہے کہ:

رجل رأى رجلا مع امرأته يزني بها أو يقبلها أو يضمها إلى نفسه وهي مطاوعة فقتله أو قتلها لا ضمان عليه ولا يحرم من ميراثها إن اثبتته بالبينة أو بالاقراء ولا رأى رجل مع امرأته في مفازة خالية أو رآه مع محارمه هكذا ولم ير منه الزنا ودواعيه قال بعض المشائخ حل قتلها وقال بعضهم لا يحل حتى يرى منه العمل أي الزنا ودواعيه (٢١)

ترجمہ:- اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی کو دوسرے شخص کے ساتھ زنا کرتے ہوئے یا چھومتے ہوئے دیکھا یا وہ شخص اسکی بیوی کو اپنے طرف کھینچتے ہوئے دیکھا اور وہ عورت راضی تھی پھر اس شخص کے قتل یا دونوں کے قتل کرنے سے اس پر کوئی ضمان نہیں اور نہ وہ اس عورت کے میراث سے محروم ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ (قاتل) بینہ یا ان کے اقرباء سے (انکے زنا کو) ثابت کر دے۔ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو دوسرے شخص کے ساتھ خالی مقام میں دیکھا یا اپنے محارم کے ساتھ دیکھا اور ان سے زنا یا دواعی زنا نہ دیکھا تو بعض مشائخ کہتے ہیں کہ ان کا قتل جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کا قتل جائز نہیں یہاں تک کہ ان سے عمل زنا یا دواعی زنا نہ دیکھے (تو پھر قتل جائز ہے)۔

خانیہ میں اس کے متعلق یوں حکم دیا گیا ہے کہ:

رجل رأى رجلا يزني بامرأته أو بامرأة رجل آخر أو هو محصن فصاح به فلم يهرب ولم يمتنع عن الزناء حل لهذا الرجل قتله فان قتله لا قصاص عليه (٢٢)

ترجمہ:- اگر کسی شخص نے دوسرے شخص محسن کو اپنی بیوی یا کسی دوسرے شخص کی بیوی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا اور اس پر آواز (چیخ) لگائی لیکن وہ ڈر نہیں، اور زنا کرنے سے منع

نہ ہوا، تو اس شخص کے لئے اس (زانی) شخص کا قتل جائز ہے، پھر اگر اس نے قتل کیا تو اس پر قصاص بھی نہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ذکر ہے کہ:

لكل مسلم اقامة التعزير حال مباشرة المعصية اما بعد المباشرة فليس ذالك لغير الحاكم (۲۳)

ترجمہ:- بحالت مباشرت گناہ (زنا) کے ہر مسلمان تعزیر قائم کر سکتا ہے جبکہ بعد مباشرت کے اس طرح نہیں (یعنی مباشرت کے بعد کوئی شخص از خود تعزیر قائم نہیں کر سکتا) بغیر حاکم کے (یعنی تب صرف حاکم ہی تعزیر دے سکتا ہے)۔

کتاب الفقہ علی المذہب الاربعہ میں اس حوالے سے تفصیل حسب ذیل ہے:

و كثير ما نرى الناس يقتل بعضهم بعضا من جراء الزنا مولدالك نجد القوانين في كل الشرائع قد رفعت القصاص عن قاتل الزاني بأمرته لأنها ترى ان هذه الحياة تستوجب قتل مرتكبها - اختلف العلماء في حكم من وجد مع امرته رجلا وتحقق وجود الفاحشه منهما فقتله، هل يقتل أم لا - الجمهور قالو، لا يصحان يقدم الرجل على قتل رجل وجده عند زوجته وتحقق من ارتكابه الفاحشه لما روى البخاري عن ابي هريرة ؓ ان سعد ابن عباد ؓ قال يا رسول وحدث مع امرأتى رجلا مهله حتى أتى بأربعة شهداء؟ فقال رسول الله ﷺ نعم فان قتله يقتص منه، الا ان ياتي ببينة على ارتكاب جريمة الزناء وهو محصن او يعترف المقتول بذالك - أما اذا قتلهما، و احدهما ولم يستطع ان يأتي بالبينة واحضار الشهداء على الزناء، أو الاعتراف - فانه يطالب بالقيود، والقصاص، أو لدية، لانه يجوز لرجل أن يدعو رجلا آخر لدخول بيته لعمل شئ ثم يقتل لضعن في نفسه ويقول وحدث مع امرأته كذا - ويجوز أن يقتل الرجل زوجته ليتخلص منها لشئ في نفسه ثم يدعى عليها زورا، أنه وجد معها

رجلا یزنی بہا ، لذلک احتاط الشارع فی ہذا الامر حفظا لارواح بانہ یجب علی القاتل اقامۃ البینۃ علی دعواہ ، فان استطاع اقامۃ البینۃ فلا شئی علیہ ۔

وذهب بعض السلف الی أنہ لا یقتل أصلا ، ویعزر فی ما فعلہ ، اذا ظهرت امارات صدقہ ، یکشف الطیب الصادق علیہما ، او وجود شہات سابقۃ علی سوء سلوک الزوجۃ ، او اشتہار المقتول بالزنا او غیر ذلک ۔

الحنا بلہ والمالکیہ قالو ، ان أتى بشاہدین علی أنہ قتله بسبب الزنا ، وکان المقتول محصنا فلا شئی علیہ۔ ولا شئی علیہ ، وأما بعد أنتہاء الفعل فیأتی بیناؤ یمتص منه ان کان بکرا۔ الشافعیہ قالو ، اذا وجد الرجل مع امرأۃ رجلا فادعی ا نہ ینال منها بان یوجب الحد وھما ثببان فقتلھما او احدھما ، ولم یأت بالبینۃ کان علیہ القود أبھما قتل ، الا ان یشاء الاولیاء الدم أخذ الدیت ، أو العفو (۲۴)

ترجمہ :- بہت سے لوگوں کو ہم دیکھتے ہی کہ بعض دوسروں کو زنا کی وجہ سے قتل کرتے ہیں اسی وجہ سے تمام شرائع میں (اس حوالے سے) قوانین ملتے ہیں کہ اپنی بیوی سے زنا کرنے والے کو قتل کرنے سے قاتل سے قصاص اٹھایا گیا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ خیانت (یعنی زنا) ان کے مرتکبین کا قتل واجب کر دیتا ہے۔ علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ کوئی شخص پایا اور ان دونوں سے غاشی کے وجود کا تحقیق ہوا اور اسے قتل کر دیا ، کیا وہ (قاتل بدلے میں) قتل کیا جاتا ہے کہ نہیں؟

جہور علماء فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں کسی شخص کا اقدام کرنا اس آدمی کے قتل کرنے پر جسے اس نے اپنی بیوی کے ساتھ (زنا کرتے ہوئے) پایا ہو ، اور ان سے نفس (زنا کا) ارتکاب بھی متحقق ہوا ہو۔ جیسے امام بخاری نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ ”سعد ابن عبادہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو دیکھوں میں چار گواہ لانے تک انہیں مہلت دوں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا ہاں“ اگر اس نے اسے قتل کیا تو اسے قصاص کیا جائے گا۔

مگر یہ کہ وہ ان کے زنا کے جرم میں مرتکب ہونے پر بینہ (گواہ) لے آئے، اور وہ محسن ہو یا مقتول (موت سے قبل) خود اس کا اعتراف کرے۔ اگر ان دونوں یا ان میں سے ایک کو قتل کیا اور حال یہ کہ وہ زنا پر گواہ لانے پر قادر نہ ہوا، یا اس نے اعتراف نہ کیا، ان سے قصاص یا دیت کا مطالبہ کیا جائے گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کو اپنے گھر میں کسی کام کیلئے بلائے پھر اسے قتل کرے اور یہ جھوٹ بول کر کہے کہ میں نے اسے اپنی بیوی کے ساتھ پایا۔ اور ہو سکتا ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے کسی وجہ سے جان چھڑانے کے لئے اسے قتل کرے پھر اس پر جھوٹا دعویٰ کرے کہ اس نے اس (بیوی) کے ساتھ کسی کو زنا کرتے ہوئے دیکھا۔ اس لئے شارع نے اس امر میں جانوں کی حفاظت کیلئے احتیاط کیا ہے، کہ قاتل پر اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے بینہ (گواہ) پیش کرنا لازم ہے، پس اگر وہ گواہ قائم کرنے پر قادر ہو تو اس پر کوئی چیز نہیں۔

بعض اسلاف اس طرف گئے ہیں کہ وہ (قاتل) بالکل قتل نہیں کیا جاتا، وہ اپنے کئے ہوئے پر اس دقت معذور سمجھا جائے گا۔ جب اس کے صداقت کی نشانیاں سچے ڈاکٹر کی تفتیش کرنے سے ان کے خلاف ظاہر ہوں، یا بیوی کے سابقہ غلط چلن کے شہادت موجود ہوں یا مقتول زنا میں شہرت رکھتا ہو وغیرہ۔

حنابلہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر اس (قاتل) نے دو گواہوں کو اس پر پیش کر دیئے کہ اس نے انہیں زنا کی وجہ سے قتل کر دیئے ہیں اور مقتول محسن تھا تو اس (قاتل) پر کوئی چیز نہیں۔
 ہادیہ کہتے ہیں کہ اس مرد کیلئے جو اپنی بیوی یا ماں یا بیٹی کے ساتھ کسی کو (زنا کرتے ہوئے) پائے تو اس کیلئے انکاعین (زنا) کے فعل کے وقت قتل کرنا جائز ہے اور اس پر کچھ بھی نہیں اور اگر فعل (زنا) کے بعد قتل کر دیئے تو اس کو گواہ پیش کرنے ہو گئے یا وہ قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ باکرہ ہوں۔

شوافع کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو دیکھا پھر اس نے دعویٰ کیا کہ اس نے ان سے ایسی چیز دیکھی جس سے حد واجب ہوتا ہے (یعنی زنا کا عمل دیکھا)

در حالیکہ وہ دونوں شادی شدہ تھے، ان دونوں یا ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور اس (قاتل) نے گواہ پیش نہیں کئے تو اس پر قود ہے چاہے ان میں سے جس کو بھی قتل کیا ہو، ہاں اگر ان (مقتولین) کے اولیاء چاہے دیت لے یا معاف کر دے۔

حکم اخروی کے متعلق فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں مولانا عزیز الرحمن لکھتے ہیں کہ:

اگر زید نے اپنی اخت کو اپنی آنکھ سے زنا کرتے دیکھا یا اخت نے خود زید سے کہا کہ میں نے زنا کیا ہے اور زید نے اپنی اخت کو جان سے ماری۔ یا زید کو کسی طریقے سے یقین ہو گیا کہ میری فلاں محرمہ نے زنا کیا ہے اور زید نے اس کو کسی طریقے سے جان سے ماری تو زید پر اس صورت میں مواخذہ اخروی ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ لوجاؤا علیہ باربعة شہداء واذلم یأتوا بالشہداء فاولک عند اللہ ہم الکاذبون (۲۵)

نیل الاوطار میں علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ جو شخص بیوی کی بدکاری دیکھے اور لعان کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے قتل کا مرتکب ہو جائے اس کے بارے میں اختلاف ہے۔

وقیل بل یقتل بہ لانه لیس لہ ان یقیم الحد بغیر اذن الامام وقال بعض السلف لا یقتل اصلاً وبعذر فیما فعله اذا ظهرت امارات صلقه، وشرط احمد واسحاق ومن تبعہ ان یاتی بشاہدین انه قتله بسبب ذالک، ووافقہم ابن القاسم وابن حبیب من المالکیہ لکن المقتول قد احصن (۲۶)

ترجمہ:- ایک گروہ کہتا ہے کہ اسے (یعنی قاتل کو قصاصاً) قتل کیا جائے گا، کیونکہ اس کو بطور خود مد جاری کرنے کا حق نہ تھا، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے فعل پر کوئی مواخذہ ہوگا بشرطیکہ اس کی صداقت ثابت ہو جائے (یعنی یہ کہ فی الواقع اس نے زنا ہی کے ارتکاب پر یہ فعل یعنی قتل کیا ہے)۔ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ اسے اس امر کے دو گواہ لانے ہوئے کہ قتل کا سبب یہی تھا۔ مالکیہ میں سے ابن القاسم اور ابن حبیب اس پر مزید شرط یہ لگاتے ہیں کہ زانی جسے قتل کیا گیا وہ شادی شدہ ہو، ورنہ کنوارے (انی) قتل کرنے پر اس سے قصاص

لیا جائے گا۔

ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں کہ، ”مگر جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اس کو قصاص سے صرف اس صورت میں معاف کیا جائے جبکہ وہ زنا کے چار گواہ پیش کرے، یا مقتول مرنے سے پہلے خود اس امر کا اعتراف کر چکا ہو کہ وہ اس کی بیوی سے زنا کر رہا تھا اور مزید یہ کہ مقتول شادی شدہ ہو۔“ (۲۷)

لہذا جمہور فقہاء کے مسلک کے مطابق یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر کوئی شخص بیوی کی بد کاری دیکھے اور لہان کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے انہیں قتل کر دیں تو اسے یا تو چار گواہ پیش کرنے ہونگے یا اگر مقتول مرنے سے پہلے جرم زنا کا اقرار کرے اور یہ کہ مقتول شادی شدہ ہو، تو ان صورتوں میں یہ قاتل قصاص سے بچ جائے گا ورنہ اس قاتل کو قصاص کیا جائے گا۔

سیاہ کاری کا شبہ ظاہر کرنے یا الزام لگانے کے متعلق اسلامی تعلیمات

ارشاد خداوندی ہے:

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا بأربعة شہداء فاجلدوہم ثمانین

جلدة ولا تقبلوا لہم شہادة ابد۱ واولئک ہم الفاسقون (۲۸)

ترجمہ:- اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان

کو اسی کوڑے مار دو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔

اس آیت کے تفسیر میں مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ:

زنا چونکہ سارے جرائم سے زیادہ معاشرے میں بگاڑ اور فساد کا ذریعہ ہے اس لئے اس

کی سزا شریعت اسلام نے دوسرے سب جرائم سے زیادہ سخت رکھی ہے۔ اس لئے عدل و انصاف کا

تقاضا تھا کہ اس معاملہ کے ثبوت کو بڑی اہمیت دی جائے، بغیر شرعی ثبوت کے کوئی کسی مرد یا عورت

پر زنا کا الزام یا تہمت لگانے کی جرأت نہ کر سکے۔ اس لئے شریعت اسلام نے بغیر ثبوت شرعی کے

(جس کا نصاب چار مرد گواہ عادل ہونا ہے) اگر کوئی کسی پر تہمت صریح زنا کی لگائے تو اس تہمت

لگائے کو بھی شدید جرم قرار دیا اور اس جرم پر بھی خد شرعی اسی کوڑے مقرر کیا، جس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ کسی شخص پر زنا کا الزام کوئی شخص اسی وقت لگانے کی جرأت کرے گا جبکہ اس نے اس فعل خبیث کو خود اپنی آنکھ سے دیکھا بھی ہو اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کو یہ یقین ہو کہ میرے ساتھ اور تین مردوں نے دیکھا ہے اور وہ گواہی دیں گے۔ کیونکہ اگر دوسرے گواہ ہیں ہی نہیں یا چار سے کم ہیں یا ان کی گواہی دینے میں شبہ ہے تو اکیلا یہ شخص گواہی دے کر تہمت زنا کی سزا کا مستحق بننا کسی حال گوارا نہ کرے گا۔ (۲۹)

ابوالاعلیٰ مودودی اس آیت کے تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

اس حکم کا منشا یہ ہے کہ معاشرے میں لوگوں کی آشنائیوں اور ناجائز تعلقات کے چرچے قطعی طور پر بند کر دیئے جائیں کیونکہ اس سے بے شمار برائیاں پھیلتی ہیں اور ان میں سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ اس طرح غیر محسوس طریقے پر ایک عام زنا کارانہ ماحول بنتا چلا جاتا ہے۔ ایک شخص مزے لے کر صحیح یا غلط گندے واقعات دوسرے کے سامنے بیان کرتا ہے..... لہذا شریعت ایک طرف حکم دیتی ہے کہ اگر کوئی زنا کرے اور شہادتوں سے اس کی جرم ثابت ہو جائے تو اس کو وہ انتہائی سزا دو جو کسی اور جرم پر نہیں دی جاتی اور دوسری طرف وہ فیصلہ کرتی ہے کہ جو شخص کسی پر زنا کا الزام لگائے وہ یا تو شہادتوں سے اپنا الزام ثابت کرے ورنہ اس پر اسی کوڑے برسا دو تا کہ آئندہ بھی وہ اپنی زبان سے ایسی بات بلا ثبوت نکالنے کی جرأت نہ کرے۔ بالفرض اگر الزام لگانے والے نے کسی کو اپنی آنکھ سے بھی بدکاری کرتے دیکھ لیا ہو تب بھی اسے خاموش رہنا چاہیے اور دوسرے تک اسے نہ پہنچانا چاہیے تاکہ گندگی جہاں ہے وہیں پڑی رہے آگے نہ پھیل سکے۔ البتہ اگر اس کے پاس گواہ موجود ہیں تو معاشرے میں بے ہووہ چرچے کرنے کے بجائے معاملہ حکام کے پاس لے جائے اور عدالت میں ملزم کا جرم ثابت کر کے اسے سزا دلوائے۔ (۳۰)

محسنت کی تشریح:

یہاں ایک بات ذہن نشین رہے کہ اگرچہ آیت مذکور میں الفاظ یرمون المحصنت

(پاک دامن عورتوں پر الزام لگائیں) استعمال ہوئے ہیں لیکن فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ حکم صرف عورتوں ہی پر الزام لگانے تک محدود نہیں ہے بلکہ پاک دامن مردوں پر بھی الزام لگانے کا یہی حکم ہے۔ یعنی حکم شرعی اشراک علت کے سبب سے عام ہے کوئی عورت دوسری عورت پر یا کسی مرد پر یا اسی طرح کوئی مرد کسی دوسرے مرد یا عورت پر تہمت زنا لگائے اور ثبوت شرعی موجود نہ ہو تو یہ سب اسی سزائے شرعی (یعنی حد قذف اسی کوڑے) کے مستحق ہونگے۔ جس طرح کے علامہ شوکانی نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ:

المراد بالمحصنات النساء، وخصهن بالذکر لان قذفهن أشنع والعارفین اعظم ویلحق الرجال بالنساء فی هذا حکم بلا خلاف بین العلماء هذه الامة (۳۱)
ترجمہ:- محصنات سے (یہاں) مراد عورتیں ہیں اور عورتوں کو ذکر کرنے میں اس لئے خاص کیا کہ انکا قذف زیادہ برا اور ان میں عار بڑا ہے۔ اور اس امت کے علماء کے درمیان بغیر کسی اختلاف کے اس حکم میں مردوں کو عورتوں کے ساتھ ملحق کر دیا۔

لہذا ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے پر زنا کا الزام لگائے تو سب سے پہلے انہیں اپنے دعویٰ کو سچ ثابت کرنے کیلئے چار گواہ پیش کرنے ہوں گے۔ اگر چار گواہ پیش نہ کئے تو ان پر ایک تو حد قذف جاری کیا جائے گا، دوسرا یہ کہ کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی اور تیسرا یہ کہ وہ فاسق ہے۔

شرط گواہی اور حد قذف:

انہی گواہوں اور حد قذف کے متعلق قاضی ثناء اللہ پانی پتی یوں فرماتے ہیں کہ:

ثم لم یاتوا بأربعة شهداء بعد انکار المقذوف فلو اقر المقذوف علی نفسه بالزنی او اقام القاذف أربعة من الشهود علی الزنی سقط الحد عن القاذف۔ ولو شهد أربعة علی الزنی متفرقین غیر مجتمعین لا یجب حد الزنی علی المقذوف عند ابی حنیفۃؒ لکن یسقط حد القذف عن القاذف لوجود النصاب، والاجتماع انما

شرط احتیاطا لدراء حد الزنی لا لایحباب حد القذف (۳۲)

ترجمہ:- پھر نہ لائے چار مرد گواہ، یعنی مہتمم بالزنی نے اگر زنا کا انکار کیا اور تہمت زنا لگانے والا چار گواہ نہ پیش کر سکا تو تہمت لگانے والے کو کوڑے مارو اور اگر چار گواہ زنا کے پیش کر دیئے تو اب قذف کرنے والا سبکدوش ہو جائے گا اس کے اوپر حد قذف جاری نہیں کی جائے گی) بلکہ ثبوت زنا مکمل ہو جانے کی وجہ سے زانی کو سنگسار یا کوڑے مارے جائیں گے) اگر چار گواہ زنا کے تو پیش کر دیئے لیکن مختلف اوقات میں متفرق طور پر پیش کئے اور سب گواہ مجتمع ہو کر نہیں آئے تو زنا کا ثبوت نہ ہوگا اور جس پر تہمت لگائی گئی ہے اس پر حد زنا جاری نہ ہوگی، امام ابو حنیفہ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن تہمت لگانے والا بھی مستحق سزا نہیں رہے گا وہ بھی حد قذف سے محفوظ ہو جائے گا، کیونکہ زنا کی شہادت کی تعداد تو بہر حال موجود ہے گواہوں کے ساتھ ساتھ آنے کی شرط محض احتیاطا لگائی گئی ہے تاکہ زنا کی حد ساقط ہو جائے۔ قاذف (تہمت لگانے والے) پر حد قذف لازم کرنے کیلئے شرط نہیں لگائی گئی ہے۔ (کہ اگر گواہ اجتماعی شکل میں شہادت نہ دیں یا ساتھ ساتھ نہ آئیں تو قاذف پر حد جاری کر دی جائے)

جبکہ فتاویٰ عالمگیری میں اس کے متعلق یوں ذکر ہے کہ:-

واتحاد المجلس شرط لصحة الشهادة عندنا حتى لو شهدوا متفرقين لا

تقبل شهادتهم ويحلون حد القذف۔ (۳۳)

ترجمہ:- اور ہمارے نزدیک شہادت صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مجلس شہادت متحد ہو حتیٰ کہ اگر گواہوں نے مختلف مجلسوں میں گواہی دی تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور سب کو حد قذف کی سزا دی جائے گی۔

حاشیہ ابن عابدین میں اسی سے ملتا جلتا عبارت یوں مذکور ہے کہ:

ويثبت بشهادة اربعة رجال في مجلس واحد فلو جاؤوا متفرقين حلوا، حدا

لقذف ولو جاؤوا فرادى وقعدوا مقعد الشهود وقام الى القاضي واحد بعد واحد

قبلت شہاد تہم ہوان کانوا خارج المسجد حد وجميعا، وعبر بالمسجد لانه محل جلوس القاضی یعنی ان اجتماعہم يعتبروا فی مجلس القاضی لاخارجه، فلو اجتمعوا خارجه ودخلوا عليه واحدا بعد واحد فہم متفرقون فیحدون (۳۴)

ترجمہ:- (زنا) چار مردوں کے مجلس شہادت متحد ہونے سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر وہ علیحدہ آئے تو ان کو حد قذف مارا جائے گا۔ اور اگر علیحدہ علیحدہ آئے اور گواہوں کے جگہ پر کھڑے ہوئے اور قاضی کے سامنے ایک بعد دوسرے کے اٹھا تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔ اگر وہ مسجد سے باہر تھے تو سب کو حد قذف مارا جائے گا اور مسجد سے تعبیر اس وجہ سے کیا کہ یہ مسجد قاضی کے بیٹھنے کی جگہ ہے تو مطلب یہ کہ ان (گواہوں) کا اجتماع مجلس قاضی میں معتبر ہے نہ کہ باہر۔ اگر وہ (گواہ) مجلس قاضی سے باہر ہوں اور ایک بعد دوسرے کے آکر گواہی دے تو ان کا حکم متفرق کا ہے لہذا ان سب کو حد (قذف) مارا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ چار گواہوں کی مجلس واحد میں گواہی لازمی ہے اگر گواہ چار سے کم ہوں یا مجلس متحد نہ ہو تو گواہوں پر حد قذف جاری ہوگا۔ اسی بات کو قاضی ثناء اللہ پانی پتی یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

ومن هذه الآية يثبت انه لو نقص عدد الشهود عن الاربعة حد والانهم قذفوه لانها لحسبة عند نقصان العدد وخروج الشهادة عن القذف انما هو باعتبار الحسبة (۳۵)

ترجمہ:- اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر گواہوں کی تعداد چار سے کم ہو تو ان پر حد قذف جاری کی جائے گی (اللہ کی قائم کی ہوئی حد معطل نہ ہو اور مجرم آزادی کے ساتھ جرم نہ کریں) اس نیت خیر کیلئے زنا کی اور ہر جرم کی شہادت کی ضرورت تھی اور چار سے کم گواہ ہوں تو یہ غرض حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر گواہوں کی گواہی صرف بدنام کرنے اور مسلمانوں کے آبروریزی کے جذبہ کے زیر اثر مانی جائے گی بلکہ واقع میں بھی ایسا ہی ہوگا، کیونکہ جب گواہوں کو معلوم ہے کہ

ہماری شہادت کی تعداد کم ہے اور حد زنا ہم جاری نہیں کر سکتے تو پھر گواہی کیوں دیتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نیت میں شر ہے وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان کی رسوائی ہو اور خواہ جرم زنا ثابت نہ ہو سکے۔

حد قذف ۸۰ کوڑے ہیں جیسا کہ آیت مذکور سے خود معلوم ہوتا ہے یعنی کہ فاسا جلد و ہم ثمنین جلدہ (یعنی ان کو اسی ۸۰ کوڑے مارو) جس طرح کہ عالمگیری میں درج ہے کہ:

حدہ الحاکم ثمانین سوطا ان کان القاذف حرا وان کان عبدا حدہ

اربعین سوطا (۳۶)

ترجمہ:- قاذف کو حاکم اسی ۸۰ کوڑے مارے گا اگر آزاد ہو، اور اگر غلام ہوگا تو چالیس کوڑے مارے گا۔

حد قذف میں چونکہ حق العبد یعنی جس پر تہمت لگائی گئی ہے اس کا حق بھی شامل ہے اس لئے یہ حد جب ہی جاری کی جائے گی جبکہ مقذف یعنی جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ حد جاری کرنے کا مطالبہ بھی کرے ورنہ حد ساقط ہو جائے گی، بخلاف حد زنا کے کہ وہ خالص حق اللہ ہے اس لئے کوئی مطالبہ کرے یا نہ کرے حد زنا جرم ثابت ہونے پر جاری کی جائے گی۔ (۳۷)

جبکہ ابوالاعلیٰ مودودی اس حوالے سے رقمطراز ہیں کہ جرم قذف قابل دست اندازی سرکار Congnizable Offence ہے یا نہیں اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ یہ حق اللہ ہے اس لئے قاذف پر بہر حال حد جاری کی جائے گی خواہ مقذف مطالبہ کرے یا نہ کرے۔ امام ابوحنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے نزدیک یہ اس معنی میں تو حق اللہ ضرور ہے کہ جب جرم ثابت ہو جائے تو حد جاری کرنا واجب ہے لیکن اس پر مقدمہ چلانا مقذف کے مطالبے پر موقوف ہے اور اس لحاظ سے یہ حق آدمی ہے، یہی رائے امام شافعیؒ اور امام اوزاعیؒ کی بھی ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے، اگر حاکم کے سامنے قذف کا ارتکاب کیا جائے تو یہ جرم قابل دست اندازی سرکار ہے، ورنہ اس پر کاروائی کرنا مقذف کے

مطالبے پر منحصر ہے۔ (۳۸)

جس شخص پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانے کا جرم ثابت ہو جائے اور مقصد دف کے مطالبے سے اس پر حد تلف جاری ہو جائے تو اس کی ایک سزا تو فوری طور پر پوری ہو گئی کہ اسی ۸۰ کوڑے لگائے گئے۔ دوسری سزا ہمیشہ کیلئے جاری رہے گی وہ یہ کہ اس کی شہادت کسی معاملے میں قبول نہ کی جائے گی جب تک یہ شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے نہ امت کے ساتھ توبہ نہ کرے اور مقصد دف شخص سے معافی حاصل کر کے توبہ کی تکمیل نہ کرے، اس وقت تک تو باجماع امت اس کی شہادت کسی بھی معاملہ میں قبول نہ ہوگی اور اگر توبہ کر لے تب بھی حنفیہ کے نزدیک اسکی شہادت قبول نہیں ہوتی ہاں گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ (۳۹)

ایک غلط فہمی اور اس کا جواب:

رہا یہ معاملہ کہ جب زنا کی شہادت کیلئے ایسی کڑی شرطیں لگا دی گئی تو مجرموں کو کھلی چھٹی مل گئی نہ کسی کو شہادت کی جرأت ہوگی نہ کبھی ثبوت شرعی بہم پہنچے گا، نہ ایسے مجرم کبھی سزایاب ہو سکیں گے۔ مگر یہ خیال اس لئے غلط ہے کہ زنا کی حد شرعی یعنی سو کوڑے یا رجم و سنگساری کی سزا دینے کیلئے تو یہ شرطیں ہیں لیکن دو غیر محرم مرد و عورت کو یکجا قابل اعتراض حالت میں یا بے حیائی کی باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر اس کی شہادت دینے پر کوئی پابندی نہیں اور ایسے تمام امور جو زنا کے مقدمات ہوتے ہیں یہ بھی شرعاً قابل سزائے جرم ہے لیکن حد شرعی کی سزا نہیں بلکہ تعزیری سزا قاضی یا حاکم کی صوابدید کی مطابق کوڑے لگانے کی دی جاتی ہے۔ اس لئے جس شخص نے دو مرد و عورت کو زنا میں مبتلا دیکھا مگر دوسرے گواہ نہیں ہیں تو عرت زنا کے الفاظ سے تو شہادت نہ دے مگر بے حجابانہ اختلاط کی گواہی دے سکتا ہے۔ ام قاضی اس کو تعزیری سزا بعد ثبوت جرم جاری کر سکتا ہے۔ (۴۰)

یہ بھی سنا گیا جاتا ہے کہ ایک شخص کا اپنے الزام کے ثبوت میں شہادت نہ لاسکنا لازماً یہی معنی تو نہیں ہوتا کہ وہ جھوٹا ہو۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس کا الزام واقعی ہو اور وہ ثبوت مہیا کرنے میں ناکام رہے۔ پھر کیا تو یہ ہے کہ اسے صرف ثبوت نہ دے سکے کی بنا پر فاسق ٹھہرایا جائے اور وہ بھی

عند الناس ہی نہیں عند اللہ بھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک شخص نے اگر اپنی آنکھوں سے بھی کسی کو بدکاری کرتے دیکھ لیا ہو پھر بھی وہ اس کا چرچا کرنے اور شہادت کے بغیر اس پر الزام عائد کرنے میں گنہگار ہے۔ شریعت الہی یہ نہیں چاہتی کہ ایک شخص اگر ایک گوشے میں نجاست لئے بیٹھا ہو تو دوسرا شخص اسے اٹھا کر سارے معاشرے میں پھیلا نا شروع کر دے۔ اس نجاست کی موجودگی کا اگر اس کو علم ہے تو اس کیلئے دو ہی راستے ہیں یا اس کو جہاں وہ پڑی ہے وہیں پڑا رہنے دے یا پھر اس کی موجودگی کا ثبوت دے تاکہ حکومت اسلامی کے حکام اسے صاف کر دیں۔ ان دو راستوں کے سوا کوئی تیسرا راستہ اس کیلئے نہیں ہے۔ اگر وہ پبلک میں چرچا کرے گا تو محدود گندگی کو وسیع پیمانے پر پھیلانے کا مجرم ہوگا، اور اگر وہ قابل اطمینان شہادت کے بغیر حکام تک معاملہ لے جائے گا تو حکام اس گندگی کو صاف نہ کر سکیں گے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ اس مقدمے کی ناکامی گندگی کی اشاعت کا سبب بھی بنے گی اور بدکاریوں میں جرأت بھی پیدا کر دے گی۔ اس لئے ثبوت اور شہادت کے بغیر قذف کا ارتکاب کرنے والا بہر حال فاسق ہے خواہ وہ اپنی جگہ سچا ہی کیوں نہ ہو۔ (۴۱)

لعان:

حد قذف کا حکم جب نازل ہوا تو لوگوں میں یہ سوال پیدا ہو گیا کہ غیر مرد اور عورت کی بد چلی دیکھ کر تو آدمی صبر کر سکتا ہے، گواہ موجود نہ ہو تو زبان پر قفل چڑھالے اور معاملات کو نظر انداز کر دے۔ لیکن اگر وہ خود اپنی بیوی کی بد چلی دیکھ لے تو کیا کرے قفل کرے تو الٹا سزا کا مستوجب ہو، گواہ ڈھونڈنے جائے تو ان کے آنے تک مجرم کب ٹھہرا رہے گا، صبر کرے تو آخر کیسے کرے؟ طلاق دے کر عورت کو رخصت کر سکتا ہے مگر نہ اس عورت کو کسی قسم کی مادی یا اخلاقی سزا ملی نہ اس کے آشنا کو، اور اگر اس سے ناجائز حلف ہو تو غیر کا بچہ الگ گلے پڑا۔ یعنی عام آدمی کیلئے تو یہ ممکن ہے کہ جب چار گواہ میسر نہ ہوں تو وہ الزام نہ لگانے سے خاموش رہے تاکہ تہمت زنا کی سزا سے محفوظ رہ سکے لیکن شوہر کیلئے یہ معاملہ بہت سنگین ہے۔ جب اس نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا اور گواہ موجود نہیں،

اگر وہ بولے تہمت زنا کی سزا پائے اور نہ بولے تو ساری عمر خون کے گھونٹ پیتا رہے اور اس کی زندگی وبال ہو جائے۔ اس لئے شوہر کے معاملے کو عام قانون سے الگ کر کے اس کا مستقل قانون لعان بنا دیا گیا چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهادت الا انفسهم فشهاده احد اربع شهادات بالله انه لمن الصادقين ۝ والخامسة ان لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين ۝ ويدروا عنها العذاب ان تشهد اربع شهادات بالله انه لمن لكاذبين ۝ والخامسة ان غضب الله عليها ان كان من الصادقين (۴۲)

ترجمہ:- اور جو لوگ اپنی بیویوں کو (زنا کی) الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایک شخص کی شہادت (یہ ہے کہ وہ) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (اپنے الزام میں) سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ (اپنے الزام میں) جھوٹا ہو۔ اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص (اپنے الزام میں) جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس بندی پر اللہ کا غضب ٹوٹے اگر وہ (اپنے الزام میں) سچا ہو۔

بیان لعان کو ہدایہ میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

وصف لعان ان يبتدئ القاضى بالزوج فيشهد اربع مرات يقول في كل مرة اشهد بالله اني لمن الصادقين فيما رمتها به من الزنا ويقول في الخامسة لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين فيما رماها به من الزنا يشير اليها في جميع ذلك ثم تشهد المرأة اربع مرات تقول في كل مرة اشهد بالله انه لمن الكاذبين فيما رمانى به من الزنا وتقول في الخامسة غضب الله عليها ان كان من الصادقين فيما رمانى به من الزنا (۴۳)

ترجمہ:- اور لعان کا بیان یہ ہے کہ شوہر و زوجہ کو حاضر کر کے قاضی پہلے شوہر سے شروع

کرے پس وہ چار بار گواہ کرے ہر بار یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ جو میں نے اس عورت کو زنا کرنے کا عیب لگایا اس میں میں سچ بولنے والوں میں سے ہوں اور پانچویں بار کہے کہ اس نے جو عورت کو زنا کا عیب لگایا اس میں اگر وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ان سب دفعات میں اس عورت کی طرف اشارہ کرتا جائے۔ پھر عورت گواہی دے چار بار، ہر بار کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ گواہی دیتی ہوں کہ اس مرد نے جو مجھے زنا کاری کا عیب لگایا اس میں یہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے اور پانچویں بار کہے کہ اس نے جو عیب زنا کاری کا مجھ کو لگایا اگر یہ مرد اس قول میں سچ بولنے والوں میں سے ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ یعنی شوہر تو لعنت کی صورت میں اور عورت غضب کی صورت میں اپنی ذات کی طرف اشارہ کرے۔

مفتی محمد شفیعؒ نے اسی مسئلے کو معارف القرآن میں یوں بیان کیا ہے کہ:

اول مرد سے کہا جائے گا کہ وہ چار مرتبہ ان الفاظ سے جو قرآن میں مذکور ہیں یہ شہادت دیں کہ میں اس الزام میں سچا اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اگر شوہر ان الفاظ کے کہنے سے رک گئے تو اس کو قید کر دیا جائے گا کہ یا تو اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کر دیا مذکورہ الفاظ کے ساتھ پانچ مرتبہ یہ قسمیں کھاؤ اور جب تک وہ ان دونوں میں سے کوئی کام نہ کرے اس کو قید رکھا جائے گا۔ اگر اس نے اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کر لیا تو اس پر حد قذف یعنی تہمت زنا کی شرعی سزا جاری ہوگی اور اگر الفاظ مذکورہ کے ساتھ پانچ مرتبہ قسمیں کھا لیے تو پھر اس کے بعد عورت سے ان الفاظ میں پانچ قسمیں لی جائیں گی جو قرآن میں عورت کیلئے مذکور ہیں اگر وہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کو اس وقت تک قید رکھا جائے گا کہ جب تک وہ یا تو شوہر کی تصدیق کرے اور اپنے جرم زنا کا اقرار کرے اور اس پر حد جاری کر دی جائے اور یا پھر الفاظ مذکورہ کے ساتھ پانچ قسمیں کھالے۔ اگر وہ الفاظ مذکورہ سے قسمیں کھانے پر راضی ہو جائے اور قسمیں کھالے تو اب لعان پورا ہو گیا جس کے نتیجے میں دنیا کی سزا سے بچ جائے گا۔ آخرت کا

معاملہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہی ہے کہ ان میں سے کون جھوٹا ہے، جھوٹے کو آخرت میں سزا ملے گی۔ لیکن دنیا میں بھی جب دو میاں بیوی میں لعان کا معاملہ ہو گیا تو یہ ایک دوسرے پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو جاتے ہیں، شوہر کو چاہیے کہ اس کو طلاق دیکر آزاد کر دے۔ اگر وہ طلاق نہ دے تو حاکم ان دونوں میں تفریق کر سکتا ہے جو بحکم طلاق ہوگی بہر حال اب دونوں کا آپس میں دوبارہ نکاح بھی کبھی نہیں ہو سکتا۔ (۴۴)

میاں بیوی کے درمیان بعد لعان کے تفریق کے معاملے میں عین الہدایہ میں ذکر ہے کہ:

جب شوہر و زوجہ نے باہم لعان کر لیا تو دونوں میں جدائی نہ ہو جائے گی جب تک کہ قاضی دونوں میں تفریق نہ کرے اور امام زفرؒ نے کہا کہ دونوں کے باہم لعان کرنے سے جدائی واقع ہو جائے گی کیونکہ حدیث سے ثابت ہوا کہ لعان کرنے سے ہمیشہ کے واسطے حرام ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ اور ہماری (احناف) کی دلیل یہ ہے کہ حرمت ثابت ہونا بطور معرف رکھنے کو مٹاتا ہے، تو شوہر پر لازم آیا کہ اس کو احسان کے ساتھ چھوڑ دے۔ پس جب شوہر اس سے باز رہا تو قاضی اس کا قائم مقام ہو گیا تا کہ ظلم دور ہو۔ اور ہمارے قول پر دلیل اس صحابی کا قول ہے جس نے آنحضرت ﷺ کے حضور میں اپنی زوجہ سے لعان کر کے کہا تھا کہ یا رسول اللہ اگر اب میں اس عورت کو رکھوں تو میں نے اس عورت پر جھوٹ باندھا پس یہ تین طلاق سے طالق ہے اس نے یہ کلام بعد لعان کے کہا ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے ابن اسعد سے عویر عجلانی کے قصہ ملاعت میں روایت کی ہے اور آخر میں ہے کہ پھر یہ طریقہ جاری ہو گیا کہ جس عورت و مرد میں ملاعت ہو وہ دونوں کبھی جمع نہ ہوں اور ان میں تفریق کر دی جائے۔ (۴۵)

فقہ حنفی کے مشہور کتاب ”الاشباہ والنظائر مع شرح حموی“ میں اقرار زنا کے متعلق درج ہے کہ:

بشترط فی الاقرار بالزنا ان یکمره اربع مرات وفي سائر الحدود یکفیه باقرار

واحد، والفرق ان الزنا اقبح من غيره لستره مالا يتكلف لغيره وهذا هو حكمة للنص
فی الكل (۴۶)

ترجمہ:- اقرار زنا کیلئے چار مرتبہ اقرار کا تکرار شرط ہے اور اس کے علاوہ تمام حدود میں
ایک اقرار کافی ہے، اس میں فرق یہ ہے کہ زنا دوسرے تمام حدود سے ستر کی وجہ سے زیادہ قبیح ہے
اور یہی ان سب میں حکمت ہے نص کیلئے۔

لعان کے بعد افتراق زوجین کا مسئلہ:

اس سلسلے میں قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ:

بلعان الرجل وحده يقع فرقة بين الزوجين عند الشافعي وهذا امر لا دليل
عليه، وقال زفر وبه قال مالك وهو رواية عن احمد انه يقع فرقة بتلاعنهما من غير
قضاء القاضي وعند ابي حنيفة وصاحبيه واحمد لا تقع بعد تلاعهما حتى يفرق الحاكم
بينهما ويحب علي الحاكم تفريقهما - والفرقة تطليقة بائنة عند ابي حنيفة ومحمد
وعند ابي يوسف والزفر ومالك والشافعي واحمد فرقة فسخ وجه قولهم جميعا ان
بالتلاعن يثبت الحرمة المؤبدة كحرمة الرضاع (۴۷)

ترجمہ:- امام شافعیؒ کے قول کے مطابق فقط مرو کے لعان کرتے ہی زوجین میں فرقت
ہو جاتی ہے یہ قول بے دلیل ہے۔ امام زفرؒ، امام مالکؒ اور (ایک روایت میں) امام محمدؒ کا قول ہے کہ
جب دونوں لعان کر گزریں تو زوجین میں فرقت ہوتی ہے خواہ حاکم نے فیصلہ نہ کیا ہو۔ لیکن امام ابو
حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور (ایک روایت میں) امام محمدؒ کا قول ہے کہ حاکم کے فیصلے سے پہلے فرقت
نہیں ہو جاتی خواہ دونوں لعان کر چکے ہوں۔ فریقین کے لعان کر چکنے کے بعد دونوں میں تفریق کرا
دینا حاکم پر واجب ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنفیہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ فرقت ایک طلاق بائنہ ہوگی۔
باقی اماموں کے نزدیک طلاق بائن نہیں بلکہ اس کو فسخ نکاح قرار دیا جائیگا۔

ایک دوسرے جگہ میں فقہاء کے درمیان واقع شدہ اختلاف در بیان فرقت شوہر و زوجہ کی

تفصیل بیان کرتے ہوئے اسے یوں واضح کرتا ہے کہ:

واصرح دلیل علی قول الجمهور ان الفرقة ليست فرقة طلاق ما اخرجہ
ابوداؤد فی سننہ عن ابن عباس فی قصۃ ہلال بن امیہ انہ قال قضی رسول اللہ ﷺ
ان لیس لہا علیہ قوت ولا سکنی من اجل انہما یفترقان بغير طلاق ولا متوفی عنہا
قالوا اذا ثبت بعد الثلاث عن الحرمة المؤبدۃ فلا حاجة الی تفریق القاضی وایضا الحرمة
المؤبدۃ تنافی النکاح کحرمة الرضاع فتفسخ۔ وقال ابو حنیفہ ان ثبوت الحرمة لا
یقتضی فسخ النکاح الا ترى انہ بالظہار ینبت الحرمة ولا ینفسخ النکاح غیر انہ اذا
ثبت الحرمة عجز الزوج عن الامساک بالمعروف فیلزمہ الت سریع بالاحسان فاذا
امتنع منہ ناب القاضی منا بہ دفعا للظلم دل علیہ ما رواہ الشیخان فی حدیث سهل
ابن سعد انہ قال عویمر بعد ما تلاعنا کذب علیہا یا رسول اللہ ان امسکتھا
فطلقھا ثلاثا ولم ینکر علیہ النبی ﷺ فی التطلاق (۲۸)

ترجمہ:- جمہور ائمہ کے قول کی سب سے واضح دلیل وہ روایت ہے جو ہلال بن امیہ کے
قصہ میں حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے ابوداؤد نے سنن میں بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
لعان کے بعد فیصلہ فرمادیا کہ (تفریق کے بعد) عورت کا نفقہ مرد پر نہیں ہے نہ رہنے کی جگہ دینا مرد
کے ذمے ہے، کیونکہ دونوں میں تفریق ہوئی ہے، نہ عورت بیوہ ہوئی ہے کہ اس کا شوہر مر گیا ہو نہ
مرد نے اس کو طلاق دی ہے۔ لعان کے بعد جب خود دوا می حرمت ثابت ہوگی تو اب حاکم کی تفریق
کی ضرورت نہیں۔ دوا می حرمت نکاح کے منافی اسی طرح ہے جس طرح حرمت رضاعت نکاح
کے خلاف ہے۔ اس لئے حرمت لعان کو فسخ نکاح قرار دیا جائے گا (طلاق بائنہ نہیں مانا جائے گا)
امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ثبوت حرمت فسخ نکاح کا تقاضا نہیں کرتا۔ دیکھو ظہار سے حرمت ہو جاتی
ہے اور نکاح فسخ نہیں ہوتا (بلکہ کفارہ ظہار ادا کرنے کے بعد پھر حلت ہو جاتی ہے) ہاں ثبوت
حرمت کے بعد شوہر بیوی کو شرعی دستور کے مطابق اپنے پاس رکھنے سے جب قاصر ہے تو اچھی

طرح بحسن و خوبی عورت کو آزاد کر دینا اس پر لازم ہے اور جب اس نے ایسا نہیں کیا تو حاکم نے قائم مقام کی حیثیت سے عورت کو اس سے الگ کر دیا تا کہ عورت پر ظلم نہ ہو، اس کا ثبوت صحیحین کی اس روایت سے ہوتا ہے جس کے راوی حضرت ہبل ابن سعدؓ ہیں کہ دونوں کے لعان کر چکنے کے بعد عومیر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اب اگر میں نے اس کو اپنے پاس رو کے رکھا (یعنی اپنے نکاح میں رکھا) تو (گویا) میں نے اس پر جھوٹی تہمت تراشی کی چنانچہ لعان کے بعد عومیر نے اس کو تین طلاقیں دیدیں اور رسول اللہ ﷺ نے طلاق دینے کے سلسلے میں اس کے خلاف کچھ نہیں فرمایا۔

میاں بیوی کے درمیان لعان کرنا حضور ﷺ کے دور ہی میں واقع ہوا ہے کہ جب ہلال بن امیہؓ نے اپنے بیوی کے ساتھ غیر مرد کو زنا کرتے ہوئے دیکھا تھا اور ان سے کچھ کہے بغیر صبح حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان فرمایا۔ تو حضور ﷺ نے ہلال بن امیہؓ کے بیوی کو بلوالیا اور جب دونوں میاں بیوی جمع ہو گئے تو بیوی سے معاملہ کے متعلق پوچھا گیا۔ اس نے کہا کہ میرا شوہر ہلال بن امیہؓ مجھ پر جھوٹا الزام لگاتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے۔ کیا تم میں کوئی ہے جو اللہ کے عذاب سے ڈر کر توبہ کرے اور سچی بات ظاہر کر دے۔ اس پر ہلال بن امیہؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے بالکل سچ بات کہی ہے اور جو کچھ کہا ہے حق کہا ہے تب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ نازل شدہ آیات قرآن کے مطابق دونوں میاں بیوی سے لعان کرایا جائے۔ پہلے حضرت ہلال سے کہا گیا کہ تم چار مرتبہ ان الفاظ سے شہادت دو جو قرآن میں مذکور ہیں۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر کہتا ہوں کہ میں اپنے الزام میں سچا ہوں۔ ہلالؓ نے اس کے مطابق چار مرتبہ اس کی شہادت دی۔ جب پانچویں شہادت کا نمبر آیا جس کے الفاظ قرآنی یہ ہیں کہ اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے تاکید کے طور پر ہلال بن امیہؓ سے فرمایا کہ دیکھو ہلال خدا سے ڈرو کیونکہ دنیا کی سزا آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے اور اللہ کا عذاب لوگوں کی دی ہوئی سزا سے کہیں زیادہ سخت ہے اور یہ پانچویں شہادت آخری شہادت ہے اسی پر فیصلہ ہوتا ہے مگر ہلال بن

امیٹے نے عرض کیا کہ میں قسم کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ اس شہادت پر آخرت کا عذاب نہیں دیں گے (کیونکہ بالکل سچی شہادت ہے) جیسا کہ اللہ کے رسول مجھے دنیا میں حد قذف کی سزا نہیں دیں گے، اور پھر یہ پانچویں شہادت کے الفاظ ادا کر دیئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ہلال کی بیوی سے اسی طرح کی چار شہادت یا چار قسمیں لیں اس نے بھی ہر دفعہ میں قرآنی الفاظ کے مطابق یہ شہادت دی کہ میرا شوہر جھوٹا ہے۔ جب پانچویں شہادت کا نمبر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذرا ٹھہرو، پھر اس عورت سے فرمایا کہ خدا سے ڈرو کہ یہ پانچویں شہادت آخری بات ہے اور خدا کا عذاب لوگوں کے عذاب یعنی زنا کی حد شرعی سے کہیں زیادہ سخت ہے یہ سن کر وہ قسم کھانے سے جھپکنے لگی، کچھ دیر اسی کیفیت میں رہی مگر پھر آخر میں کہا کہ واللہ میں اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی اور پانچویں شہادت بھی ان لفظوں کے ساتھ ادا کر دی کہ اگر میرا شوہر سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ہو۔ یہ لعان کی کاروائی مکمل ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں میاں بیوی میں تفریق کر دی یعنی ان کا نکاح توڑ دیا اور یہ فیصلہ فرمایا کہ اس حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ اس عورت کا بچہ کہلائے گا باپ کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا مگر بچے کو مطعون بھی نہ کیا جائے گا۔ (۴۹)

حوالہ جات باب چہارم

(۱)۔ مودودی ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۸ء، ج ۳، ص ۳۲۱

(۲)۔ سورہ نور ۲۴:۲

(۳)۔ سورہ نساء ۱۵:۴

(۴)۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۹۶ء، ج ۶، ص ۳۴۴

(۵)۔ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، نور محمد اصح المطابع، دہلی، ۱۹۳۸ء، ص ۶۵۷

(۶)۔ سورہ نور ۲۴:۲۵

(۷)۔ مودودی ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۸ء، ج ۳، ص ۳۲۶

(۸)۔ شیخ احمد ملا جیون، تفسیرات احمدیہ، مطبعہ کریمیہ، بمبئی، ۱۳۲۷ھ، ص ۵۴۱

- (۹)۔ فتاویٰ عالمگیری (فتاویٰ ہندیہ)، مکتبہ ماجدیہ طوخی روڈ، کوئٹہ، ۱۹۸۳ء، ج ۲، ص ۱۳۶
- (۱۰)۔ الفرغانی المرغینانی ابوالحسن برہان الدین علی، ہدایہ، مکتبہ المدنیہ، ملتان، ج ۲، ص ۲۸۷
- (کتاب المحدث)
- (۱۱)۔ الخطیب العمری امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۳۰۱
- (۱۲)۔ مودودی ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۸ء، ج ۳، ص ۳۳۰
- (۱۳)۔ فتاویٰ عالمگیری (فتاویٰ ہندیہ)، مکتبہ ماجدیہ طوخی روڈ، کوئٹہ، ۱۹۸۳ء، ج ۲، ص ۱۳۵
- (۱۴)۔ سورہ نور ۲۴: ۳۳
- (۱۵)۔ الخطیب العمری امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۳۱۲
- (۱۶)۔ مودودی ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۸ء، ج ۳، ص ۳۳۱
- (۱۷)۔ علامہ مولانا سید امیر علی، عین الہدایہ اردو شرح ہدایہ، قانونی کتب خانہ کچہری روڈ، لاہور، ج ۲، ص ۴۶۲-۴۶۱
- (۱۸)۔ فتاویٰ عالمگیری (فتاویٰ ہندیہ)، مکتبہ ماجدیہ طوخی روڈ، کوئٹہ، ۱۹۸۳ء، ج ۲، ص ۱۵۰
- (۱۹)۔ ایضاً، ج ۲، ص ۱۶۷
- (۲۰)۔ مفتی محمد شفیع، امداد المفتین، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۷۷ء، ج ۲، ص ۹۱۱
- (۲۱)۔ ایضاً، ج ۲، ص ۹۱۱
- (۲۲)۔ علامہ شیخ عالم بن العلاء دہلوی، فتاویٰ تاتارخانیہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۵ء، ج ۳، ص ۴۴۱
- (۲۳)۔ فتاویٰ عالمگیری (فتاویٰ ہندیہ)، مکتبہ ماجدیہ طوخی روڈ، کوئٹہ، ۱۹۸۳ء، ج ۲، ص ۱۶۷
- (۲۴)۔ عبد الرحمن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذہب الاربعہ، احیاء التراث العربی، بیروت،

ج ۵ ص ۶۶-۶۵

(۲۵)۔ مولانا مفتی عزیز الرحمن، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۸۶ء، ج ۱۲،

ص ۱۹۷

(۲۶)۔ محمد بن علی ابن احمد الشوکانی، نیل الاوطار، دارالبحیل، بیروت لبنان، ج ۷، ص ۶۳

(۲۷)۔ مودودی ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۸ء، ج ۳، ص ۳۵۹

(۲۸)۔ سورہ نور ۲۴: ۵

(۲۹)۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۹۶ء، ج ۶، ص ۳۵۴

(۳۰)۔ مودودی ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۸ء، ج ۳، ص ۳۳۶

(۳۱)۔ ابن الہمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، مکتبہ تجاریہ کبریٰ، مصر، ج ۴، ص ۷

(۳۲)۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۷۷ء، ج ۶، ص ۴۳۶

(۳۳)۔ فتاویٰ عالمگیری (فتاویٰ ہندیہ)، مکتبہ ماجدیہ طوخی روڈ، کوئٹہ، ۱۹۸۳ء، ج ۲، ص ۱۵۲

(۳۴)۔ حاشیہ ابن عابدین، رجحان علی الدر مختار، مکتبہ حقانیہ محلہ جنگلی، پشاور، ج ۶، ص ۱۱

(۳۵)۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۷۷ء، ج ۶، ص ۴۳۶

(۳۶)۔ فتاویٰ عالمگیری (فتاویٰ ہندیہ)، مکتبہ ماجدیہ طوخی روڈ، کوئٹہ، ۱۹۸۳ء، ج ۲، ص ۱۶۰

(۳۷)۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۹۶ء، ج ۶، ص ۳۵۵

(۳۸)۔ مودودی ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۸ء، ج ۳، ص ۳۵۰

(۳۹)۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۹۶ء، ج ۶، ص ۳۵۵

(۴۰)۔ ایضاً، ج ۶، ص ۳۵۴

(۴۱)۔ مودودی ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۸ء، ج ۳، ص ۳۵۴

(۴۲)۔ سورہ نور ۲۴: ۹-۶

(۴۳)۔ الفرغانی المرغینانی ابوالحسن برہان الدین علی، ہدایہ، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ج ۲، ص ۳۹۸

(کتاب الطلاق باب اللعان)

(۴۴)۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۹۶ء، ج ۶، ص ۳۵۷

(۴۵)۔ علامہ مولانا سید امیر علی، عین الہدایہ اردو شرح ہدایہ، قانونی کتب خانہ پکھری روڈ،

لاہور، ج ۲، ص ۳۵۱

(۴۶)۔ سید احمد بن محمد الحنفی الحموی، الاشباہ والنظائر مع شرح حموی، الفن السادس، لکھنؤ ہندوستان،

۱۲۹۶ھ، ص ۶۳۷

(۴۷)۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۷۷ء، ج ۶، ص ۴۶۳

(۴۸)۔ ایضاً، ج ۶، ص ۴۶۴

(۴۹)۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۹۶ء، ج ۶، ص ۶۰

باب پنجم سیاہ کاری دیگر مذاہب کی تعلیمات کے تناظر میں سیاہ کاری کی متعلق یہودی مذہب کی تعلیمات

سیاہ کاری یا زنا کاری کے متعلق یہودی مذہب میں مختلف النوع تعلیمات پائے جاتے ہیں۔ اگر ایک طرف زنا کاروں کو مارنے یا سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو دوسری جانب عورت کی غیر منسوبہ ہونے کی صورت میں مرد کی جانب سے صرف جرمانہ ادا کرنے کا حکم ہے۔ یہ تو اس صورت میں جب جانبین یعنی مرد و عورت دونوں کی رضا مندی سے زنا سرزد ہوئی ہو۔ لیکن اگر کوئی مرد عورت کو زنا پر مجبور کرتا تو پھر مرد ہی کو سنگسار کرتے عورت کو نہیں۔ اس کی تفصیل درج ذیل عبارات سے مزید واضح ہوتی ہے۔

اور وہ شخص جو دوسرے کی جو رد کے ساتھ یا اپنے پڑوسی کی جو رو سے زنا کرے وہ زنا کرنے والا اور زنا کرنے والی دونوں قتل کئے جائیں۔ (۱)

اگر کوئی مرد شوہر والی عورت سے زنا کرتے پایا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں۔ مرد جس نے اس عورت سے صحبت کی اور عورت بھی۔ (۲)

جو لڑکی کہ کنواری ہے اور وہ کسی کی منگیتر ہو اور کوئی شخص اسے شہر میں پا کر اس سے ہم صحبت ہو تو تم ان دونوں کو اس شہر کے دروازہ پر نکال لاؤ اور تم ان پر پتھر اڑاؤ کہ وہ مر جائیں۔ (۳)

اگر کوئی مرد ایک لڑکی کو جو کسی کی منگیتر ہے میدان میں پادے اور مرد جبر کر کے اس سے مل بیٹھے تو فقط وہ مرد جو اس سے مل بیٹھا مار ڈالا جائے، پر اس لڑکی کو کچھ نہ کیجیو، کہ لڑکی کا گناہ ایسا نہیں کہ قتل کی جائے کیونکہ یہ معاملہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنے ہمسایہ پر حملہ کرے اور اسے قتل کرے۔ (۴)

سزائے موت بہر صورت رکھی اور بعض صورتوں میں اس کا طریقہ سنگساری رکھا ہے۔ شریعت موسوی میں ایک اور طریقہ سزا کا بھی پتہ چلتا ہے، جیسا کہ حسب ذیل درج ہیں کہ:

اور تقریباً تین مہینے کے بعد یہودہ کو یہ خبر ملی کہ تیری بہو تم نے زنا کیا اور اسے چھنالے کا حمل بھی ہے یہوداہ نے کہا کہ اسے باہر نکال لاؤ کہ وہ جلائی جائے۔ (۵)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیت میں زنا کاری کی ایک سزا جلانا تھی۔ آگھے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں شریعت موسوی نے جلانے کی سزا صرف کاہن کی بیٹی تک محدود کر دی یعنی اگر مجرمہ کسی کاہن کی بیٹی ہے تو اسے سزا کے طور پر جلادیا جائے کیونکہ اس نے اپنی ناپاکی سے اپنے مقدس باپ کو ناپاک کیا، جیسا کہ لکھا گیا ہے کہ:

اور اگر کاہن کی بیٹی فاحشہ بن کر اپنے آپ کو ناپاک کرے تو وہ اپنے باپ کو ناپاک ٹھہراتی ہے وہ عورت آگ میں جلائی جائے۔ (۶)

اور جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور جان سے مار دیئے جائیں۔ اور جو شخص اپنی سوتیلی ماں سے صحبت کرے اس نے اپنے باپ کے بدن کو بے پردہ کیا وہ دونوں ضرور جان سے مارے جائیں، ان کا خون ان ہی کے گردن پر ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص اپنی بہو سے صحبت کرے تو وہ دونوں ضرور جان سے مارے جائیں انہوں نے اوندھی بات کی ہے ان کا خون ان ہی کی گردن پر ہوگا۔ (۷)

شادی شدہ عورت، کنواری لڑکی اور منسوبہ لڑکی کا زنا کرنے کی صورت میں سزا کا حکم یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی، یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دفع کرنا۔ اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہوگئی ہو اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے، تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھانک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں، لڑکی کو اس لئے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لئے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا، یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔ پر اگر اس آدمی کو

وہی لڑکی جس کی نسبت ہو چکی ہو کسی میدان یا کھیت میں مل جائے اور وہ آدمی جبراً اس سے صحبت کرے تو فقط وہ آدمی ہی جس نے صحبت کی مار ڈالا جائے، چراس لڑکی سے کچھ نہ کرنا کیونکہ لڑکی کا ایسا گناہ نہیں جس سے وہ قتل کے لائق ٹھہرے اس لئے کہ یہ بات ایسی ہے جیسی کوئی اپنے ہمسایہ پر حملہ کرے اور اسے مار ڈالے کیونکہ وہ لڑکی اس میدان میں ملی اور وہ منسوبہ لڑکی چلائی بھی پھر وہاں کوئی ایسا نہ تھا جو اسے چھڑاتا۔ اگر کسی آدمی کو کوئی کنواری لڑکی مل جائے جس کی نسبت نہ ہوئی ہو اور وہ اسے پکڑ کر اس سے صحبت کرے اور دونوں پکڑے جائیں تو وہ مرد جس نے اس سے صحبت کی ہو لڑکی کے باپ کو چاندی کی پچاس مثقال دے اور وہ لڑکی اسکی بیوی بنے، کیونکہ اس نے اسے بے حرمت کیا اور وہ اسے زندگی بھر طلاق نہ دینے پائے۔ (۸)

ایک دوسرے مقام پر کنواری لڑکی سے زنا کرنے کے متعلق یوں حکم مذکور ہے کہ:
اگر کوئی ایک چھو کر کی کو جو اس کی منگیتر نہیں فریب دے کر اس سے مباشرت کرے وہ البتہ اس کی قیمت دے کر اس سے نکاح کرے۔ اگر اس کا باپ ہرگز راضی نہ ہو کہ اسے اس کو دے تو وہ کنواریوں کے اجر کے موافق اسے نقدی دے۔ (۹)

اگر کوئی مرد کسی عورت کو بیاہے اور اس کے پاس جائے اور بعد اس کے اس سے نفرت کرے شرمناک باتیں اس کے حق میں کہے اور اسے بدنام کرنے کیلئے یہ دعویٰ کرے کہ میں نے اس عورت سے بیاہ کیا اور جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے کنوارے پن کے نشان اس میں نہیں پائے۔ تب اس لڑکی کا باپ اور اس کی ماں اس لڑکی کے کنوارے پن کے نشانوں کو اس شہر کے پھانک پر بزرگوں کے پاس لے جائیں، اور اس لڑکی کا باپ بزرگوں سے کہے کہ میں نے اپنی بیٹی اس شخص کو بیاہ دی پر یہ اس سے نفرت رکھتا ہے اور شرمناک باتیں اس کے حق میں کہتا اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے تیری بیٹی میں کنوارے پن کے نشانات نہیں پائے حالانکہ میری بیٹی کے کنوارے پن کے نشان یہ موجود ہیں، پھر وہ اس چادر کو شہر کے بزرگوں کے سامنے پھیلا دیں، تب شہر کے بزرگ اس شخص کو پکڑ کر اسے کوڑے لگائیں اور اس سے چاندی کی سو مثقال جرمانہ لیکر اس

لڑکی کے باپ کو دیں اس لئے کہ اس نے ایک اسرائیلی کنواری کو بدنام کیا اور وہ اس کی بیوی بنی رہے اور وہ زندگی بھر اس کو طلاق نہ دینے پائے ۵۰ پر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازہ پر نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ بن گیا۔ یوں ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔ (۱۰)

یہودی مذہب میں اسلام کے طرز کا لعان بھی تجویز کیا گیا ہے۔ یعنی اگر خاندان کو بیوی کی عفت پر شبہ ہے کہ وہ کسی دوسرے سے ملوث ہوئی ہے لیکن اس کے پاس گواہ میں کوئی ثبوت نہیں تو وہ مرد اپنی عورت کو کاہن کے پاس لیجائیں، کاہن حسب ذیل طریقے سے اس عورت کی عفت یا زنا میں ملوث ہونے کا حکم دیں گے۔

اگر کسی کی بیوی گمراہ ہو کر اس سے بیوفائی کرے اور کوئی دوسرا آدمی اس عورت کیساتھ مباشرت کرے اور اس کے شوہر کو معلوم نہ ہو بلکہ یہ اس سے پوشیدہ رہے اور وہ ناپاک ہوگئی ہو پر نہ تو کوئی شاہد ہو اور نہ وہ عین فعل کے وقت پکڑی گئی ہو، اور اسکے شوہر کے دل میں غیرت آئے اور وہ اپنی بیوی سے غیرت کھانے لگے حالانکہ وہ ناپاک نہیں ہوئی۔ تو وہ شخص اپنی بیوی کو کاہن کے پاس حاضر کرے اور اس عورت کے چڑھا دے کیلئے ایف کے دسویں حصہ کے برابر کا آٹا لائے اور اس پر نہ تیل ڈالے نہ لبان رکھے کیونکہ یہ نذر کی قربانی غیرت کی ہے یعنی یہ یادگاری کی نذر کی قربانی ہے جس سے گناہ یاد دلایا جاتا ہے۔ تب کاہن اس عورت کو نزدیک لا کر خداوند کے حضور کھڑی کرے، اور کاہن مٹی کے ایک باسن میں مقدس پانی لے اور مسکن کے فرش کی گرد لیکر اس پانی میں ڈالے، پھر کاہن اس عورت کو خداوند کے حضور کھڑی کر کے اس کے سر کے بال کھلوا دے اور یادگاری کی نذر کی قربانی کو جو غیرت کی نذر کی قربانی ہے اس کے ہاتھوں پر دھرے اور کاہن اپنے ہاتھ میں اس کڑوے پانی کو لے جو لعنت کو لاتا ہے، پھر کاہن اس عورت کو قسم کھلا کر کہے کہ اگر کسی شخص نے تجھ سے صحبت نہیں کی ہے اور تو اپنے شوہر کی ہوتی ہوئی ناپاکی کو اطراف مائل نہیں ہوئی تو اس کڑوے

پانی کی تاثیر سے جو لعنت لاتا ہے بچی رہ۔ لیکن اگر تو اپنی شوہر کی ہوتی ہوئی گمراہ ہو کر ناپاک ہوگی ہے اور تیرے شوہر کے سوا کسی دوسرے شخص نے تجھ سے صحبت کی ہے، تو کاہن اس عورت کو لعنت کی قسم کھلا کر اس سے کہے کہ خداوند تجھے تیری قوم میں تیری ران کو سڑا کر اور تیرے پیٹ کو پھلا کر لعنت اور پھنکار کا نشانہ بنائے۔ اور یہ پانی جو لعنت لاتا ہے تیری انتروپوں میں جا کر تیرے پیٹ کو پھلائے اور تیری ران کو سڑائے اور عورت آمین کہے۔ پھر کاہن ان لعنتوں کو کسی کتاب میں لکھ کر ان کو اسی کڑوے پانی میں دھو ڈالے، اور وہ کڑوا پانی جو لعنت کو لاتا ہے اس عورت کو پلائے اور وہ پانی جو لعنت کو لاتا ہے اس عورت کے پیٹ میں جا کر کڑوا ہو جائے گا۔ اور کاہن اس عورت کے ہاتھ سے غیرت کی نذر کی قربانی کو لے کر خداوند کے حضور اس کو ہلائے اور اسے مذبح کے پاس لائے۔ پھر کاہن اس نذر کی قربانی میں سے اسکی یادگاری کے طور پر ایک مٹھی لیکر اسے مذبح پر چلائے بعد اس کے وہ پانی اس عورت کو پلائے، اور جب وہ اسے وہ پانی پلا چکے گا تو ایسا ہوگا کہ اگر وہ ناپاک ہوئی اور اس نے اپنے شوہر سے بے وفائی کی تو وہ پانی جو لعنت کو لاتا ہے اس کے پیٹ میں جا کر کڑوا ہو جائے گا اور اس کا پیٹ پھول جائیگا اور اس کی ران سڑ جائے گی اور وہ عورت اپنی قوم میں لعنت کا نشانہ بنے گی۔ پر اگر وہ ناپاک نہیں ہوئی بلکہ پاک ہے تو بے الزام ٹھہریگی اور اس سے اولاد ہوگی۔ غیرت کے بارے میں یہی شرع ہے خواہ عورت اپنی شوہر کی ہوتی ہوئی گمراہ ہو کر ناپاک ہو یا مرد پر غیرت سوار ہو، اور وہ اپنی بیوی سے غیرت کھانے لگے ایسے حال میں وہ اس عورت کو خداوند کے آگے کھڑی کرے اور کاہن اس پر یہ ساری شریعت عمل میں لائے، تب مرد گناہ سے بری ٹھہرے گا اور اس عورت کا گناہ اسی کے سر لگے گا۔ (۱۱)

اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اگر عورت پر ”کڑوا پانی“ اثر نہ کرے تو وہ دونوں حسب سابق ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ لعان ایک طرف ہے مرد کا محاسبہ نہیں ہوتا بلکہ صرف عورت کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ لیکن اسلامی طرز لعان میں دونوں میاں بیوی سے پوچھا جاتا ہے اس کے بعد تفریق یا حد جاری کرنے کا حکم صادر کیا جاتا ہے۔

سیاہ کاری کے متعلق عیسائی مذہب کی تعلیمات

سیاہ کاری یا زنا کاری کے متعلق عیسائی مذہب میں اتنے شدید تعلیمات موجود نہیں جس طرح کے یہودی مذہب میں موجود تھے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ زنا نہ کرنے کے احکامات جا بجا مذکور ہیں اور زنا کار عورت کے سزا کے طور پر انہیں طلاق دینے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ مرد زانی کے متعلق کوئی ایسا حکم بطور سزا دینیوی موجود نہیں۔ چنانچہ زنا کے متعلق کتاب مقدس میں یوں ذکر ہے کہ:-

تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا، پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے۔ (۱۲)

ایک دوسری جگہ زنا کی ممانعت کے متعلق یوں حکم دیا ہے کہ:

شائستگی سے چلیں نہ کہ زنا کاری اور شہوت پرستی سے۔ (۱۳)

زنا کاروں کو وعید کے طور پر یوں مخاطب کیا گیا ہے کہ:

دوسروں کے برا کرنے کے بدلے انہی کا برا ہوگا۔ ان کو دن دہاڑے عیاشی کرنے میں مزہ آتا ہے یہ داغ اور عیب ہیں، جب تمہارے ساتھ کھاتے پیتے ہیں تو اپنی طرف سے محبت کی ضیافت کر کے عیش و عشرت کرتے ہیں، انکی آنکھیں جن میں زنا کار عورتیں بسی ہوئی ہیں گناہ سے رک نہیں سکتیں وہ بے قیام دلوں کو پھنساتے ہیں انکا دل لالچ کا مشتاق ہے وہ لعنت کی اولاد ہیں۔ (۱۴)

زنا کاری کی سزا کا حکم درج ذیل تفصیل سے واضح ہوتا ہے۔

اور فقیہ اور فریسی ایک عورت کو لائے جو زنا میں پکڑی گئی تھی اور اسے بیچ میں کھڑا کر کے یسوع سے کہا۔ اے استاد یہ عورت زنا میں عین فعل کے وقت پکڑی گئی ہے، تو ریت میں موسیٰ نے

ہم کو حکم دیا ہے کہ ایسی عورتوں کو سنگسار کریں پس تو اس عورت کی نسبت کیا کہتا ہے، انہوں نے اسے آزمانے کیلئے یہ کہا تا کہ اس پر الزام لگانے کا کوئی سبب نکالیں مگر یسوع جھک کر انگلی سے زمین پر لکھنے لگا، جب وہ اس سے سوال کرتے ہی رہے تو اس نے سیدھے ہو کر ان سے کہا کہ جو تم میں بے گناہ ہو وہی پہلے اسے پتھر مارے۔ (۱۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت عیسوی میں بھی زنا کاری کی سزا سنگساری تھی ایک دوسری جگہ یوں حکم دیا گیا ہے کہ:

جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑے وہ اس سے زنا کرتا ہے، اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔ (۱۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا کرنے کی صورت میں بیوی کو طلاق دیا جاتا ہے اور جو کوئی چھوڑی ہوئی یعنی مطلقہ سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کے زمرے میں آتا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت میں زنا کاری کے متعلق سخت تعلیمات دیئے گئے ہیں تا کہ کوئی شخص اس فتنہ عمل میں گرفتار نہ ہو۔ اس قسم کے گناہ کو جہنم کا وسیلہ قرار دیتے ہوئے کتاب مقدس میں مذکور ہے کہ:

ابن آدم اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ سب ٹھوکر کھلانے والی چیزوں اور بدکاروں کو اس کی بادشاہی میں سے جمع کریں گے اور ان کو آگ کی بھیٹی میں ڈال دیں گے وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ (۱۷)

سیاہ کاری کے متعلق ہندوؤں کے قوانین

ویدوں میں بعض مقامات پر زنا کی طرف اشارے تو پائے جاتے ہیں لیکن اس کی سزا کا کوئی ذکر نہیں البتہ شاستروں میں بعض میں زنا کی صورت میں مختلف قسم کی سزا اور کفارے کا حکم ہے، جس طرح کے ارتھ شاستر میں مذکور ہے کہ:

اگر کوئی عورت سوائے خطرے کی صورت میں اپنے بچے کے گھر سے باہر جائے تو اس پر

چار پن جرمانہ ہوگا، اگر شوہر کی صریح ممانعت کے باوجود باہر جائے گی تو ۱۲ پن جرمانہ، اگر ۱۱ پن قریبی ہمسائے سے آگے تک جائے تو ۶ پن جرمانہ ہے۔ (۱۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوں میں آوارگی پائی جاتی تھی جس کی صورت میں مذکورہ بالا جرمانہ عائد کیا جاتا، مذکورہ عبارت میں زنا کو کناہیہ ”آگے تک جانے“ کے الفاظ سے ذکر کیا ہے جس کی سزا ۶ پن مقرر کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک اور قول میں یوں بتایا ہے کہ:

اگر کوئی عورت راستے میں یا جنگل کے اندر یا کسی اور خفیہ جگہ میں کسی دوسرے مرد کے ساتھ جائے یا عیش و عشرت کی نیت سے کسی متشہ آدمی کے ساتھ جائے تو وہ فرار کی مجرم ہو گی۔ (۱۹)

اس قسم کے جرائم کی سزا ضبطی جائیداد، ملک بدر ہونا یا موت ہوتی اور ساتھ ساتھ مجرم کی ذات کا بھی لحاظ رکھا جاتا مثلاً برہمن کو کسی حالت میں بھی دیسی سخت سزا نہیں دی جاتی جیسی اور ذات کے اشخاص کو۔

منو شاستر کی رد سے جرائم کبیرہ مثلاً قتل عہد یا زنا وغیرہ کی سزا ضبطی جائیداد ملک بدر ہونا یا موت تھی۔ زنا بالجبر، کنواری لڑکیوں پر ہاتھ ڈالنا اور زناہ جرائم تھے جن کی سزا موت تھی۔ کیونکہ یہ جرائم ذاتوں کے میل سے متعلق تھے اور منو شاستر کا پہلا مقصد ذاتوں کا سختی سے بلا میل جول قائم رکھنا تھا۔ (۲۰)

مذکورہ کبیرہ جرائم اور دیگر جرائم کا سزا دینے سے پہلے شہادت اور گواہی لیا جاتا، اس کے متعلق یوں ذکر ہے کہ ”چار ذاتوں کے معتبر اشخاص جو اپنے فرائض سے پوری طرح واقف اور لالچی نہ ہوں مقدمات میں گواہ ہو سکتے ہیں حاکم کو چاہیے کہ جو اشخاص اس تعریف سے خارج ہوں ان کی گواہی قبول نہ کرے، جب لوگوں کو مقدمے سے کوئی قریب کا تعلق ہو انہیں گواہ نہ بننا چاہیے اور نہ ایسے اشخاص کو جو فریقین کے دوست یا دشمن ہوں، یا ایسے اشخاص کو جو دروغ حلفی میں سزا پایا چکے ہوں اور زندہ اشخاص جو کسی بری بیماری میں مبتلا یا سخت گنہگار ہوں۔“

لیکن ان صورتوں میں جب کہ جرم شدید یا اعلانیہ ہوتا تو گواہوں کی زیادہ چھان بین نہ کی جاتی جیسا کہ ایس ایم شاہد اپنے کتاب میں لکھتے ہیں کہ: صرف شدید چوری، زنا، ہتک عزت یا حملہ کے مقدمات میں گواہوں کے متعلق زیادہ چھان بین نہیں ہونی چاہیے۔ (۲۱)

ہندوؤں میں ایک عجیب رسم موجود تھا جسے ہندو اگر چہ زنا نہیں سمجھتے لیکن بہر حال وہ زنا یا عصمت فروشی کا ایک قسم ہے، تفصیل حسب ذیل ہے۔

”مندروں میں سینکڑوں نوجوان دیوداسیاں پروہتوں اور یاتریوں کی تسکین ہوس کیا کرتی تھیں، پروہتوں نے لوگوں کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ جو شخص اپنی بیٹی دیوتا کی بھینٹ کرے گا سورگ میں جائے گا چنانچہ راجے اور امراء اپنی بیٹیاں مندروں سے وقف کر دیتے تھے۔ یاتری معاوضہ دیکر ان سے مستفید ہوتے، عصمت فروشی کی یہ کمائی پروہتوں کی جیب میں جاتی تھی، سو مناتھ کے مندر میں ہزاروں دیوداسیاں یہ شرمناک کاروبار کرتی تھیں۔ مندروں کا ماحول نہایت ہوس پرور تھا۔ دیواروں پر جنسی میلپ کے مختلف آس پوری تفصیل سے دکھاتے تھے جنہیں دیکھ دیکھ کر لوگوں کی ہوا و ہوس کو اشتعال ہوتی تھی، انکے بھڑکے ہوئے جذبات کی تسکین ان کا وافر سامان دیوداسیوں کی صورت میں موجود ہوتا تھا۔“ (۲۲)

اسی کے متعلق ول ڈیورنٹ لکھتا ہے کہ:

یہ رسم تقدس زماں کی پناہ میں تھیں جہاں انہیں کوئی اخلاقی خفت محسوس نہ ہوتی وہ پہلے بہت دل ربائی سے رقص کناں ہوتیں انکی حرکات و سکنات خاصی شہوت انگیز ہوتیں ان کے گانے ہمیشہ فحش ہوتے۔ (۲۳)

ہندوؤں کے اندر سزاؤں میں بھی ذات پات کی برتری و کمتری کا عنصر نمایاں ہیں جیسا کہ علی عباس جلال پوری لکھتے ہیں کہ:

ہندوؤں کے اندر ایک شودر کسی برہمن عورت سے مباحثرت کرے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے، مگر برہمن کسی شودر عورت سے زنا بالجبر کرے تو اس کے واسطے تیری نامی وظیفہ (منتر) ۱۰۰ بار

پڑھنے کی سزا کافی ہے۔ (۲۴)

حوالہ جات باب پنجم

- (۱)۔ کتاب مقدس، احبار باب ۲۰، آیت ۱۰
- (۲)۔ کتاب مقدس، استثناء باب ۲۲، آیت ۲۲
- (۳)۔ ایضاً، آیت ۲۳-۲۴
- (۴)۔ کتاب مقدس، استثناء باب ۲۱، آیت ۲۵
- (۵)۔ کتاب مقدس، پیدائش باب ۳۸، آیت ۲۴
- (۶)۔ کتاب مقدس، احبار باب ۲۱، آیت ۹
- (۷)۔ کتاب مقدس، احبار باب ۲۰، آیت ۱۰-۱۲
- (۸)۔ کتاب مقدس، استثناء باب ۲۲، آیت ۲۲-۲۹
- (۹)۔ کتاب مقدس، خروج باب ۲۲، آیت ۱۶
- (۱۰)۔ کتاب مقدس، استثناء باب ۲۲، آیت ۱۳-۲۱
- (۱۱)۔ کتاب مقدس، گنتی باب ۵، آیت ۱۲-۳۱
- (۱۲)۔ کتاب مقدس، متی باب ۵، آیت ۲۷-۲۹
- (۱۳)۔ کتاب مقدس، رومیوں کے نام پولس رسول کا خط باب ۱۳، آیت ۱۳
- (۱۴)۔ کتاب مقدس، پطرس کا دوسرا خط باب ۲، آیت ۱۳-۱۴
- (۱۵)۔ کتاب مقدس، یوحنا باب ۸، آیت ۳-۷
- (۱۶)۔ کتاب مقدس، متی باب ۵، آیت ۳۲
- (۱۷)۔ کتاب مقدس، متی باب ۱۳، آیت ۳۱-۴۲
- (۱۸)۔ آچاریہ کوٹلیہ چانکیہ، ارتھ شاستر، ٹیکساس پرنٹرز، ۱۹۹۱ء، ص ۳۴۴
- (۱۹)۔ ایضاً، ص ۳۴۶
- (۲۰)۔ ایس ایم شاہد، تقابل ادویان، نیو بک پبلیش، لاہور، ص ۲۲۶
- (۲۱)۔ ایضاً، ص ۲۲۴
- (۲۲)۔ ایضاً، ص ۲۳۰
- (۲۳)۔ ولی ڈیورانت، ہندوستان مترجم طیب رشید، تخلیقات، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۲
- (۲۴)۔ علی عباس جلال پوری، رسوم اقوام، خرد افروز، جہلم، ۱۹۹۳ء، ص ۱۳۶

باب ششم سیاہ کاری کے شرح تناسب کا جائزہ

سالانہ رپورٹ ۲۰۰۴ء

اکتوبر ۲۰۰۴ء کے اختتام تک انسانی حقوق کمیشن پاکستان HRCP نے جو اعداد و شمار اکٹھے کیے ان کے مطابق سال کے دوران کم از کم ۳۶۳ خواتین اور ۲۲ مرد عزت کے نام پر ہلاکتوں کا شکار ہوئے بشمول کار و کاری واقعات۔ ۳۸۴ قتل ناجائز تعلقات استوار کرنے کے شبہ میں کئے گئے۔ ۱۵۱ قتل خاندانوں، ۱۹ بیٹوں، ۱۰۴ بھائیوں، ۲۷ باپوں، ۳۰ سسرال والوں اور ۵۰ قتل قریبی رشتہ داروں نے کئے۔ ۲۳۴ واقعات میں FIR درج کی گئی جبکہ ۱۲۵ واقعات میں ملزمان پکڑے گئے۔ ۳۱ اکتوبر تک خواتین کے قتل کے ۵۶۲ واقعات بھی منظر عام پر آئے۔ بعض ہلاکتوں کے پیچھے عزت کا جذبہ بھی کارفرما ہو سکتا تھا، دیگر واقعات میں مالی تنازعات کو نمٹانے یا دیگر وجوہات کی بناء پر کئے جانے والے قتل بھی عزت کے نام پر ہلاکتوں کے کھاتے میں ڈال دیے گئے۔ عزت کے نام پر متعدد ہلاکتوں کے واقعات منظر عام پر نہ آ سکے۔

لارز کا ہیومن رائٹس اینڈ لیگل ایڈ (LHRLA) کے مطابق، سال کے پہلے سات ماہ کے دوران ملک بھر میں ۷۹۰ افراد کو کاری قرار دیا گیا اور ان میں سے ۶۲ کو قتل کیا گیا، ۲۸ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی لیکن دو بچ نکلنے میں کامیاب وہ گئے۔ قتل کئے جانے والوں میں ۵۲۰ خواتین، ۲۱۶ مرد، ۴۷ نابالغ لڑکیاں اور ۹ نابالغ لڑکے شامل تھے۔ ۴۰۰ واقعات کا تعلق سندھ، ۲۷۹ کا تعلق پنجاب، ۴۹ کا تعلق سرحد اور ۲ واقعات کا تعلق بلوچستان سے تھا۔ (۱)

سال ۲۰۰۴ء کے دوران مہیا شدہ تفصیل و اعداد و شمار کے مطابق سب سے زیادہ واقعات سندھ میں رونما ہوئے ہیں، دوسرے نمبر پر بلوچستان، تیسرے نمبر پر پنجاب ہے۔ سندھ میں سیاہ کاری یا غیرت کے نام پر کل ۱۵۳ واقعات ہوئے ہیں بلوچستان میں ۴۷، پنجاب میں ۹ جبکہ سرحد میں ایک واقعے کے متعلق آگاہی حاصل ہوئی ہے۔ جیسے کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہ صرف دیہی واقعات ہیں جن کی رپورٹیں شائع ہو چکی ہیں یا براہ راست معلومات حاصل ہوئی ہیں۔

سیاہ کاری کے متعلق مذکورہ درج شدہ معلومات حتیٰ نہیں بلکہ اس سے مزید بڑھ کر ہو سکتے ہیں۔
مذکورہ معلومات مختصر حسب ذیل ٹیبل میں ظاہر کر دیے جاتے ہیں۔

مہینہ	واقعات	خواتین	مرد
جنوری ۲۰۰۳ء	۱۳	۱۰	۳
فروری ۲۰۰۳ء	۱۲	۹	۳
مارچ ۲۰۰۳ء	۱۵	۸	۷
اپریل ۲۰۰۳ء	۳۱	۱۸	۱۳
مئی ۲۰۰۳ء	۱۱	۸	۳
جون ۲۰۰۳ء	۱۸	۷	۱۱
جولائی ۲۰۰۳ء	۱۶	۹	۷
اگست ۲۰۰۳ء	۲	۱	۱
ستمبر ۲۰۰۳ء	۱۸	۱۴	۴
اکتوبر ۲۰۰۳ء	۲۸	۱۹	۹
نومبر ۲۰۰۳ء	۱۳	۱۱	۲
دسمبر ۲۰۰۳ء	۳۳	۲۱	۱۲
ٹوٹل تعداد	۲۱۰	۱۳۵	۷۵

سالانہ رپورٹ ۲۰۰۵ء

عزت اور غیرت کے نام پر جن خواتین کو قتل کیا گیا ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی تھی اس نوعیت کے متعدد واقعات منظر عام پر ہی نہیں آئے۔ اس مسئلے میں ذرائع ابلاغ کی دلچسپی بھی گھٹتی رہتی رہی۔ جبکہ بہت سے واقعات میں جائیداد یا دیگر جوہات کی بناء پر ہلاک کی گئی عورتوں

کے قتل کو بھی غیرت کے نام پر قتل قرار دیا جاتا رہا۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ملک میں ہر سال اوسطاً ایک ہزار افراد کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ یکم نومبر ۲۰۰۴ء سے ۳۱ اگست ۲۰۰۵ء تک HRCP کی طرف سے اکٹھے کیے گئے اعداد و شمار کے مطابق کم از کم ۱۳۱۶ افراد عزت کے نام پر ہلاکتوں کا نشانہ بنے۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی طرف سے مرتب کئے گئے اعداد و شمار کے مطابق یکم نومبر سے ۳۱ اگست ۲۰۰۵ء کے دوران ۲۷۹ خواتین کو قتل کیا گیا۔ اس بات کا بھی قوی امکان تھا کہ بے شمار واقعات منظر عام پر آنے سے رہ گئے۔

اس بات کے شواہد بھی موصول ہوئے کہ شہری مراکز میں غیرت کے نام پر قتل کی وارداتوں میں اضافہ ہوا، جہاں قبل ازیں اس نوعیت کے مقابلہ کم واقعات منظر عام پر آئے تھے۔ یکم جنوری سے ۱۰ اگست ۲۰۰۵ء تک صرف لاہور میں غیرت کے نام پر کم از کم ۳۴ واقعات رونما ہوئے۔ (۲)

ذیل میں HRCP کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ماہانہ رسالہ جہد حق، مختلف اخبارات سمیت بالواسطہ اور بلا واسطہ حوالوں سے حاصل شدہ معلومات سے ملک بھر میں ۲۰۰۵ء کے دوران سیاہ کاری کے نشانہ بننے والے افراد (مرد و عورت) کا تفصیل دیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ صرف وہی اعداد و شمار اور تفصیل ہے جن کی رپورٹیں شائع ہو چکی ہیں یا براہ راست معلومات حاصل ہوئی ہیں، سیاہ کاری کے متعلق اس درج شدہ معلومات کے علاوہ مزید دیگر واقعات کارونما ہونا بعید از قیاس نہیں۔ سال ۲۰۰۵ء کے تفصیلی اعداد و شمار کے مطابق سب سے زیادہ واقعات سندھ میں رونما ہوئے ہیں، دوسرے نمبر پر بلوچستان، تیسرا پنجاب اور چوتھے نمبر پر سرحد ہے۔ سندھ میں سیاہ کاری یا غیرت کے نام پر کل ۱۷۳ واقعات ہوئے ہیں، جن میں ۶۹ مرد اور ۱۰۴ عورتیں سیاہ کاری کے بہیشت چڑھے۔ بلوچستان میں کل ۸۲ واقعات ہوئے ہیں، جن میں ۳۱ مرد اور ۵۱ عورتیں شامل ہیں۔ پنجاب میں کل ۳۲ واقعات ہوئے ہیں، جن میں ۹ مرد اور ۲۳ عورتیں جبکہ سرحد میں کل ۱۸ واقعات ہوئے ہیں، جن میں ۷ مرد اور ۱۱ عورتیں اس قبیح رسم کی وجہ سے

اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ یہ صرف وہی واقعات ہیں جن کی رپورٹیں شائع ہو چکی ہیں یا براہ راست معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ سیاہ کاری کے متعلق مذکورہ درج شدہ معلومات حتمی نہیں بلکہ اس سے مزید بڑھ کر ہو سکتے ہیں۔

مذکورہ معلومات مختصر حسب ذیل ٹیبل میں ظاہر کر دیے جاتے ہیں۔

مہینہ	واقعات	خواتین	مرد
جنوری ۲۰۰۵ء	۳۵	۲۳	۱۱
فروری ۲۰۰۵ء	۲۶	۲۰	۶
مارچ ۲۰۰۵ء	۱۳	۹	۴
اپریل ۲۰۰۵ء	۹	۴	۵
مئی ۲۰۰۵ء	۱۹	۹	۱۰
جون ۲۰۰۵ء	۶	۴	۲
جولائی ۲۰۰۵ء	۲۸	۱۹	۹
اگست ۲۰۰۵ء	۳۲	۲۱	۱۱
ستمبر ۲۰۰۵ء	۵۲	۳۲	۲۰
اکتوبر ۲۰۰۵ء	۳۸	۲۳	۱۵
نومبر ۲۰۰۵ء	۱۸	۸	۱۰
دسمبر ۲۰۰۵ء	۲۹	۱۷	۱۲
کل ٹوٹل	۳۰۵	۱۹۰	۱۵۵

سرالاندرپورٹ ۲۰۰۶ء

ملک کے مختلف حصوں سے ملتی والی اطلاعات کے مطابق غیرت کے نام پر ہونے والے قتلوں کی تعداد میں کوئی کمی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرتب کردہ اعداد و شمار کے مطابق ۲۰۰۶ء میں کم از کم ۵۶۵ عورتوں کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا تھا۔ کاروکاری کے نام پر ان کے ساتھ مردوں کی ایک تعداد بھی قتل کی گئی۔ مقتول عورتوں میں ۶۰ نو عمر بچیاں بھی شامل تھیں۔ تقریباً ۷۵ قتل ناجائز تعلقات کا الزام لگا کر کئے گئے۔ کئی واقعات منظر عام پر ہی نہیں آئے۔ (۳)

ذیل میں HRCP کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ماہانہ رسالہ جہد حق، مختلف اخبارات سمیت بالواسطہ اور بلا واسطہ حوالوں سے حاصل شدہ معلومات سے ملک بھر میں ۲۰۰۶ء کے دوران سیاہ کاری کے نشانہ بننے والے افراد (مرد و عورت) کا تفصیل دیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ صرف وہی اعداد و شمار اور تفصیل ہے جن کی رپورٹیں شائع ہو چکی ہیں یا براہ راست معلومات حاصل ہوئی ہیں، سیاہ کاری کے متعلق اس درج شدہ معلومات کے علاوہ مزید دیگر واقعات کارونما ہونا بعید از قیاس نہیں۔

سال ۲۰۰۶ء کے تفصیلی اعداد و شمار کے مطابق سب سے زیادہ واقعات سندھ میں رونما ہوئے ہیں، دوسرے نمبر پر بلوچستان، تیسرا سرحد اور چوتھے نمبر پر پنجاب ہے۔ سندھ میں سیاہ کاری یا غیرت کے نام پر کل ۲۱۹ واقعات ہوئے ہیں۔ بلوچستان میں کل ۸۶ واقعات ہوئے ہیں۔ سرحد میں کل ۳۰ واقعات ہوئے ہیں جبکہ پنجاب میں کل ۱۴ واقعات ہوئے ہیں۔

یہ صرف وہی واقعات ہیں جن کی رپورٹیں شائع ہو چکی ہیں یا براہ راست معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ سیاہ کاری کے متعلق مذکورہ درج شدہ معلومات حتمی نہیں بلکہ اس سے مزید بڑھ کر ہو سکتے ہیں۔

مذکورہ معلومات مختصر حسب ذیل ٹیبل میں ظاہر کر دیے جاتے ہیں۔

مہینہ	واقعات	خواتین	مرد
جنوری ۲۰۰۶ء	۴۷	۳۳	۱۴
فروری ۲۰۰۶ء	۲۸	۲۰	۸
مارچ ۲۰۰۶ء	۱۶	۹	۷
اپریل ۲۰۰۶ء	۱۹	۱۵	۴
مئی ۲۰۰۶ء	۳۷	۲۵	۱۲
جون ۲۰۰۶ء	۲۰	۱۷	۳
جولائی ۲۰۰۶ء	۴۶	۳۲	۱۴
اگست ۲۰۰۶ء	۳۸	۲۹	۹
ستمبر ۲۰۰۶ء	۲۲	۱۲	۱۰
اکتوبر ۲۰۰۶ء	۲۴	۱۷	۷
نومبر ۲۰۰۶ء	۲۸	۱۸	۱۰
دسمبر ۲۰۰۶ء	۲۴	۱۴	۱۰
کل ٹوٹل	۳۴۹	۲۴۱	۱۰۸

سالانہ رپورٹ ۲۰۰۷ء

ملک کے مختلف حصوں سے ملنی والی اطلاعات کے مطابق غیرت کے نام پر ہونے والے قتلوں کی تعداد میں کوئی کمی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرتب کردہ اعداد و شمار کے مطابق ۲۰۰۷ء میں کم از کم ۶۳۶ عورتوں کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا تھا۔ کار و کاری کے نام پر ان کے ساتھ مردوں کی ایک تعداد بھی قتل کی گئی۔ مقتول عورتوں میں کئی نوعمر بچیاں بھی شامل تھیں۔ تقریباً اکثر قتل ناجائز تعلقات کا الزام لگا کر کئے گئے۔ کئی واقعات

منظر عام پر ہی نہیں آئے۔ (۴)

ذیل میں HRCP کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ماہانہ رسالہ جہد حق مختلف اخبارات سمیت بالواسطہ اور بلا واسطہ حوالوں سے حاصل شدہ معلومات سے ملک بھر میں ۲۰۰۷ء کے دوران سیاہ کاری کے نشانہ بننے والے افراد (مرد و عورت) کا تفصیل دیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ صرف وہی اعداد و شمار اور تفصیل ہے جن کی رپورٹیں شائع ہو چکی ہیں یا براہ راست معلومات حاصل ہوئی ہیں، سیاہ کاری کے متعلق اس درج شدہ معلومات کے علاوہ مزید دیگر واقعات کا رد و نما ہونا بعید از قیاس نہیں۔

سال ۲۰۰۷ء کے تفصیلی اعداد و شمار کے مطابق سب سے زیادہ واقعات سندھ میں رونما ہوئے ہیں، دوسرے نمبر پر بلوچستان، تیسرا پنجاب اور چوتھے نمبر پر سرحد ہے۔ سندھ میں سیاہ کاری یا غیرت کے نام پر کل ۲۳۸ واقعات ہوئے ہیں۔ بلوچستان میں کل ۴۷ واقعات ہوئے ہیں۔ پنجاب میں کل ۱۸ واقعات ہوئے ہیں جبکہ سرحد میں کل ۳ واقعات ہوئے ہیں۔ یہ صرف وہی واقعات ہیں جن کی رپورٹیں شائع ہو چکی ہیں یا براہ راست معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ سیاہ کاری کے متعلق مذکورہ درج شدہ معلومات حتمی نہیں بلکہ اس سے مزید بڑھ کر ہو سکتے ہیں۔

مذکورہ معلومات مختصر احسب ذیل ٹیبل میں ظاہر کر دیے جاتے ہیں۔

مہینہ	واقعات	خواتین	مرد
جنوری ۲۰۰۷ء	۲۶	۱۸	۸
فروری ۲۰۰۷ء	۱۹	۱۴	۵
مارچ ۲۰۰۷ء	۲۷	۱۷	۱۰
اپریل ۲۰۰۷ء	۲۹	۲۰	۹
مئی ۲۰۰۷ء	۲۷	۱۵	۱۲
جون ۲۰۰۷ء	۲۷	۱۸	۹

مہینہ	واقعات	خوابین	مرد
جولائی ۲۰۰۷ء	۷	۶	۱
اگست ۲۰۰۷ء	۲۷	۲۰	۷
ستمبر ۲۰۰۷ء	۳۲	۳۳	۸
اکتوبر ۲۰۰۷ء	۳۶	۲۷	۹
نومبر ۲۰۰۷ء	۱۶	۱۲	۴
دسمبر ۲۰۰۷ء	۲۳	۲۰	۳
کل ٹوٹل	۳۰۶	۲۲۱	۸۵

سیاہ کاری کے نام پر قتل کے شرح میں اضافے کے اسباب

جاگیردارانہ اور سرداری نظام، فرسودہ رسم و رواج، خاندانی رنجشیں، حد سے زیادہ آزادی، اسلامی و ملکی قوانین پر عدم عمل درآمد اور تعلیم کا فقدان ایسے اسباب اور عوامل ہیں جو سیاہ کاری کے شرح میں اضافے کے وجہ اور سبب بنتے جا رہے ہیں۔

سرداری اور جاگیردارانہ نظام:

چونکہ سیاہ کاری کے زیادہ تر واقعات دیہاتوں سے تعلق رکھتے ہیں تو اس میں کئی وجوہات ہیں، جن میں سے پہلا قسم جاگیردارانہ اور سرداری نظام ہے۔ ایک دستور اور رسم کی حیثیت سے غیرت کے نام پر قتل کے دوام میں مقامی وڈیروں یا سرداروں (قبائلی سردار یا جاگیردار، عموماً دونوں ہی) کے کروا کر کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ زیادہ تر سردار اپنی ردایات کے ایک اہم جزو کے طور پر اس رسم کی حمایت کرتے ہیں۔ ان شرفاء میں سے متعدد افراد اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور انہوں نے دنیا دیکھی ہے۔ ان میں سے کئی اشخاص لوگوں کی نمائندوں کی حیثیت سے ملک کے پارلیمنٹ (جب معطل نہ ہو) میں بیٹھتے اور حکومت میں وزراء اور مشیران کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے ہیں۔ وہ سب اس بات سے آگاہ ہیں کہ گزشتہ سو برس میں ان کی جاگیروں سے باہر کی

دنیا تبدیل ہو چکی ہے، مگر وہ اس قرون وسطیٰ کی دنیا میں (جس میں وہ خود رہتے ہیں) تبدیلی لانے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ (۵) کیونکہ اگر وہ ایسی کوئی تبدیلی لائیں گے تو پھر ان کی سرداری یا جاگیر دارانہ سوچ اور سسٹم کی کوئی وقعت باقی نہیں رہے گا۔

قبائلی ضابطہ سے انحراف:

غیرت کے نام پر اپنی من مانی سے قتل کرنے کی بے ربط نوعیت آج کل غیرت کے نام پر قتل کرنے والوں کے، بائی قبائلی ضابطہ سے انحراف کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ ملک میں اس جرم کے واقعات میں اضافے کا باعث بھی یہی چیز ہو۔ آج کے دور میں دوسری اہم وجہ جس کے باعث سیاہ کاری کے رسم میں اضافہ ہو رہا ہے، ان اضافی مقاصد سے صاف عیاں ہے جن کیلئے غیرت کے نام پر قتل کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ جبکہ اپنی خالص شکل میں چاہے ایسے قتل کا مقصد صرف زنا کے مرتکب فریقین کو نیست و نابود کرنا اور قبائلی آبرو کی تلافی کرنا ہی کیوں نہ ہو، اپنی بدلی ہوئی شکل میں اس کا اطلاق بہت وسیع ہو گیا ہے اور یہ متعدد مختلف مقاصد کیلئے استعمال ہوتا ہے، مثلاً:

۱۔ مقاصد کا حصول:

سیاہ کاری کی آڑ میں مرد اپنے دیرینہ جھگڑے نمٹانے، زمین کے حصول، قرض ادا کرنے کے لئے رقم کے حصول، فرض واپس کرنے کی ذمہ داری سے گلو خلاصی کرانے، دوسری بیوی کے حصول، کسی ناپسندیدہ عورت سے چھٹکارہ پانے اور اسی طرح کے اور بہت سے مقاصد کے لئے بے گناہ عورتوں کو قتل کر دیتے ہیں، اور اسے ”غیرت کے نام پر قتل“ کہہ کر قبائلی ضابطہ سے انحراف کا دلیل پیش کیا جاتا ہے۔

2۔ ذریعہ انتقام:

غیرت کے نام پر کئے گئے قتل اس قسم کی سیدھی سادہ سودے بازی کے علاوہ جائیداد یا زمین کے جھگڑے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی عداوتوں اور حسلوں کے باعث ہونے والے ہر قسم کے

قتل کیلئے بھی بہترین آڑ کا کام دیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص زمین کے جھگڑے کے دوران کسی قبائلی کو قتل کرتا ہے تو اسے مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی کسی بوڑھی چچی، خالہ یا پھوپھی وغیرہ پر مقتول شخص کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنے کا الزام عائد کر کے فوراً اسے قتل کر دے اور اس کا روائی کو ”غیرت کے نام پر قتل“ کہہ کر قبائلی ضابطہ سے انحراف کے دلیل میں تبدیل کر لے۔ (۶)

حد سے زیادہ آزادی:

اس رسم میں اضافے کی ایک وجہ والدین کا اپنے بچوں خصوصاً لڑکیوں کی بہتر تربیت و نگرانی نہ کرنا اور انہیں حد سے زیادہ آزادی دینا بھی ہے۔ بعض گھروں میں بچوں کو حد سے زیادہ آزادی دی جاتی ہے، تعلیم و تربیت کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ دولت کی فراوانی اور حد سے بڑھتی ہوئی آزادی دھیرے دھیرے ناچنتہ اذہان کو بے راہ روی و زنا کاری میں مبتلا کر دیتی ہے۔ بے حجابی، نامحرموں سے میل ملاپ، مخلوط تقریبات میں شرکت اور گھر میں ہجبان انگیز میڈیا کا ماحول وہ عوامل ہیں جو کہ ایک مرد یا عورت کو بدکاری میں مبتلا کرنے کے ذرائع بنتے ہیں۔

لہذا گھرانے کے نگران کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ کسی بڑے آفت و گناہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے سے قبل ہی اپنی آنکھیں کھلی رکھیں۔

اسلامی قوانین پر عدم عمل درآمد:

اسلام ایک جامع دین ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کے بارے میں مستقل رہنمائی کرتا ہے اسلام کے بنیادی مقاصد میں مرد و عورت کی عزت و عصمت کی حفاظت داخل ہے اور اس نے معاشرے کو پاکیزہ بنانے اور پاکیزہ رکھنے کیلئے ایک مرتب نظام دیا ہے۔ اسلامی ہدایات پر عمل کے نتیجے میں جو معاشرہ تشکیل پائے گا وہ پاکیزہ معاشرہ ہوگا اور اس میں بدکاری کے واقعات نہایت قلیل کا لمعدوم ہوں گے۔ چنانچہ دور رسالت ﷺ اور دور خلفائے راشدینؓ میں ایسے واقعات آئے ہیں نمک کے برابر بھی نہیں۔ تاہم اس ساری تفصیل اور زنا کے انش الفوش ہونے کے باوجود واضح رہے کہ شادی شدہ کو سنگسار کرنا اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے لگانا اصل میں عدالت اور انتظامیہ کی

ذمہ داری ہے کہ وہ زانی یا زانیہ کے اقرار پر چار عادل مردوں کی گواہی اور پوری تفتیش کے بعد سزا جاری کرے۔ یوں نہ ہو جیسے کہ آج کل بس محض سیاہ کاری کا الزام لگایا اور از خود قاضی بن کر اس پر برس پڑا۔

اصل اسلامی تعلیم تو یہی تھا کہ ایسا معاملہ عدالت کے حوالے کیا جائے لیکن عملاً صورتحال یہ ہے کہ اسلامی قوانین مدت سے معطل ہیں، تو پھر ہر ایک اپنے رسم و رواج کے مطابق از خود ہی ایسے مقدمات کا فیصلہ کرنے لگے۔ اور مغربی قوانین چونکہ قتل کے سزا کی دیکھے ہی مخالف رہے ہیں اس لئے انہوں نے ہر جگہ اس کو قتل خطا ہی قرار دیا تھا، پھر زمانے کی گرد میں آہستہ آہستہ مقامی رسم و رواج غالب آتے گئے اور اصل اسلامی تعلیم اتنی نایاب ہو گئی کہ اس کو پیش کرنے پر عوام الناس بھی چونک اٹھیں اور جگہ جگہ علماء بھی آج اسی رسم و رواج کے محافظ بنے بیٹھے ہیں۔ ورنہ پہلے خود موقع پر مشتمل ہو کر قتل کر دینے کی صورتیں استثنائی ہوا کرتی تھیں۔ اصل قانون مجرمان کو عدالت کے حوالے کرنے ہی کا تھا اور ہے بلکہ تاقیامت رہے گا۔ (۷)

تعلیم کا فقدان:

سیاہ کاری کے رسم کا تدارک یا خاتمہ نہ ہونے کا ایک اہم اور بڑا عنصر تعلیم کا فقدان بھی ہے کیونکہ تعلیم ہی سے افراد اور معاشرے میں شعور پیدا ہوتی ہے، تعلیم ہی کے ذریعے جائز و ناجائز، قانونی و غیر قانونی اور اچھے و برے کی تمیز میسر ہوتی ہے اور سماجی ضابطوں اور قاعدوں کے پابندی کا شعور حاصل ہوتا ہے۔

جب کوئی فرد، گھرانہ یا معاشرہ تعلیم یافتہ اور باشعور ہوں تو انہیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ایک گھناؤنے رسم کا سہارا لے کر کسی سے جائز و ناجائز انتقام لینا از روئے انسانیت قابل نفرت اور اسلامی قوانین کی رو سے قابل سزا اور مذموم ہے۔ تعلیم یافتہ افراد یا معاشرہ نہ تو ملکی قانون پس پشت ڈالنے کا کوشش کرتا ہے اور نہ ہی اسلامی قوانین کو توڑ کر غضب الہی کا سزاوار بننے کا جرات کرتا ہے۔ تعلیم یافتہ افراد یا معاشرہ سردارانہ اور جاگیردارانہ، مجبور و مقہور سوچ کے تحت پروان چڑھنے کی

بجائے اسلامی و ملکی قانون کا پابند اور ایک آزاد و خود مختار سوچ کا حامل ہوتا ہے اور جاگیردارانہ تسلط کو سرے سے قبول ہی نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے تو یہ بات مشاہدے سے ثابت ہو چکی ہے کہ سردار یا جاگیردار اپنے اور اپنے گھرانے کیلئے ہر قسم کی سہولیات اور اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے کے درپے ہوتے ہیں جبکہ اپنے ماتحت، رعایا اور قوم کیلئے تمام تر سہولیات سمیت تعلیم کے تمام تر دروازے بند ہوتے ہیں۔ آج کل اگرچہ جاگیردارانہ نظام اپنے اصل روپ میں قائم نہیں لیکن اس کے اثرات کم و بیش اب بھی کہیں کہیں موجود ہیں۔

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیم اور شعور کا سلسلہ وسیع کیا جائے خاص کر دیہی علاقوں میں تعلیم عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

سیاہ کاری کے نام پر قتل کے خاتمے کیلئے تجاویز

ولی کی نگرانی:

قتل کسی بھی وقت اشتعال میں آ کر فوراً ہو جاتا ہے جبکہ زنا کا ارتکاب یکدم نہیں ہوتا بلکہ اس کے پیچھے کافی مدت کی غیر شرعی دوستیاں اور شناسائیاں موجود ہوتی ہیں۔ زنا کے محرکات کے ظہور کے بعد ہی اصل زنا کا ظہور عمل میں آتا ہے۔ ولی حضرات باپ، بھائی، شوہر وغیرہ تب کہاں ہوتے ہیں، وہ عورت کے نگراں ہیں۔ ان کی رمداری تھی کہ وہ عورت کو بے ججابی سے روکیں، نامحرموں سے میل ملاپ پر پابندی لگائیں، مخلوط تقریبات میں نہ جانے دیں، گھر کے ماحول کو بھی ہيجان انگیز میڈیا سے بچائیں۔ یہ سب کچھ نگران مردوں کی لاعلمی، چشم پوشی اور مجرمانہ غفلت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے مگر وہ اپنے قصور سے صرف نظر کرتے ہوئے سزا کا نشانہ اپنی عورتوں کو بناتے ہیں۔ اپنی مجرمانہ غفلت پر پردہ ڈالنے کیلئے عورتوں کو قتل کی بھیئت چڑھا دینا قتل بڑی نا انصافی کی بات ہے۔ مردوں کو چاہیے کہ وہ کسی بڑے گناہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے سے قبل ہی آنکھیں کھلی رکھیں، اور عورت کی چال ڈھال، میک اپ، بے ججابی، بغیر ضرورت کی چلت پھرت سے روکیں۔ اگر کوئی نامناسب حرکت محسوس کریں تو اس کے سد باب کیلئے زبانی طور پر، ہاتھوں

سے اور پابندیوں سے اسے باز رکھنے کی کوشش کریں۔

سخت قانونی گرفت:

پاکستانی قانون میں بیوی، بہن یا بیٹی کو کسی غیر کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں پا کر قتل کر دینے والے کو قتل عمد قرار نہیں دیا جاتا بلکہ اسے قتل خطا قرار دیا گیا ہے۔ قاتل چند سال سزا کاٹ کر واپس گھر آ جاتا ہے۔ مگر جہاں تک اس قانون کے غلط استعمال کا تعلق ہے مختلف لوگوں نے اسے مخصوص مقاصد کیلئے استعمال کیا ہے۔ مثلاً ہمارے دیہاتوں میں عام سی بات ہے بہن، بیوی، بیٹی کو بد چلنی کے الزام میں ٹو کے، چھری، کلہاڑی وغیرہ سے فوراً موقع پر ہی قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح قتل و قتال کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلتا ہے، بسا اوقات اپنی مذموم عزائم کی تکمیل کیلئے بے قصور اور بے گناہ عورتوں کو اپنے دشمنوں کے ساتھ ملوث دیکھنے کا بہانہ بنا کر دشمنوں کو اور ساتھ اپنی خواتین کو بے دریغ قتل کر دیا جاتا ہے۔

گویا قتل غیرت کو قتل خطا قرار دینے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دُورے جاگیردار اپنی دشمنیوں کا بدلہ قتل غیرت بنا کر لیتے ہیں۔ اپنی بہن، بیٹی بے قصور ماری گئی، مگر اس طرح دشمن تو ہلاک ہو گیا، اب کیس غیرت کے قتل کا بنایا گیا، نہ کہ قتل عمد کا۔ لہذا چند سال قید کاٹ کر واپس گھر آ گئے۔ لیکن اس سے قتل و قتال اور دشمنوں کا ایک نہ ختم ہونے والا چکر چل نکلتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ قانون پر نظر ثانی کی جائے تاکہ مجرم اس کا غلط استعمال نہ کر سکیں۔

اگرچہ یہ امر خوش آئند اور باعث مسرت ہے کہ قومی اسمبلی نے کار و کاری، غیرت کے نام پر قتل اور سیاہ کاری سے متعلق ضابطہ فوجداری میں ترامیم کے بل کی منظوری دیدی۔ بل کے تحت غیرت کے نام پر قتل کے واقعات کار و کاری یا سیاہ کاری میں ملوث عناصر کو ۲۵ سال تک سزا دی جا سکے گی۔ لیکن غیرت کے نام پر قتل کے خلاف جدوجہد بل اسمبلی میں پیش کرنے سے ختم نہیں ہوگی، ضروری ہوگا کہ ایسی رسم کو ختم کرنے کیلئے ضروری اقدامات اٹھائے جائیں جو انسانی کردار کو ان تمام اصولوں سے محروم کرتی ہے جو انسانیت اور مذہب نے طے کئے ہیں۔ یہ رسم محض بے لگام

ظالم قوت کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ لہذا انسانی جان کی حرمت کا تقاضا ہے کہ ایسے قتل کو قتل خطا کی بجائے ملکی قانون میں قتل عمد قرار دیا جائے۔

سیاہ کاری کے خلاف شعور اجاگر کرنا:

سیاہ کاری یا غیرت کے نام پر قتل ایک انسانی المیہ سے کم نہیں یہ نہ صرف اسلامی قانون اور اقدار کی منافی ہے بلکہ قانون کی خلاف ورزی بھی ہے۔ لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم اپنے سماجی ڈھانچہ سے تشکیل پانے والے ان عناصر کی درست طرح سے تجزیہ نہیں کر پاتے اور وسعت علم نہ ہونے کے باعث اسے سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کر پاتے جس کی وجہ سے ایسے انسانی المیے وجود میں آتے ہیں۔ جب تک ہم سماج کے اندر پائے جانے والے عناصر میں آہستہ آہستہ سماجی تبدیلیاں لانے والے محرک کو تلاش نہیں کر پاتے شاید ہم اس بیماری کا علاج بھی نہیں کر سکیں گے۔

دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ پاکستان میں مختلف طبقہ فکر کے لوگ آپس میں صدیوں سے اپنے سماجی، سیاسی اور معاشی تعلقات کی بنیاد پر جڑے ہوئے ہیں۔ غالب اکثریت انتقام کو ایک فطری جذبہ کا اظہار سمجھتی ہے۔ ہمارے بہت سے سماجی، سیاسی اور خاندان کے حلقوں میں اسے ایک معمولی سی بات سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ ایک شخص کی عزت اور انفرادیت، ایک خاندان برادری اور قبیلے کی حیثیت کا معاملہ ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص انتقامی کارروائی کرتا ہے تو اس کے دوست اور رشتہ دار اس کی پشت پر ہوتے ہیں۔ دوسری طرف اس کا مخالف انتقامی کارروائی کا بدلہ چکانے کیلئے تیار ہوتا ہے۔ یہ کہنا بہت عام سی بات ہوگی لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جب تک خود ریاست اپنے قوانین نافذ نہیں کرے گی اور جب تک دانشور طبقہ عدم تشدد کی اقدار کو پوری تندی سے فروغ نہیں دے گا، عورتوں کے خلاف کاروکاری کا کلچر برقرار رہے گا بلکہ سماجی تبدیلیاں تیزی سے بدلیں گی۔ سماج کو کنٹرول کرنے کے روایتی طریقے بتدریج بے اثر ہوتے جائیں گے۔ ریاستی مشینری زنگ آلود ہو کر ناکام ہو جائے گی اور اس طرح تشدد، کاروکاری مختلف شکلوں میں ظاہر ہو کر زیادہ طاقت سے پھیلے گا اور سماج مسلسل تکلیف دہ مرحلہ سے گزرتا رہے گا۔ جہاں تک گھریلو تشدد کا تعلق ہے ہمارے

معاشرے میں آبادی کا ایک بڑا حصہ بیویوں کی پٹائی کو مردانگی سمجھتا ہے، پاکستانی معاشرہ میں عورتوں کے ساتھ مار پیٹ بہت عام سی بات ہے یہ سلوک نہ صرف شوہر بلکہ شوہر کے خاندان کے دوسرے افراد بھی روا رکھتے ہیں۔ اس میں طمانچے مارنا، بیٹنا اور قتل کرنے تک شامل ہے۔ اس سے آسانی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تشدد کی یہ صورتیں عموماً اتنی نفرت کی بناء پر نہیں ہیں جتنا ان کا تعلق عادت اور روئے سے ہے۔ لوگ عام طور پر تشدد کو سماجی اور نجی مقاصد کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ لہذا ان تمام باتوں کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ملک کے اندر عوام میں شعور کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا جائے تاکہ صدیوں سے جاری کار و کاری کے اس قبیح رسم کو معاشرے سے بتدریج شعور و فکر کے ذریعے ختم کیا جاسکے۔

یہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں عورت کو ملکیت یا جائیداد سمجھتے ہیں لہذا یہ شعور اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ جب تک قبائل اور جاگیر داری نظام میں عورت کو ملکیتی یا جائیداد سمجھنے کا تصور ختم نہیں ہوتا اس وقت تک سیاہ کاری کی رسم کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔

پروئے کا اہتمام:

اسلام ایک جامع دین ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کے بارے میں مستقل رہنمائی کرتا ہے اسلام کے بنیادی مقاصد میں مرد و عورت کی عزت و عصمت کی حفاظت داخل ہے اور اس نے معاشرے کو پاکیزہ بنانے اور پاکیزہ رکھنے کیلئے ایک مرتب نظام دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خواہش کے ہر سوراخ کو مکمل طور پر بند کیا گیا ہے، جس کی خشبت اول عورت کا بلا ضرورت شرعی گھر سے باہر نہ نکلنا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَةِ الْأُولَى (۸) اور عند الضرورت نکلنے کے وقت بھی اظہار زینت سے منع فرمایا اور جسم اور چہرے کو ڈھانپ کر نکلنے کی اجازت دی۔ ارشاد فرمایا کہ:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ عَلِيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْهِن (۹) اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا

سکتا ہے کہ چارواڑھنے کا طریقہ بھی حق تعالیٰ جل شانہ نے خود بیان فرمایا:۔ ولیضربن بخمرهن علی حیوبهن (۱۰) جبکہ نماز جیسی اہم عبادت کا طریقہ خود بیان کرنے کی بجائے حضور ﷺ کے حوالے فرمایا گیا۔ اس کے علاوہ شرم و حیا کا حکم اس اہمیت سے دیا کہ حیا کو ایمان کا شعبہ قرار دیا چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ کہ:۔ الحياء شعبۃ من الایمان (۱۱) حیا ایمان کا بہت بڑا شعبہ ہے۔ عام طور پر نوع انسانی کی بہتری اور خاص کر عورت کی بہبودی کیلئے عورتوں کا پردہ میں رہنا ایک ضروری امر ہے۔ کیونکہ پردہ عورت کی خود مختاری اور استقلال کا ضامن اور اس کی حریت کا کفیل ہے، نہ کہ اس کی ذلت کی علامت اور اس کی اسیری کا پیش خیمہ۔ پردہ عورت کو اپنے وظیفہ طبعی کے دائرہ سے باہر قدم رکھنے میں مانع ہے۔ وہ وظیفہ طبعی جس میں ہر عورت کی سعادت کا انحصار ہے۔ ان تمام احکامات سے مقصود بدکاریوں، زنا، لواط، فواحش ہے کا سد باب ہے۔ ان اسلامی ہدایات پر عمل کے نتیجے میں جو معاشرہ تشکیل پائے گا وہ پاکیزہ معاشرہ ہوگا اور اس میں بدکاری کے واقعات نہایت قلیل کا لمعدوم ہونگے۔ چنانچہ دور رسالت ﷺ اور دور خلفائے راشدین میں ایسے واقعات آنے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔

لہذا اس سلسلے میں ضروری ہے کہ بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا جائے خصوصاً اسلامی تصور عفت و حیا ان میں اجاگر کیا جائے۔ لگا ہوں میں جھک اور عفت، محرم اور غیر محرم کے تصور بلکہ اس پر سختی سے پابندی کرانے سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ نیز اسلامی قانون ستر و حجاب کی پابندی کرائی جائے۔

سیاہ کاری کے نام پر قتل کا اسلامی حل:

اس مسئلے کا اصل حل اسلامی سزاؤں کا نفاذ ہے۔ ہر شخص کو بروقت انصاف مہیا کیا جائے تاکہ قاضی جرائم کی حوصلہ شکنی کیلئے حالات و ضرورت کے مطابق حد یا تعزیر نافذ کر کے بڑھتے ہوئے جرائم کا تدارک کرے۔ اس وقت بڑا ضروری ہو گیا ہے کہ جرائم کی سنگینی کے مطابق قاضی سزا نافذ کرے، اگر عورت مظلوم تھی اور محض بد چلنی کے شبہ میں اس کو قتل کیا گیا تو قاتل کو قتل عمد کی

پوری سزا دی جائے اور اگر مقتولہ واقعاً جرم میں ملوث تھی اور اس کے گواہ موجود ہیں تو پھر بھی قاتل کو تعزیر دی جائے، اس بات پر کہ اس نے قانون اپنے ہاتھ میں کیوں لیا اور عدالت کو اس سے آگاہ نہیں کیا۔

ایک روایت میں حضور ﷺ سے حضرت سعدؓ کے سوال (اگر ہم اپنی بیوی سے کسی کو زنا کرتے دیکھ کر ایسے موقع پر کیا ہم گواہ ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوں؟) کے جواب میں یوں منقول ہے، ”تم تعجب کرتے ہو سعد کی غیرت پر مگر میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے“ کتنا بلیغ جملہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس نے قیامت تک کیلئے غیرت کے نام پر عورتوں کے قتل کا خاتمہ کر دیا۔ مراد یہ کہ قانون بنانے والا رب اور جس پر قانون نازل ہوا ہے وہ رسول ﷺ دونوں بہت غیرت والے ہیں مگر غیرت کا یہ مطلب نہیں کہ جذبات میں بہہ کر انسانی جان کو ضائع کرنا اپنا حق قرار دے لیا جائے۔

جہالت کا خاتمہ:

جہالت بہت سی برائیوں کی جڑ ہے، معاشرے کے ان پڑھ اور جاہل افراد آسانی سے مختلف جرائم کی طرف مائل ہو جاتے ہیں جبکہ تعلیم ان میں شعور پیدا کرتی ہے۔ جب تعلیم کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو ہم اس کا مطلب رسمی تعلیم سے لیتے ہیں، لیکن ہمارا مطلب یہاں تعلیم سے یہ ہے کہ لوگوں کو سماجی ضابطوں اور قاعدوں کی پابندی اور ان کے بارے میں شعور دیا جائے۔ دیہی علاقوں میں خاص طور پر تعلیم کو عام کرنے کی ضرورت ہے خاص طور پر لڑکیوں میں تعلیم اور شعور کی کمی کو پورا کیا جائے اور انہیں عائلی قوانین سے آگاہ کیا جائے۔ تحقیق سے یہ بات ثابت بھی ہو چکی ہے کہ جرائم کے انسداد کیلئے ضرورت ہے کہ خواتین کو خاص کر زیور تعلیم سے آگاہ کیا جائے، ان کی تعلیم و تربیت اسلامی رنگ سے مزین جدید خطوط پر کی جائے تاکہ خواتین اپنے دائرے میں رہتے ہوئے تعمیری و ترقیاتی کاموں میں اپنا وقت صرف کریں تو مؤثر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں اور معاشرہ بھی سدھر سکتا ہے۔

مذکورہ بالا تمام احکامات سے مقصود بدکاری و زنا جو انش الفواحش ہے کا سد باب ہے، کیونکہ زنا ایسا بدترین شیطانی عمل ہے جس کی کسی لمحے کسی شریعت میں کبھی اجازت نہیں دی گئی، جبکہ شراب وغیرہ کی اجازت خود شروع اسلام میں رہی ہے، نیز جائز طریق سے منفع ہونے والا (مھن) اگر اس فعل بد کا مرتکب ہو تو وہ اسلامی معاشرے اور زمین پر رہنے کے لائق نہیں۔ شرعی ثبوت کے بعد اسے سنگسار کر کے زمین کو اس کی نحوست سے پاک کر دینا ہی مناسب ہے، کیونکہ جس معاشرے میں بدکاری عام ہو جائے اس پر اللہ پاک کی طرف سے رحمت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور وہ قوم بھوک اور اقتصادی بد حالی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ لہذا اسلامی ہدایات پر عمل کے نتیجے میں جو معاشرہ تشکیل پائے گا وہ پاکیزہ معاشرہ ہوگا اور اس میں بدکاری کے واقعات نہایت قلیل کا معدوم ہوں گے۔ چنانچہ دور رسالت ﷺ اور دور خلفائے راشدینؓ میں ایسے واقعات آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ پھر ان واقعات کے بارے میں بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ اقامت حدود کی عملی تعلیم کیلئے تکوینی حکمتوں کے تحت ہوئے، نیز ان واقعات سے مرتکبین کا کمال ایمان اور آخرت کی زندگی پر غیر متزلزل یقین عیاں ہوتا ہے، اس لئے کہ انہوں نے بغیر کسی پکڑ دھکڑ کے از خود بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ طہرنی یا رسول اللہ سنگساری کی سزا جاری ہونے کے بعد اعزاسلمیؐ کی مقبول توبہ اور طہارت کی گواہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے امت کو سنائی کہ ان کی توبہ ایسی عظیم ہے جو پوری حجاز بلکہ پوری امت کے بخشش کیلئے کافی ہو سکتی ہے فرمایا کہ: لقد تاب توبہ قسمت بین املو سعتهم (۱۲)

جبکہ غامد یہ عورت کے بارے میں فرمایا کہ:

فوالذی نفسی بیدہ لقد تابت توبہ لوقو تابہا صاحب مکس لغفرلہ (۱۳)

☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات باب ششم

- (۱)۔ پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال ۲۰۰۲ء، HRCP سالانہ رپورٹ، مرکزی دفتر، لاہور، ص ۲۳۲
- (۲)۔ ایضاً، سالانہ رپورٹ ۲۰۰۵ء، ص ۳۱-۲۳۰
- (۳)۔ ایضاً، سالانہ رپورٹ ۲۰۰۶ء، ص ۲۶۲ / روزنامہ جنگ، کوئٹہ، ۹ فروری ۲۰۰۷ء
- (۴)۔ ایضاً، سالانہ رپورٹ ۲۰۰۷ء، ص
- (۵)۔ رابعہ علی، غیرت کا تاریک پہلو مترجم افتخار محمود، شرکت گاہ، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۲۵
- (۶)۔ ایضاً، ص ۲۴-۲۵
- (۷)۔ پروفیسر ثریا بتول، جدید تحریک نسواں اور اسلام، منشورات، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۳۶۵
- (۸)۔ الاحزاب ۳۳: ۳۳
- (۹)۔ الاحزاب ۳۳: ۵۹
- (۱۰)۔ النور ۲۴: ۳۱
- (۱۱)۔ ابن ماجہ محمد بن یزید القزوی، سنن ابن ماجہ، مطبع مجتہائی، لاہور، ۱۹۸۴ء، ج ۱، ص ۲۲
- (۱۲)۔ امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ج ۲، ص ۳۱۰
- (۱۳)۔ ایضاً، ج ۲، ص ۳۱۰

باب ہفتم سیاہ کاری کے متعلق اخبارات و جرائد کی رپورٹیں

سیاہ کاری کے واقعات کے متعلق مختلف ملکی اخبارات و جرائد کی رپورٹیں ترتیب وار حسب ذیل ہیں۔

کوسٹہ میں سریاب کے علاقے کلی جیو میں ہفتہ (3 اپریل 2004ء) کو شوہر نے نئی نویلی دہن کو گلہ میں پھندا ڈال کر ہلاک کر دیا۔ پولیس کے مطابق نوجوان غلام حیدر کی گزشتہ روز شادی تھی اس نے سہاگ رات کو مبینہ طور پر بد چلتی کے شبہ میں اس کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر ہلاک کر دیا۔ (۱)

مذکورہ واقعے کے خلاف خواتین اور بچوں نے اگلے روز بطور احتجاج سر کی روڈ کچھ دیر کیلئے بند کر دی۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ شادی کی پہلی شب اپنی بیوی کو مبینہ طور پر گلے میں پھندا ڈال کر قتل کرنے والے ملزم غلام حیدر کی خلاف عام عدالت کی بجائے خصوصی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے اور خواتین کے خلاف جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جائیں۔

غیرت کے نام پر خواتین کا قتل سخت ترین نا انصافی اور گناہ ہے اس کے سد باب کیلئے ہم نے قومی اسمبلی میں بھی بل پیش کیا ہے۔ اور اب ہر صوبے میں وہاں کے اراکین اسمبلی اس بہیمانہ روایت کے خلاف قرارداد کی منظوری دیں گے ان خیالات کا اظہار وزیراعظم کی مشیر برائے بہود نیلوفر بختیار نے یہاں ہفتہ کے روز پریس کانفرنس سے خطاب کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ غیرت کے نام پر قتل کے خلاف قانون سازی کی جائے گی۔ (۲)

اوستہ محمد میں ایک شخص عبدالرحمان نے اپنی بیوی مسماۃ ماہ گل پر کاروکاری کا الزام لگاتے ہوئے اندھا دھند فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا اور موقع واردات سے فرار ہو گیا۔ پولیس نے رپورٹ درج کر کے ملزم کی تلاش شروع کر دی۔ (۳)

کاروکاری کے خلاف بل جلد پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے گا۔ کاروکاری کی رسم سماجی برائی ہے جس کے خاتمے کیلئے بھرپور کوششیں کی جائیں گی۔ وزیراعظم چوہدری شجاعت حسین نے

ملک میں کاروکاری کے بڑھتے ہوئے واقعات کا سخت نوٹس لیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ایک سماجی برائی ہے جس کی اسلام یا آئین پاکستان میں کوئی گنجائش نہیں سیاہ کاری کی رسم کے خاتمے اور اس میں ملوث افراد کو سخت سزا دینے کیلئے بہت جلد پالیمنٹ میں بل پیش کیا جائے گا۔ (۴)

مستونگ میں ایک شخص نے سیاہ کاری کے شبہ میں اپنی بھتیجی کو اس کے داماد سمیت تیز دھار آلہ سے قتل کر دیا اور موقع سے فرار ہو گیا۔ تفصیلات کے مطابق مستونگ کے علاقے میں ایک شخص رحیم نے سیاہ کاری کے الزام میں اپنی بھتیجی سماء (ب) اور اس کے داماد عبدالقیوم کو قتل کر کے موقع سے فرار ہو گیا۔ پولیس نے نقش ویرانے سے برآمد کر کے ضروری کارروائی کے بعد درثاء کے حوالے کر دیئے۔ مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔ (۵)

سریاب کلی گوہر آباد میں شقی القلب بھائی نے 60 سالہ بیوہ بہن کو سیاہ کاری کے شبہ میں گولیوں سے بھون ڈالنے کے بعد چھری سے ذبح کر دیا جبکہ اس کے بعد گلی سے گزرنے والے ایک نوجوان کو بیدردی سے قتل کر کے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا ملزم نے دونوں کو سیاہ کار قرار دیا ہے۔ کونسل میں سیاہ کاری کی اپنی نوعیت کی یہ پہلی واردات ہے۔ جبکہ مقتول کے چچا زاد بھائی نے کہا کہ ملزم کی سکے ساتھ ذاتی رنجش تھی۔ (۶)

غیرت کے نام پر خواتین کو اس لئے قتل کیا جاتا ہے تاکہ ناجائز تعلقات یا بھروسہ والدین کی پسند کے لڑکے سے شادی نہ کرنے کی سزا دی جاسکے۔ حالیہ ریسرچ یہ ظاہر کرتی ہے کہ جن خواتین کو زمین یا رقم کے تنازعات کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے ان کے قتل کو غیرت کے نام پر قتل قرار دے دیا جاتا ہے۔ غیرت کے نام پر قتل کی جڑیں اسلام سے قبل کے دور سے جا ملتی ہیں آنحضرت ﷺ نے عرب دنیا کے جس حصے میں اللہ کا پیغام پہنچایا وہاں بچیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ اس قبیح رسم کے خلاف جنگ لڑنا بڑی اہم بات ہے یہ کوئی آسان کام نہیں۔ ہیومن رائٹس اور لیگل ایڈ گروپ کے دہلا کے مطابق پاکستان میں 2003ء میں کم از کم 361 خواتین اور لڑکیوں کو ان کے مرد رشتہ داروں نے غیرت کے نام پر قتل کر دیا۔ خوش قسمتی سے متعدد پاکستانی خواتین اور انسانی حقوق کی

تنظیموں کی طرف سے کی جانی والی انتھک کوششیں آخر کار غیرت کے نام پر قتل کو قومی ایجنڈے پر لے آئی ہیں۔ میڈیا نے بھی غیرت کے نام پر قتل کے خلاف جدوجہد کی حمایت کی ہے اور پھر صدر مملکت کی مدد سے پاکستان مسلم لیگ نے غیرت کے نام پر قتل کے خلاف بل آخر کار قومی اسمبلی میں پیش کر دیا، اگرچہ اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے پارٹی PPP اور MMA حکومت کی طرف سے پیش کئے گئے بل کے حمایت کریں گی اس کے باوجود برسرِ اقتدار پارٹی کے اراکین اسمبلی کی ایک بہت بڑی تعداد اس بل کے خلاف ہے۔ قتل کے مجرمانہ فعل کی مذمت کرتے ہوئے وہ بے عزتی محسوس کرتے ہیں۔ غیرت کے نام پر قتل کے خلاف جدوجہد بل اسمبلی میں پیش کرنے سے ختم نہیں ہوگی، ضروری ہوگا کہ ایک ایسی رسم کو ختم کرنے کیلئے ضروری اقدامات اٹھائے جائیں جو انسانی کردار کو ان تمام اصولوں سے محروم کرتی ہے جو انسانیت اور مذہب نے طے کی ہیں۔ یہ رسم محض بے لگام ظالم قوت کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ (۷)

موسیٰ خیل میں شوہر نے سیاہ کاری کے شبہ میں بیوی کو اندھا دھند فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تفصیلات کے مطابق موسیٰ خیل کے علاقے میں عبداللہ جان نامی شخص نے سیاہ کاری کے شبہ میں اپنی بیوی مسماہ (ز) کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور موقع سے فرار ہو گیا واردات کے بعد پولیس نے مقتولہ کی نعش ضروری کارروائی کے بعد ورثاء کے حوالے کر دی اور ملزم کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔ (۸)

ڈیرہ مراد جمالی میں جمعرات کو مسلح افراد نے ایک شخص غلام مرتضیٰ کی ناک اور کان کاٹ دیئے۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے دو افراد سکندر اور ہمت علی کو گرفتار کر لیا واقعہ کی وجہ سیاہ کاری بتائی جاتی ہے۔ (۹)

جیکب آباد میں کارو کاری کے شبہ میں دو خواتین اور ایک مرد کو قتل کر دیئے۔ پہلی واردات کرم پور پولیس تھانہ کی حدود گاؤں امین جعفری میں ہوئی جس میں شوہر نوح جعفری نے فائرنگ کر کے اپنی بیوی اور اس کے آشنا کو قتل کر دیا جبکہ دوسری واقعہ کندھ کوٹ کے علاقے میں ہوئی جس میں

شوہر نے بیوی کو سیاہ کاری کے الزام میں قتل کر دیا۔ (۱۰)

ڈیرہ مراد جمالی میں سیاہ کاری کے الزام میں بہن آشنا سمیت قتل۔ اطلاعات کے مطابق ڈیرہ مراد جمالی میں نواز خان نامی شخص نے مبینہ طور پر فائرنگ کر کے اپنی بہن مسما (ظ) اور اس کے آشنا قدرت اللہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ قتل کی وجہ سیاہ کاری بتائی جاتی ہے۔ آئے روز ایسے واقعات میں اضافے کی وجہ سے عوام میں اشتعال پھیل رہا ہے اور متعدد افراد سیاہ کاری کی وجہ سے مارے جا رہے ہیں۔ (۱۱)

نصیر آباد میں منعقد ہونے والے سیمینار میں سیاہ کاری کے نام پر خواتین کے قتل کو بدترین ظلم قرار دیا گیا ہے اور کہا گیا کہ اس قتل سے اکثر قبائلی تصادم جنم لیتے ہیں۔ سیمینار کی صدارت ضلعی ناظم محمد امین عمرانی نے کی۔ مقررین نے کہا کہ اسلام نے اس نوعیت کے اقدام کی اجازت نہیں دی۔ انہوں نے کہا کہ عوام اس گھناؤنی رسم کا خاتمہ چاہتے ہیں انہوں نے اس گھناؤنے عمل کے خاتمے کیلئے موثر قانون سازی کرنے پر زور دیا۔ (۱۲)

ڈھاڑ میں سیاہ کاری کے الزام میں شوہر نے بیوی اور اس کے آشنا کو قتل کر دیا۔ یہاں آمدہ اطلاعات کے مطابق ڈھاڑ میں بیرو نامی شخص نے اپنی بیوی مسما (ع) اور اس کے آشنا نور دین کو قابل اعتراض حالت میں دیکھ کر مبینہ طور پر فائرنگ کر کے دونوں کو موقع پر ہی قتل کر دیا اور خود فرار ہو گیا۔ مقامی انتظامیہ نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ (۱۳)

خواتین کو دراشت سے محروم کرنے کیلئے جس انداز سے کاروکاری کی رسم کا سہارا لیا جا رہا ہے یا خاندانوں کے جھگڑے نمٹانے کیلئے جرجوں کے ذریعے لڑکیوں کا رشتہ بطور جرمانہ کرایا جاتا ہے اسے روکنے کیلئے قانون سازی سمیت بعض اقدامات ضرور کئے گئے ہیں اور مزید اقدامات کے عزم کا اظہار بھی ہوا ہے مگر عملی طور پر ان زیادتیوں کی موثر روک تھام ابھی تک ممکن نہیں ہو سکی۔ خواتین پر تشدد اور ان کے حقوق کا استحصال روکنے کی کوششیں اسی صورت میں زیادہ بار آور ثابت ہو سکتی ہیں جب تعلیم کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے، تاکہ جہاں خواتین کو اپنے حقوق سے آگہی ہو

وہاں انہیں استحصال کا نشانہ بنانے والوں تک بھی یہ پیغام پہنچے کہ وہ عورتوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم کر کے ایسے سنگین گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں جس کا دوا ہی میں نہیں، آخرت میں بھی ان سے سخت مواخذہ ہوگا۔ (۱۴)

اوسٹہ محمد بس اسٹینڈ پر ایک شخص دلی محمد کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ مقتول نے اپنے نژادی بیان میں پولیس کو بتایا کہ غلام قادر ولد علی حسن نے اسے اپنی بہن سے ناجائز تعلقات کے شبہ میں سیاہ کاری کا الزام لگایا تھا اور قبائلی طور پر اس کا فیصلہ بھی ہو چکا تھا، اور تاوان کے طور پر اپنی کمسن بیٹی کا رشتہ ملزم پارٹی سے طے کیا تھا، تاہم جرمانے کی رقم کی ادائیگی میں تاخیر کے سبب غلام قادر نے گولی ماردی مقتول کو علاج کی غرض سے لاڈکانہ لے جایا جا رہا تھا کہ وہ راستے میں جان بحق ہو گیا پولیس نے ملزم کو آٹھ قتل سمیت گرفتار کر کے مقدمہ درج کر لیا ہے۔ (۱۵)

یہ ہمارے معاشرے کا تاریک ترین پہلو ہے کہ صرف غیرت کے نام پر یا غیرت کی آڑ لے کر جیتے جاگتے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اور مارنے کے لئے صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ فلاں شخص کارو ہے یا فلاں عورت کاری ہے۔ جب سندھ کے دیہات میں 16 سال سے 40 سال تک کے خواتین و مردوں کو کھلے عام صرف غیرت کے نام بے وردی سے قتل کر دیا جاتا ہے تو انسانی حقوق کے علمبرداروں کے ایوانوں میں کوئی ہل چل نہیں مچتی، کہیں سے کوئی آواز نہیں اٹھتی، یہ صرف اس لئے کہ کاری قرار دے کر قتل کی جانے والی عورت کسی بڑے باپ کی بیٹی نہیں یا صرف اس لئے کہ ان کا قتل اہمیت نہیں رکھتا کہ وہ کسی ہاری کی بیوی یا بہن ہے اور کسی یونیورسٹی کی پڑھی لکھی عورت نہیں بلکہ ایک اچڑ اور گنوار عورت ہے یا پرکاری کے الزام میں قتل ہونے والی عورت آج بھی پتھر کے دور میں زندہ ہے، جہاں انسانی حقوق صرف بڑے لوگوں کے لئے مخصوص ہیں۔ جہاں آج بھی ایک نہیں کئی کئی قتل کے فیصلے علاقے کے ڈیڑوں کے رحم و کرم پر ہیں اور وڈیرے چاہیں تو فیصلہ کریں اور نہ چاہیں تو نہ کرے۔ ہم دین اسلام کے پیروکار ہیں اور دین اسلام میں ناحق کسی کو آزار دینا بہت بڑا گناہ ہے، تو پھر کارو کاری کے تحت لوگوں کا ہر مہینے بڑی

تعداد میں قتل کیا جانا ہمیں کہاں لے جا رہا ہے؟ بالائی سندھ کے ستم زدہ دیہاتی مختلف المیوں سے ہمیشہ دوچار رہے ہیں کیونکہ کبھی انہیں دڑیروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بننا پڑا ہے تو کبھی قبائلی جھگڑے خاندان کے خاندان اچھاڑ دیتے ہیں یا پھر کسی خاندان کو کاروکاری کے نام پر مشق ستم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ محترمہ عاصمہ جہانگیر پر پنجاب میں ہونے والے معمولی تشدد پر تو سرکاری ایوانوں میں زلزلہ آ گیا مگر صرف مئی کے ۱۵ دنوں میں (سندھ میں) ۵ عورتوں سمیت ۱۱ افراد نام نہاد غیرت کی بھینٹ چڑھ گئے لیکن تو سرکاری ایوانوں میں کھلبلی مچی اور نہ ہی معاشرے کے ٹھیکیداروں میں باہا کار مچی کیوں؟ انسانی حقوق کی علم بردار تنظیموں کیلئے ہی نہیں بلکہ سرکاری ایوانوں اور سماج کے ٹھیکیداروں کیلئے بھی ماہ مئی ۲۰۰۵ء کے صرف ۱۵ دنوں میں کاروکاری کے نام پر ۱۱ افراد کا قتل سوالیہ نشان ہے۔ (۱۶)

ڈھاڈر کے قریب مشکاف کے علاقے میں خاوند نے بیوی پر سیاہ کاری کے الزام میں اس کے گلے میں رسی اور کپڑے کا پھندا ڈال کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اطلاع ملتے ہی تحصیلدار ڈھاڈر افتخار احمد بکٹی جائے واردات پر پہنچ گئے اور ملزم کو گرفتار کر لیا۔ لیویز نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ (۱۷)

جمعہ ۱۰ مارچ کو ڈیرہ اللہ یار کے قریب گوٹھ شفیع محمد کے مقام پر ایک شخص بنگل خان نے اپنی بیوی سماء (ع) کو سیاہ کاری کے الزام میں ڈنڈوں کے وار کر کے ہلاک کر دیا، مقتولہ کو بچانے کی کوشش میں ملزم نے ایک اور شخص غلام شبیر کو ڈنڈے مار کر ہلاک کر دیا اور فرار ہو گیا۔ (۱۸)

سیاہ کاری کے الزام میں ہونے والے واقعات کی اکثریت حقیقت میں ”سیاہ کار“ نہیں ہوتی بلکہ اس کے پس پشت جائیداد کا حصول یا ذاتی انتقام کا فرما ہوتا ہے۔ گزشتہ ہفتے لاڑکانہ کے قریب غلام شاہ تھانے کی حدود میں واقع گوٹھ چنیر جتوئی میں پرویز جتوئی نامی شخص نے اپنی بیوی سعیدہ جتوئی پر اپنے ہی بڑے بھائی اعجاز جتوئی سے ناجائز تعلقات کا الزام لگا کر اس پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں اس کا سات ماہ کا حمل ضائع ہو گیا اور اسے شدید زخمی حالت میں چانڈ کا

میڈیکل کالج ہسپتال لاڑکانہ میں پہنچایا گیا، جہاں وہ زخموں کی تاب نہ لا کر ہلاک ہو گئی۔ ملزم پرویز بعد ازاں تھانے پہنچ گیا۔ دوسری جانب متوفی سعیدہ جتوئی کے بھائی یاسین جتوئی نے پرویز جتوئی کے الزم کی سختی سے تردید کی اور اپنی 40 سالہ بہن کو پاک باز خاتون قرار دیتے ہوئے اپنے بہنوئی پر کام چوری اور لالچی ہونے کے الزامات عائد کئے۔ پولیس نے متوفی سعیدہ جتوئی کے بھائی کی رپورٹ پر ملزم کو گرفتار کر لیا ہے۔ دوسری جانب سفاک شوہر کے بڑے بھائی اعجاز جتوئی نے بھی اپنے اوپر لگائے جانے والے الزامات کی نہ صرف تردید کی بلکہ متوفی سعیدہ کو اپنی بہن اور بیٹی کہا ہے اور اپنے قاتل بھائی پر بعض سنگین الزامات عائد کئے ہیں۔ (۱۹)

ڈیرہ مراد جمالی کے قریب گوٹھ بزار خان میں اختیار علی نامی شخص نے اپنے بھائی نور محمد کی مدد سے اپنی بیوی مسماۃ (ز) اور اس کے مبینہ آشنا علی بہار کو سیاہ کاری کا الزام دے کر فائرنگ کر کے دونوں کو ہلاک کر دیا۔ صدر پولیس نے بردقت کارروائی کر کے ملزمان نور محمد اور اختیار علی کو گرفتار کر کے ایک ٹی ٹی پستول اور شاٹ گن برآمد کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ (۲۰)

ضلع گھوٹکی کے پولیس تھانہ یارو لونڈ کی حدود کے گاؤں ابراہیم لونڈ میں دونو جوان دو شیرائیں مسماۃ حاجراں اور مسماۃ دادھل کو کاروکاری کا الزام لگا کر ان کے قریبی رشتہ داروں نے جنگل میں لے جا کر ایک ٹریکٹر کی رسی کے ساتھ باندھ کر ایک میل تک انہیں کھسیٹا اور جب وہ نیم مردہ ہو گئیں تو ملزمان نے انہیں زمین پر لٹا کر تیز دھار آ لے سے ان کی گردنیں جسم سے جدا کر دیئے اور انہیں جنگل میں گڑھا کھود کر دبا دیا۔ واردات کے بعد ملزمان فرار ہو گئے۔ (۲۱)

ڈیرہ اللہ یار کے قریب گوٹھ درانی میں دو افراد لال خان اور شہزاد احمد نے اپنے دیگر تین ساتھیوں کے ہمراہ فائرنگ کر کے اپنی کزن مسماۃ (گ) اور اس کے مبینہ آشنا غلام سرور کو ہلاک کر دیا پولیس نے مقتول کے والد کی درخواست پر مبینہ ملزمان کو گرفتار کر کے راتقل برآمد کر لی۔ ضروری کارروائی کے بعد لاشیں ورثاء کے حوالے کر دی گئیں۔ (۲۲)

کوئٹہ میں جان محمد روڈ کے علاقے جتوئی کالونی میں ایک 18 سالہ خادم نامی نو جوان

نے کاردکاری کے الزام میں اپنی سوتیلی ماہ مسماۃ (ب) اور اس کے مبینہ آشنا جمیعہ خان کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ قتل کی وجہ سیاہ کاری بتائی جاتی ہے۔ مقتولین کی نعش ضروری کاروائی کے بعد درءاء کے حوالے کر دی گئیں۔ (۲۳)

ڈیرہ مراد جمالی پولیس تھانہ بابا کوٹ کی حدود میں میر محمد نامی شخص نے اپنی بہن کو سیاہ کاری کا الزام لگا کر فائرنگ کر کے ہلاک کرنے کے بعد فرار ہو گیا۔ پولیس نے ضروری کاروائی کے بعد بلاش درءاء کے حوالے کر دی اور مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ (۲۴)

ڈیرہ مراد جمالی کے قریب گوٹھ فوج علی کنوہر کے رہائشی چودہ سالہ لڑکے ریاض احمد کنوہر کو ملزم علی نواز کنوہر نے سیاہ کاری کے الزام میں فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ پولیس نے ملزم کو گرفتار کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ جبکہ مقتول ریاض احمد کے چچا زاد بھائی وڈیرہ مہنور خان کنوہر و دیگر درءاء نے صحافیوں کو بتایا کہ علی نواز نے کزن کی مدد سے ریاض احمد کو ناجائز قتل کرنے کے بعد سیاہ کاری کا الزام لگایا ہے۔ (۲۵)

نواں کلی کوئٹہ کے علاقے کلی ناصران میں مسلح افراد نے ایک گھر میں گھس کر دھیرہ مسماۃ (ج) کو مبینہ آشنا عبدالرزاق سمیت فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ (۲۶)

ڈیرہ مراد جمالی کے قریب گوٹھ سبزی علی کے مقام پر عبدالرزاق نامی شخص نے اپنی بیوی مسماۃ (ک) اور اس کے مبینہ آشنا علی نواز کو سیاہ کاری کے الزام میں فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا اور فرار ہو گیا پولیس نے ضروری کاروائی کے بعد لاشیں درءاء کے حوالے کر دیں۔ (۲۷)

گندادہ میں سیاہ کاری کے الزام میں شوہر نے بیوی کو قتل کر دیا، کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی تفصیلات کے مطابق گندادہ سے 25 کلومیٹر دور بی ایریا تحصیل جھل مگسی کی یونین کونسل پنجک میں شوہر نذیر احمد خان خٹیلی نے اپنی نو بیاہتا بیوی مسماۃ (آ) کو سیاہ کاری کے الزام میں قتل کر دیا اور فرار ہو گیا جھل مگسی انتظامیہ نے مقدمہ درج کر کے مزید تفتیش شروع کر دی ہے۔ (۲۸)

لاڑکانہ میں علی جان مہیسر نامی شخص نے گوٹھ بکھو مہیسر کے 25 سالہ نوجوان ساجد مہیسر کو موٹر سائیکل پر لاڑکانہ آتے ہوئے نہایت سفاکی سے قتل کر دیا۔ ملزم نے متوفی پر الزام عائد کیا کہ اس کے علی جان کی بیوی ”کامل“ سے ناجائز تعلقات تھے۔ ملزم کا اقبالی بیان اپنی جگہ مگر گوٹھ بکھو مہیسر کے بعض افراد نے رابطہ کرنے پر نہ صرف اس الزام کو غلط اور مضحکہ خیز قرار دیا بلکہ قتل کی وجوہات کچھ اور ہی بیان کیں۔ (۲۹)

اوستہ محمد کے حسینی آباد محلہ میں ایک شخص غلام رسول نے اپنی بیوی مسماۃ (ح) کو سیاہ کاری کے الزام میں چاقو سے وار کر کے قتل کر دیا جبکہ مقتولہ کے بیٹوں نے مبینہ آشا عبد الستار کو نوتال کے قریب گوٹھ اللہ رکھا جمالی کے مقام پر بیدردی سے قتل کر دیا۔ ذی ایس پی جمیل اصغر پولیس کی نفری کے ہمراہ موقع پر پہنچ گئے ملزم غلام رسول کو گرفتار کر کے آلہ قتل برآمد کر لیا گیا۔ (۳۰)

لاڑکانہ میں ایک سال قبل محبت کے جذبات سے مغلوب ہو کر پسند کی شادی کر کے سہانے خواب دکھانے والے امجد تھہیو نے 25 سالہ بیوی شہناز کو کھانا کھانے کے بعد اچانک کلھاڑی کے وار کر کے ہلاک کر دیا اور بعد میں دیدہ دلیری سے رحمت پور تھانے پہنچ کر گرفتاری پیش کر دی اور اپنی بیوی پر بدچلنی کا الزام عائد کر کے اس کے قتل کو عین ”شوہری انصاف“ کے مطابق قرار دیا۔ جبکہ دوسری جانب مقتولہ کی لاش ہسپتال پہنچانے والی اس کی ساس اور امجد کی والدہ نے اپنے ہی بیٹے کے الزامات کو غلط قرار دیا اور کہا کہ میاں بیوی کے درمیان اکثر بدبشر لڑائی تو ہوتی رہتی تھی، تاہم اس کی بہو کا کردار خراب نہ تھا۔ ایک اور واقعے میں باکرائی تھانے کی حدود میں واقعہ گوٹھ قلندر آباد میں نوجوان نعمت خاتون آریجو کو اس کے بھائی اعجاز اور قریبی عزیز دھنی بخش نے پہلے بندوق سے فائر کر کے ہلاک کر کے لاش کی کوشش کی، تاہم وہ بچ گئی تو پھر بندوق کی نالی سے اس پر وار کئے جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور شدید چھوٹ لگنے کے باعث طبی امداد ملنے سے قبل ہلاک ہو گئی۔ مقتولہ نعمت خاتون کے بیٹے برکت نے تھانے میں دونوں ملزمان کے خلاف رپورٹ درج

کرائی جس کے بعد SHO حق نواز لولائی نے فوری طور پر ملزمان کو گرفتار کر کے آٹھ قتل برآمد کر لیا متوفیہ کے بیٹے نے بتایا کہ متوفیہ اس کی بہن کا رشتہ کلہوڑو قبیلے میں کرنا چاہتی تھی جبکہ ملزمان متوفیہ کی بیٹی کی شادی اپنی مرضی سے کرنا چاہتے تھے اور اسی تازہ کی وجہ سے بھائی نے اپنی بہن کو قتل کر دیا ہے، جب کہ ملزمان نے متوفیہ کی ہلاکت کو سیاہ کاری کا نتیجہ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ (۳۱)

کلی غلام پرنیز مستونگ میں بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے سیاہ کاری کے الزام میں نوجوان حسین بخش اور ایک خاتون کو قتل کر کے فرار ہو گئے پولیس نے مقتولین کی نعشیں ضروری کاروائی کے بعد ورثاء کے سپرد کر دیں۔ (۳۲)

نواب شاہ میں ایک عورت سمیت دو افراد کا ردکاری کی بھینٹ چڑھ گئے، جبکہ سیشن جج کے حکم پر 7 افراد کے خلاف ایک عورت کے ساتھ زیادتی کا کیس داخل کیا گیا۔ قاضی احمد پولیس اسٹیشن کی حدود میں واقع گاؤں رضا محمد کبھری میں ملزم عبدالخالق کبھری نے اپنی شادی شدہ سگی بہن 28 سالہ حسنہ کو اس کے سسرال میں کلہاڑیوں کے وار کر کے بے دردی سے قتل کر دیا اور تھانے جا کر خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ مقتولہ کے سسر بہادر کبھری نے تھانے میں رپورٹ درج کرائی ہے کہ اس کے بیٹے کبھری کی شادی 10 سال قبل مقتولہ سے ہوئی تھی لیکن اس کا چال چلن ٹھیک نہ تھا۔ بہادر کبھری نے یہ بھی الزام لگایا کہ اس کی بہو حسنہ نے برادری کے ایک نوجوان ذوالفقار ولد بجن کبھری کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کر رکھے تھے، اسی بناء پر اس کے بھائی نے اسے قتل کر دیا۔ تعلقہ نواب شاہ کے گاؤں میر جان محمد تالپر میں دو بھائیوں موسیٰ خاٹھیلی اور عیسیٰ خاٹھیلی نے اپنے ایک ساتھی کی مدد سے اپنی ہی برادری کے ایک نوجوان ۲۲ سالہ ضمیر خاٹھیلی کو کارڈکاری کے الزام میں کلہاڑیوں کے وار اور فائرنگ کر کے شدید زخمی کر دیا اور جائے وقوع سے فرار ہو گئے، زخمی نوجوان کو پی ایم سی ہسپتال نواب شاہ لایا گیا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا۔

کارڈکاری ایسی مکروہ رسم ہے جو ہر سال سینکڑوں ہزاروں مرد و عورتوں کو نگل لیتی ہے۔ اس طرح کے واقعات میں یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ کارڈکاری کو صرف اور صرف مردانہ

معاشرہ اپنے بچاؤ کے لئے استعمال کر رہا ہے، جبکہ غیرت اور خاندانی عزت کے نام پر ہونے والی قتل و غارت گری میں پولیس کا رویہ عام طور پر جرم کو نظر انداز کرنے والا ہوتا ہے، ایسے ملزم کے ساتھ نرمی برتی جاتی ہے۔ (۳۳)

اوستہ محمد کے قریب سیاہ کاری کے الزام میں خاتون سمیت تین افراد ہلاک ہو گئے نواحی گاؤں بسنت عمرانی میں باپ اور بھائیوں نے مل کر مسماہ (پ) کو سیاہ کاری کے الزام میں موت کے گھاٹ اتار دیا جبکہ بہن کے ساتھ ناجائز تعلقات کے شبہ میں اسکول ٹیچر محمد اسلم عمرانی اور ٹیکسی ڈرائیور جبل ایری کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔ پولیس ذرائع کے مطابق مقتولہ (پ) رات کو اچانک گھر سے غائب ہو گئی گھر والے اسے تلاش کرتے رہے جبکہ صبح کو مقتولہ ایک ٹیکسی میں سوار ہو کر گھر لوٹ آئی، مقتولہ کے بھائیوں نے بہن اور ٹیکسی ڈرائیور کو موقع پر ہلاک کر دیا جبکہ بعد ازاں محمد اسلم کو بھی ہلاک کر دیا۔ (۳۴)

فقیر والی میں نواحی بستی چک 6/R.120 میں مشکوک کروار کے باعث والد نے حقیقی بیٹی سحر ایوب کو جو ایف اے کی طالبہ ہے فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ معلوم ہوا ہے کہ سحر ایوب اپنے باپ ایوب کی پہلی مطلقہ بیوی سے تھی اور اب اپنے بھائی کے ہمراہ اپنی دادی کے پاس سکونت پزیر تھی۔ گزشتہ شب اس کے والد نے اسے مشکوک کروار کی وجہ سے اسکی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ پولیس نے مقتولہ کے بھائی فیاض ایوب کی رپورٹ پر باپ کے خلاف مقدمہ درج کر کے ملزم کو گرفتار کر لیا۔ (۳۵)

خان پور کے قریبی گاؤں آری مہر میں ایک غیر شادی شدہ عورت مسماہ حسینہ کو اپنے چچا زاد بھائی اکبر پٹانی نے ناجائز تعلقات کے شبہ میں قتل کر دیا۔ مقتولہ کی نعش کو پوسٹ مارٹم کے لئے میر پور ماٹیلو ہسپتال لایا گیا اور بعد میں ورثا کے حوالے کر دیا گیا۔ (۳۶)

شہداد کوٹ کے قریب کھمڑ تھانہ کی حدود گوٹھ واحد ڈوکھوڑو میں کارو کاری کے الزام میں دو بھائیوں نے اپنے ہی گھر میں 17 سالہ بہن گل بی بی اور 25 سالہ نیاز حسین گسی کو قتل کر دیا

اور فرار ہو گئے۔ مقتول نیاز کے والد فتح محمد مگسی نے اپنے بھتیجوں محمد ابراہیم اور عبدالحق مگسی کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کر لیا۔ ادھر پیر اور منگل کی درمیانی شب سرحد تھانے کی حدود گاؤں حسین بھیو میں نظام الدین ولد الہی بخش عباسی نے اپنی 24 سالہ بیوی حاکم زادی کو اپنی رشتہ دار گلو ولد ملوک عباسی کے ساتھ ناجائز تعلقات کے الزام میں کلہاڑی کے وار کر کے بیدردی سے قتل کر دیا اور کلہاڑی سمیت سرحد تھانے میں پیش ہو گیا۔ مقتولہ کے والد علی اکبر نے ملزم نظام الدین اور اس کے دو ساتھیوں نظر و اور صاحب عباسی کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔ (۳۷)

ذریعہ اللہ یار کے قریب گوٹھ گل حسن میں اتوار کو علی حسن نامی شخص نے اپنی بیوی اور اربیل خان نامی شخص کو سیاہ کاری کے الزام میں فائرنگ کر کے موقع پر ہلاک کر دیا اور فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ پولیس نے ضروری کارروائی کے بعد لاشیں ورثا کے حوالے کر دیں ورثا کی رپورٹ پر ملزم کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔ (۳۸)

غیرت کے نام پر اندرون سندھ میں ایسے ایسے سنگین واقعات ہوتے رہے ہیں جن پر دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔ گزشتہ دنوں تراب علی جتوئی نے اپنی 19 سالہ بیوی مجید ادا اور 30 سالہ چچا زاد بھائی ممتاز علی جتوئی کو اندھا دھند فائرنگ کر کے نہایت سفاکی سے قتل کر دیا۔ بعض عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ ممتاز جتوئی ملزم تراب علی جتوئی کے گھر موجود ہی نہیں تھا اسے قریبی گھر میں قتل کرنے کے بعد اس کی لاش پہلے سے قتل کی گئی مجید ادا کے قریب ڈال دیا اور ملزم نے خود کو جھوٹی غیرت کا امین ظاہر کرتے ہوئے مقامی پولیس کے حوالے کر دیا۔ پولیس کے لئے ایسے قتل اور ان کے ملزمان کی رضا کارانہ گرفتاری ایک خوش آئند بات سمجھی جاتی ہے کیونکہ ان کے خیال میں ”واردات“ کے بعد پولیس ”حکمت عملی“ کی وجہ سے ملزمان نے خود کو مجبور پولیس کے حوالے کر دیا ہے۔ گویا رضا کارانہ گرفتاری بھی پولیس کی بہتر کارکردگی کا ثبوت ہے۔ دوسری جانب مجید ادا کی والدہ نے ملزم پر الزام عائد کیا کہ اس نے یہ قتل کاروکاری کی بنیاد پر نہیں بلکہ رشتے کے ایک تنازعے کے بنیاد پر کیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی الزام عائد کیا کہ کاروکاری کا نام دے کر ملزم نے خود کو سزا سے

بچانے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ (۳۹)

بھائیوں کے ہاتھوں بہن اور اس کے آشنا کے قتل کے قتل کے واقعے کے حوالے سے ڈی پی او بہاولنگر نے ”جنگ“ سے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ مقبول اور اسلم نے غلام نبی شاہ کو اپنی بہن کے کمرے سے پکڑا اور پھر دونوں کو اینٹیں مار مار کر ہلاک کر کے خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ قتل کے بعد لوگوں کو اطلاع دی گئی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مقتول غلام نبی قتل اور چوری کے مقدمات میں ملوث تھا اور اس کی شہرت اچھی نہیں تھی۔ اس سے قبل بھی ایک خاتون سے چھیڑ خانی پر منہ نالا کر کے اسے گاؤں میں پھرایا گیا تھا۔ ڈی پی او بہاولنگر ظفر عباس بخاری کے مطابق مقتولہ الہی حسین کی شادی اس کے کزن سے وٹہ سٹہ کے رسم و رواج کے مطابق ہوئی۔ ان کے یہاں تین بچے پیدا ہوئے لیکن مبینہ طور پر غلام نبی کے کردار کی وجہ سے نباہ نہیں ہو سکا اور دونوں میں علیحدگی ہو گئی۔ مسماۃ الہی حسین کے بھائی مقبول اور اسلم اس صورتحال سے پریشان رہتے تھے انہوں نے عید الفطر کے موقع پر غلام نبی شاہ کے گھر جا کر اس کی منت سماجت کی تھی کہ وہ ان کی بہن کا پیچھا چھوڑ دے۔ وقوعہ کے روز ملزموں نے اشتعال میں آکر دانتوں سے اس کی ناک بھی چبا ڈالی۔ فورٹ عباس سے نمائندہ جنگ کے مطابق ملزمان نے بتایا کہ وقوعہ کے روز تقریباً رات ساڑھے گیارہ بجے ہمیں محسوس ہوا کہ ہماری بہن کے کمرے میں کوئی اس سے باتیں کر رہا ہے جب ہم نے دروازہ کھلوا یا تو غلام نبی شاہ چار پائی کے نیچے چھپ گیا جس پر ہم طیش میں آ گئے اور اس کو اینٹیں مار کر اور گلے میں سی ڈال کر مار دیا جبکہ ہماری بہن مسماۃ الہی حسین بھاگ کر دوسرے کمرے میں چھپ گئی لیکن ہم نے دروازہ توڑ کر اس کو بھی اسی کمرے میں لا کر سر میں اینٹیں مار مار کر ہلاک کر دیا۔ (۴۰)

مستویک، سیاہ کاری کے الزام میں ایک خاتون قتل، ملزم آلہ قتل سمیت گرفتار۔ تفصیلات کے مطابق مستویک کے نواحی علاقہ کلی ڈنڈ کے مقام پر ایک شخص حسین خان نے فائرنگ کر کے سیاہ کاری کے الزام میں اپنی رشتہ دار خاتون مسماۃ (خ) کو قتل کر دیا۔ (۴۱)

شہداد کوٹ میں کاروکاری کے دو واقعات میں دوسرا اور ایک عورت کو بے دردی سے قتل کر دی گیا جبکہ ایک عورت کو شدید زخمی کر کے اس کی زندگی اجیرن کر دی گئی ہے جو اس وقت موت وزیست کا شکار ہو کر جناح ہسپتال کراچی میں زیر علاج ہے۔ کاروکاری کی پہلی واردات شہداد کوٹ سے 15 کلومیٹر دور گوٹ امیر علی جوینجو میں ہوئی جہاں ملزم نظر محمد جوینجو نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے کھیت میں کام کرنے والے نو جوان حیدر علی جوینجو کو دوڑا دوڑا کر فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور وہاں سے 20 کلومیٹر دور سجادول جوینجو تحصیل کے گاؤں انجیمٹر جوگوٹھ میں اپنی بیوی 35 سالہ حسینہ کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا جو نو بچوں کی ماں بتائی جاتی ہے۔ کاروکاری کی دوسری واردات شہداد کوٹ سے 21 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع گاؤں گل محمد جروار میں ہوئی جہاں ملزم نے شادی کی رات گزارنے کے بعد علی الصبح دہلہ مینہل چانڈیو نے 14 سالہ نئی نویلی دلہن ارشاد خاتون کے چہرے پر فائرنگ کر کے اسے شدید زخمی کر دیا، پھر فرار ہونے کی کوشش کی اور راستے میں 15 سالہ نو جوان حیدر چانڈیو کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ ملزم مینہل چانڈیو کی عمر 35 سال کی قریب ہے، وہ پہلے سے شادی شدہ ہے۔ اس کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ اپنی بیٹی رخسانہ کا رشتہ لیکر اس نے ارشاد خاتون کا رشتہ حاصل کیا تھا اور شادی کی رات گزرنے کے بعد یہ کاروائی کی۔ ملزم نے شہداد کوٹ کے حوالات میں جنگ سے بات چیت کرتے ہوئے قتل کا اعتراف کیا اور کہا کہ میری بیوی بد چلن تھی اور اس کی عزت محفوظ نہیں تھی اس کے حیدر چانڈیو سے ناجائز تعلقات تھے جن پر میں نے غیرت میں آکر یہ کاروائی کی ہے۔ مقتول حیدر چانڈیو کے بھائی ایاز چانڈیو نے جنگ کو بتایا کہ ارشاد خاتون رشتے میں ہماری بھتیجی ہے۔ ہم مینہل چانڈیو کے ساتھ اس کا رشتہ طے کرنے پر ناراض تھے اور اس وجہ سے ہم نے شادی کی تقریب میں شرکت نہیں کی جس کا ملزم کو ملام تھا۔ اس نے ہمارے بھائی کو بے گناہ قتل کیا ہے۔ دوسری جانب دلہن کے جوڑے میں ملبوس ارشاد خاتون کا لاڑکانہ ہسپتال میں علاج معالجے کی بہتر سہولیات میسر نہ ہونے پر موت وزیست کی جنگ لڑ رہی تھی کہ اس کے بوڑھے دادا اور محمد چانڈیو نے جہیز میں ملنے والے طلائی زیورات فروخت کر کے اور مختیر

حضرات اور سماجی کارکنوں سے مالی تعاون حاصل کر کے جناح ہسپتال کراچی میں داخل کر دیا ہے جہاں ڈاکٹر اس کی زندگی بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ (۴۲)

اوستہ محمد کے فردوس کالونی کارہائشی حبیب اللہ مینگل صبح نماز کے لئے وضو کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ مبینہ طور پر اس کی بیوی مسماۃ مریم اور اس کے مبینہ آشنا غلام نبی بہر اور بھائی احمد علی نے تیس بور کے پستول سے فائرنگ کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ ایس ڈی پی او جمیل اصغر فوری طور پر پولیس نفری کی ہمراہ موقع پر پہنچ گئے اور مسماۃ مریم اور اس کے مبینہ آشنا غلام نبی بہر کو آتش قتل سمیت گرفتار کر لیا جبکہ تیسرے ملزم احمد علی کی تلاش جاری ہے۔ (۴۳)

ڈیرہ مراد جمالی کے قریب شوہر نے بیوی کو سیاہ کاری کے شے میں فائرنگ کر کے قتل کر دیا، پولیس نے ملزم کو آتش قتل سمیت گرفتار کر لیا۔ تفصیلات کے مطابق منجھو شورہ کی حدود میں محمد موسیٰ نے فائرنگ کر کے مسماۃ (س) کو قتل کر دیا پولیس نے ضروری کارروائی کے بعد لاش درٹا کے حوالے کر دی۔ (۴۴)

قلعہ عبداللہ میں دیور نے سیاہ کاری کے الزام میں اپنی بھابھی کو مبینہ آتش رحمت اللہ کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھ کر قتل کر دیا، مقامی انتظامیہ نے ملزم کو آتش قتل سمیت گرفتار کر لیا۔ (۴۵)

سوئی میں سیاہ کاری کے الزام میں بھائی نے بہن کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ اطلاعات کے مطابق سوئی سے پانچ کلومیٹر دور ملزم نے سیاہ کاری کے الزام میں اپنی بہن مسماۃ زر خانو کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور فرار ہو گیا۔ (۴۶)

حوالہ جات باب ہفتم

(۱)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 04-04-2004

(۲)۔ روزنامہ عوام، کوئٹہ، 25-04-2004

(۳)۔ روزنامہ پبلک، کوئٹہ، 26-04-2004

- (۳)۔ روزنامہ عوام، کوئٹہ، 18-07-2004
- (۵)۔ روزنامہ پبلک، کوئٹہ، 24-07-2004
- (۶)۔ روزنامہ لشکر، کوئٹہ، 08-08-2004
- (۷)۔ روزنامہ انتخاب، کوئٹہ، 20-08-2004
- (۸)۔ روزنامہ پبلک، کوئٹہ، 07-09-2004
- (۹)۔ روزنامہ سب، کوئٹہ، 22-10-2004
- (۱۰)۔ روزنامہ مشرق، کوئٹہ، 26-12-2004
- (۱۱)۔ روزنامہ مشرق، کوئٹہ، 30-12-04
- (۱۲)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 18-03-2005
- (۱۳)۔ روزنامہ مشرق، کوئٹہ، 18-03-2005
- (۱۴)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 27-05-2005
- (۱۵)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 09-06-2005
- (۱۶)۔ روزنامہ جنگ، کراچی (جون رنگین صفحہ)
- (۱۷)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 28-02-2006
- (۱۸)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 11-03-06
- (۱۹)۔ روزنامہ جنگ، کراچی، 14-03-06
- (۲۰)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 27-03-06
- (۲۱)۔ روزنامہ ناظم، کوئٹہ، 16-04-06
- (۲۲)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 29-04-06
- (۲۳)۔ روزنامہ عوام، کوئٹہ، 20-07-06
- (۲۴)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 31-08-06

(۲۵)۔ روزنامہ جنگ، باختر، کوئٹہ، 11-09-06

(۲۶)۔ روزنامہ عوام، کوئٹہ، 14-09-06

(۲۷)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 07-10-06

(۲۸)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 17-10-06

(۲۹)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 19-10-06

(۳۰)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 15-11-06

(۳۱)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 28-11-06

(۳۲)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 08-12-06

(۳۳)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 19-12-06

(۳۴)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 27-12-06

(۳۵)۔ روزنامہ نوائے وقت، ملتان، 06-01-07

(۳۶)۔ روزنامہ نوائے وقت، ملتان، 06-01-07

(۳۷)۔ روزنامہ امت، کراچی، 10-01-07

(۳۸)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 15-01-07

(۳۹)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 16-01-07

(۴۰)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 02-02-07

(۴۱)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 05-02-07

(۴۲)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 13-02-07

(۴۳)۔ روزنامہ مشرق، کوئٹہ، 13-02-07

(۴۴)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ، 16-02-07

(۴۵)۔ روزنامہ مشرق، کوئٹہ، 03-04-07

(۴۶)۔ روزنامہ مشرق، کوئٹہ، 01-06-07

خلاصہ بحث

پاکستان میں جب کوئی مرد کسی عورت کی جان لے کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے یہ کام اس بناء پر کیا ہے کہ وہ عورت جنسی بد فعلی کی مرتکب ہوئی ہے، تو اسے قتل نہیں بلکہ ”غیرت کے نام پر مارنا“ کہا جاتا ہے۔ زانی عورت اور بعض اوقات (لیکن ہمیشہ نہیں) اس کے شریک جرم مرد کو قتل کرنے کا مقصد رسوائی، مٹانا، عزت و آبرو برقرار رکھنا اور اس سماجی ضابطہ کا نفاذ ہوتا ہے، جو عورتوں کی زندگیوں کے متعلق اختیارات اور ان کیلئے حدود مقرر کرتا ہے، چنانچہ ”غیرت کے نام پر قتل“ کی اصطلاح قتل کیلئے ایک قابل قبول محرک اور ایک قانونی دفاع کے طور پر پیش کی جاتی ہے جسے اکثر معاشرہ تسلیم کر لیتا ہے۔ خواتین کو وراثت سے محروم کرنے کیلئے جس انداز سے سیاہ کاری کی رسم کا سہارا لیا جا رہا ہے یا خاندانوں کے جھگڑے منمانے کیلئے جرموں کے ذریعے لڑکیوں کا رشتہ بطور جرم مانہ کرایا جاتا ہے اسے روکنے کیلئے قانون سازی سمیت بعض اقدامات ضرور کئے گئے ہیں اور مزید اقدامات کے عزائم کا اظہار بھی ہوا ہے مگر عملی طور پر ان زیادتیوں کی موثر روک تھام ابھی تک ممکن نہیں ہو سکی۔ خواتین پر تشدد اور ان کے حقوق کا استحصال روکنے کی کوششیں اسی صورت میں زیادہ بار آور ثابت ہو سکتی ہیں جب تعلیم کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے، تاکہ جہاں خواتین کو اپنے حقوق سے آگہی ہو وہاں انہیں استحصال کا نشانہ بنانے والوں تک بھی یہ پیغام پہنچے کہ وہ عورتوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم کر کے ایسے سنگین گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں جس کا دنیا ہی میں نہیں، آخرت میں بھی ان سے سخت مواخذہ ہوگا۔

قتل غیرت اور کاروکاری میں ایک بنیادی فرق ہے۔ کاروکاری کے واقعات میں متعلقہ قبیلے یا قبائل کے بزرگ جمع ہو کر باقاعدہ جرمہ کی شکل میں ایک فیصلہ کرتے ہیں۔ قبائلی روایات کا یہ خود کار نظام ہے جو پولیس کے بغیر ایسے علاقوں میں اخلاقی جرائم کی روک تھام کے لئے بڑا موثر کردار ادا کرتا ہے جبکہ قتل غیرت میں اس طرح کا جرمہ کوئی فیصلہ نہیں کرتا۔ بلکہ عورت کے خاندان کا فرد فوراً مشتعل ہو کر اس عورت اور ملزم مرد کو قتل کر دیتا ہے۔

اس طرح کے واقعات میں یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ کاروباری کو صرف اور صرف مردانہ معاشرہ اپنے بچاؤ کے لئے استعمال کر رہا ہے، جبکہ غیرت اور خاندانی عزت کے نام پر ہونے والی قتل و غارت گری میں پولیس کا رویہ عام طور پر جرم کو نظر انداز کرنے والا ہے، ایسے ملزم کے ساتھ نرمی برتی جاتی ہے۔

یقیناً سبھی مرد اپنی عورتوں کو ہلاک نہیں کرتے مگر ان میں سے متعدد افراد چونکہ غیرت کے نام پر قتل کر رہے ہیں، اس سے نہ صرف اس کا وجود باقی ہے بلکہ ہر قسم کے قتل پر پردہ ڈالنے کی خاطر اس کی صورت ہی بگاڑ کر رکھ دی گئی ہے۔ حالیہ برسوں میں سیاہ کاری یا غیرت کے نام پر کئے گئے قتل سے متعلق واقعات میں اضافہ ہوتا چلا گیا ہے اور مذکورہ واقعات کی اخبارات میں بہت زیادہ تشہیر کی گئی ہے تاہم زیادہ تر رپورٹنگ نہ تو اس وحشت کی ترجمانی کر پاتی ہے اور نہ ہی اس کی وجوہات اور اس کے نتائج کی نوعیت کے متعلق وضاحت کرتی ہے۔ جب اس رسم کا شکار بننے والے مرد و عورت کا تعلق شہر کے کسی اعلیٰ طبقے سے ہو تو اس کی کہانی کی تشہیر سنسنی خیز ہونے کے علاوہ چٹخارے دار اور فحش ہوتی ہے، لیکن جب کوئی گناہ کسی دور دراز کے دیہات میں قتل کر دیئے جاتے ہیں تو اس جرم کے بارے میں صرف دواغ کی رپورٹ شائع ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں طرز بیان حقیقت سے اتنا دور ہوتا ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایسے واقعات کا ہماری زندگیوں سے کوئی تعلق نہیں۔

سیاہ کاری کی روک تھام اور ان کے مطالعہ وغور و خوض کیلئے کمیٹیوں و کمیشنوں کے قیام کے حوالے سے معمول کے بیانات کے باوجود یکے بعد دیگرے آئیوالی حکومتوں نے اصل میں اس ملک کی شہری کی حیثیت سے ایسے افراد کے تحفظ کیلئے کچھ بھی نہیں کیا۔ اس وقت مسئلہ سے براہ راست نپٹنے کی فوری اور اشد ضرورت ہے کیونکہ یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ 'غیرت کے نام پر قتل' کے رجحان میں باقاعدہ طور پر اضافہ ہو رہا ہے، جس کا مختلف ذرائع کے علاوہ سرکاری ایجنسیوں کے پیش کردہ اعداد و شمار بھی تائید کرتے ہیں۔ اگرچہ ان اعداد و شمار کی درستگی کو ثابت کرنا بہت دشوار ہے

کیونکہ انہیں زیادہ تر اخباری اطلاعات کی مدد سے مرتب کیا جاتا ہے، نیز اس میں ایسے کیس بھی شامل نہیں ہوتے جن کی اطلاعات موصول نہیں ہوتیں، لہذا یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ملک میں ہر سال سینکڑوں افراد کو غیرت کے نام پر قتل کیا جا رہا ہے۔ مزید برآں، اگرچہ اس جرم کے حجم کا تعین کرنے کی غرض سے اعداد و شمار بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، مگر یہ بات بھی مد نظر رہنی چاہیے کہ کسی مرد کی غیرت کے کفارہ کے طور پر ایک مرد یا عورت کا قتل بھی قابل معافی جرم نہیں۔

یہ ہمارے معاشرے کا تاریک ترین پہلو ہے کہ صرف غیرت کے نام پر یا غیرت کی آڑ لے کر جیتے جاگتے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اور مارنے کے لئے صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ فلاں شخص کا روہ یا فلاں عورت کا راری ہے۔ جب ملک کے دیہاتوں میں 16 سال سے 40 سال تک کے خواتین و مردوں کو کھلے عام صرف غیرت کے نام پر بے دردی سے قتل کر دیا جاتا ہے تو انسانی حقوق کے علمبرداروں کے ایوانوں میں کوئی بل چل نہیں چلتی، کہیں سے کوئی آواز نہیں اٹھتی، یہ صرف اس لئے کہ کاری قرار دے کر قتل کی جانے والی عورت کسی بڑے باپ کی بیٹی نہیں یا صرف اس لئے کہ ان کا قتل اہمیت نہیں رکھتا، کہ وہ کسی ہاری کی بیوی یا بہن ہے اور کسی یونیورسٹی کی پڑھی لکھی عورت نہیں، بلکہ ایک اچڑ اور گنوار عورت ہے یا پھر کاری کے الزام میں قتل ہونے والی عورت آج بھی پتھر کے دور میں زندہ ہے، جہاں انسانی حقوق صرف بڑے لوگوں کے لئے مخصوص ہیں۔ جہاں آج بھی ایک نہیں کئی کئی قتل کے فیصلے علاقے کے وڈیروں کے رحم و کرم پر ہیں اور وڈیرے چاہیں تو فیصلہ کریں اور نہ چاہیں تو نہ کرے۔ ہم دین اسلام کے پیروکار ہیں اور دین اسلام میں ناحق کسی کو آزار دینا بہت بڑا گناہ ہے، تو پھر کار دکاری کے تحت لوگوں کا ہر مہینہ بڑی تعداد میں قتل کیا جانا ہمیں کہاں لے جا رہا ہے؟ ملک بھر خصوصاً ہالائی سندھ کے ستم زدہ دیہاتی مختلف المیوں سے ہمیشہ دوچار رہے ہیں کیونکہ کبھی انہیں وڈیروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بننا پڑا ہے، تو کبھی قبائلی جھگڑے خاندان کے خاندان اجمھاڑ دیتے ہیں یا پھر کسی خاندان کو کار دکاری کے نام پر مشق ستم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ محترمہ عاصمہ جہانگیر پر پنجاب میں ہونے والے معمولی تشدد پر تو

سرکاری ایوانوں میں زلزلہ آگیا مگر سینکڑوں افراد نام نہاد غیرت کی بھیٹ چڑھ گئے لیکن نہ تو سرکاری ایوانوں میں کھلبلی مچی اور نہ ہی معاشرے کے ٹھیکیداروں میں ہا ہا کار مچی کیوں؟ انسانی حقوق کی علم بردار تنظیموں کیلئے ہی نہیں بلکہ سرکاری ایوانوں اور سماج کے ٹھیکیداروں کیلئے بھی کاروکاری کے نام پر ان بے گناہ افراد کا قتل سوالیہ نشان ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ سیاہ کاری کے معاملے میں خواتین یا انسانی حقوق کے نام پر قائم این جی اوز کا کردار بھی غیر معیاری اور غیر منصفانہ ہے، جس کی کسی صورت مکمل تائید اور حمایت نہیں کی جاسکتی کیونکہ آج کل این جی اوز پاکستان میں 'غیرت' کو جس طرح بھیانک جرم اور وحشت گردی بنا کر پیش کر رہی ہے، اس میں ان کی اکثر پیشتر ساری ہمدردی مفروہ ہونے والی سیاہ کاری یا دوسرے مختلف قسم کی جرائم میں ملوث خواتین کے ساتھ ہیں۔ شادی شدہ ہونے کی شکل میں ان کے معصوم بلکتے بچے اور ان کے شوہر اور اجڑ گھر ان کو نظر نہیں آتے، کنواری ہونے کی شکل میں والدین کی عزت کی تباہی و بربادی اور عمر بھر کی بدنامی کا وہ شعور و ادراک کر ہی نہیں سکتیں، نہ انہیں معاشرتی اقدار کی پامالی کا کوئی شعور ہے۔ اگر وہ عورتوں کے حقوق کیلئے اتنے مخلص ہیں تو کشمیر، فلسطین، بوسنیا اور دیگر مقامات پر جو عورتوں کی عزتیں پامال ہو رہی ہیں اور دشمنوں کے ہاتھوں گاجرمولی کی طرح کٹ رہی ہیں کچھ ان پر احتجاج کرتیں مگر ان کا تو مقصد ہی کچھ اور ہیں! اگر وہ پاکستان میں یہ قتل ختم کرنا چاہتی ہیں تو پھر فحاشی، عریانی اور شہوت رانی کے سد باب کیلئے بھی کوششیں کریں، لڑکیوں کی اخلاقی تربیت کے مراکز قائم کریں تو ہمیں بھی اندازہ ہو کہ وہ ایسے قتل رکوانے میں کچھ مخلص ہیں۔ اور اگر مذکورہ بالا باتوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے بے جا بلی کا بازار گرم کر رکھا ہے، مخلوط میراثیں ریس کے نام پر بے حیائی کو فروغ دے رہے ہیں، تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ وہ پاکستانی معاشرے سے غیرت کے قتل کے خلاف چلائی جانے والی مہم کی بجائے خود غیرت اور عصمت و آبرو ہی کے خلاف ہیں۔

سیاہ کاری سمیت دیگر تمام اقسام کی جرائم پر سزا دینے کے حوالے سے موجودہ زمانے

میں مروجہ نظام عدل ناکارہ و نامراد ہو چکا ہے۔ پہلے تو غیرت اور خاندانی عزت کے نام پر ہونے والی قتل و غارت گری میں کوئی گرفتاری ہوتی نہیں اور اگر بالفرض کوئی گرفتاری ہو بھی جائے تو جس طرح پہلے ذکر کیا گیا کہ اس میں پولیس کا رویہ عام طور پر جرم کو نظر انداز کرنے والا ہوتا ہے، ایسے ملزم کے ساتھ نرمی برتی جاتی ہے۔ اسی طرح آئے دن پھانسی، عمر قید اور دوسری سنگین سزاؤں کے باوجود جرائم میں کمی کی بجائے اضافہ ہوتا جا رہا ہے، مجرم جیل سے سزا کاٹنے کے بعد جب جیل سے باہر آتے ہیں تو ان کو زیادہ احساس ندامت نہیں ہوتا، نہ ان میں گناہ و جرم میں پرہیز کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، بلکہ زیادہ تر سزایافتہ اشخاص جیل سے باہر آنے کے بعد مزید زیادہ دلیری اور بیدردی سے زیادہ خوفناک اور شرمناک جرائم کرنے لگ جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اس طرح کے قتل کو اگر قتل خطا قرار دیا جائے تو قتل جیسے بھی ایک جرم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ چند ایک معاملات میں تو واقعی جرم موجود ہوتا ہے مگر زیادہ تر قتل بد چلتی کے شبہ میں ہی کر دیئے جاتے ہیں اور کہیں مخالفین کو لقمہ اجل نے کیلئے درمیان میں خواہ مخواہ بہن بٹی کا من گھڑت قصہ ڈال کر مخالف کو قتل کرنے کیلئے اپنی کسی مزیدہ کو بھی قتل کی بھیئت چڑھا دیتا ہے۔ مخالف کو ویسے قتل کرتے تو اس کی سزا قتل عمد ہوتی، اور خود قتل کا نشانہ بننا پڑتا، مگر اس طرح وہ قتل خطا کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ قاتل چند سال کی سزا بھگت کر گھر آ جاتا ہے۔

لہذا انسانی جان کی حرمت کا تقاضا ہے کہ ایسے قتل کو قتل عمد قرار دیا جائے۔ مگر پاکستان کے مخصوص حالات کے پیش نظر مسئلہ نازک صورتحال اختیار کر جاتا ہے۔ لوگ حکومت کے پاس اپیل کرنا لا حاصل سمجھتے ہیں کہ ہمارے موجودہ نظام عدالت میں ایسے کیس دس دس پندرہ پندرہ سال لٹتے رہتے ہیں، ان پر بہت سے اخراجات کرنے کے باوجود بھی قرار واقعی انصاف نہیں ملتا۔ لہذا حقیقی جرم اور بے حیائی دیکھ کر بھی لوگ خاموش رہیں گے۔ دوسری طرف حکومت شرعی سزاؤں کے نفاذ میں مخلص نہیں ہے تو پھر اس عمو بے حیائی کو فروغ حاصل ہوگا۔

حدود کے معاملات میں سز کا نفاذ کسی انسان کی نہیں بلکہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہے

صرف وہی سزا دینے کی مجاز ہے۔ لہذا قتل غیرت دراصل قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے مترادف ہے، جو شریعت کے احکام سے متصادم ہے۔ عدالت کسی بھی معاملے میں قانونی پہلوؤں کو خوب جانچ پرکھ کر اور شہادت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد سزا کا نفاذ کرتی ہے اور عدالت کا قیام ہوتا بھی اسی لئے ہے۔ اگر کوئی شخص بطور خود سزا نافذ کرنے لگے تو عدل، قانون اور شہادت وغیرہ کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔

جبکہ اسلامی شریعت میں سزا کا فلسفہ جداگانہ ہے۔ اسلام انسانی ضمیر کی تربیت کر کے مسلمانوں کو لالچ، بغض، حسد، خیانت اور دیگر رذائل سے باز رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ انسان کو جب یہ سمجھ میں آ جائے کہ اس کا جرم اگر حکومت اور لوگوں کی نظر سے پوشیدہ بھی رہا تو اس دنیا میں تو وہ سزا سے بچ جائے گا مگر اللہ تعالیٰ کے عذاب اور قہر سے نہ بچ سکے گا۔ انسانی ضمیر جب روز حساب کی صداقت کو مان لے اور یہ بات جان لے کہ اللہ کا عذاب اور ناراضگی تمام دنیاوی سزائوں سے زیادہ سنگین اور شدید ہے تو انسان اقبال جرم کر کے سنگساری تک دردناک سزا کو اصرار کے ساتھ طلب کرنے لگتا ہے تاکہ آخرت کی سزا اور عذاب الہی سے بچ جائے جس طرح کہ ماعز اسلمی نے بغیر کسی پکڑ و حکم کے از خود بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ طہرنی یا رسول اللہ سنگساری کی سزا جاری ہونے کے بعد ماعز اسلمی کی مقبول توبہ اور طہارت کی گواہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے امت کو سنائی کہ ان کی توبہ ایسی عظیم ہے جو پوری حجاز بلکہ پوری امت کے بخشش کیلئے کافی ہو سکتی ہے۔

لقد تاب توبه قسمت بين امة قلوبهم

جبکہ غامد یہ عورت کے بارے میں فرمایا:-

فوالذی نفسی بیدہ لقد تابت توبه تائبها صاحب مکس لغفرله۔

کتابیات

۱۔ القرآن الکریم

تفسیر

2۔ آلوسی، ابوالفضل شہاب الدین سید محمود، روح المعانی فی تفسیر قرآن العظیم والسیع الثانی، مکتبہ امدادیہ، ملتان

3۔ ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر، تفسیر قرآن العظیم، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور
1984ء

4۔ الازہری، محمد اکرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 1998ء

5۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 1990ء

6۔ الجصاص، ابی بکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، دار لکتاب العربی، بیروت، 1335ھ

7۔ جلالی، مولانا سید عبدالدائم، مترجم اردو تفسیر مظہری، دارالاشاعت، کراچی، 1999ء

8۔ الخازن، علامہ علاؤ الدین علی بن محمد، لباب التاویل فی معان القرآن، یالخان، مکتبہ شعبیہ، بیروت

9۔ دہلوی، شاہ عبدالعزیز، تفسیر عزیزی، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، 199ء

10۔ السیوطی، جلال الدین، الدر المنثور فی تفسیر بالمأثور، دار المعرفہ، بیروت

11۔ القرطبی، امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، دار لکتاب العربی، قاہرہ

12۔ المنظمی، محمد ثناء اللہ عثمانی الکھمی پانی پتی، تفسیر مظہری، ندوۃ المصنفین، دہلی

13۔ ملا جیون، شیخ احمد، تفسیرات احمدیہ، مطبعہ کریمیہ، بمبئی، 1327ھ

14۔ مفتی، محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، 1996ء

15۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1998ء

حدیث

16۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی (متوفی ۲۷۳ھ) السنن، مطبع مجبائی، لاہور، 1984ء

- 17- ابی داؤد، سلیمان بن اشعث (متوفی ۲۷۵ھ)، السنن، مطبع مجبائی، لاہور، 198ء
- 18- احمد بن حنبل، مسند، دار الفکر، بیروت
- 19- البخاری، امام ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل (متوفی ۲۵۶ھ)، الجامع المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، نور محمد اصح المطابع، دہلی، 1938ء
- 20- البیہقی، ابی بکر احمد بن حسین ابن علی، السنن الکبریٰ، دائرة المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، 1252ھ
- 21- ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ (متوفی ۲۷۹ھ)، الجامع المختصر من السنن عن رسول اللہ ﷺ ومعرفۃ الصحیح والمعلول وما علیہ العمل، مطبع مجبائی، لاہور، 1985ء
- 22- الحاکم النیسابوری، الحافظ ابی عبداللہ، مستدرک علی الصحیحین، دار المعرفۃ، بیروت
- 23- الخطیب العری، ولی الدین محمد بن عبداللہ (متوفی ۷۴۳ھ)، مشکوٰۃ المصابیح، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد
- 24- الشوکانی، محمد بن علی ابن احمد، نیل الاوطار، دار الجیل، بیروت لبنان
- 25- الحنفی، علاء الدین علی بن حسام الدین الہندی، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، مؤسسہ رسالت، بیروت
- 26- المسلم النیسابوری، ابی الحسین مسلم ابن الحجاج (متوفی ۲۶۱ھ)، المسند اصح المختصر من السنن
- بہل العدل عن العدل عن رسول اللہ ﷺ، احیاء التراث العربی، بیروت، 1906ء
- 27- مالک بن انس بن مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ)، موطا، مطبع مجبائی، لاہور
- 28- محمد ابن سعد، طبقات کبریٰ، احیاء التراث العربی، بیروت 1985ء
- 29- نسائی، احمد بن شعیب بن دینار (متوفی ۳۰۳ھ)، المجتبیٰ من السنن، مطابع الشریکۃ، قاہرہ 1384ھ

فقہ واصول فقہ

- 30- ابن عابدین، شیخ محمد امین، رد المحتار علی الدر المختار، دار الکتب العربیہ الکبریٰ، مصر

- 31۔ ابن الہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدير، مکتبہ تجاریہ کبری، مصر
- 32۔ الجزیری، عبد الرحمن، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، احیاء التراث العربی بیروت، لبنان
- 33۔ الحموی الحنفی، سید احمد بن محمد، الاشباہ والنظائر مع شرح حموی، لکھنؤ، ہندوستان، ۱۲۹۶ھ
- 34۔ دہلوی، علامہ شیخ عالم ابن علاء، فتاویٰ تارخانیہ، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان، 2005ء
- 35۔ الزحلی، استاذ اکثر وھیتہ الزحلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ
- 36۔ سکروڈی، جمیل احمد، اشرف الھدایہ شرح اردو ہدایہ، مکتبہ شرکت علمیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان
- 37۔ سید امیر علی، عین الھدایہ، قانونی کتب خانہ، کچہری روڈ، لاہور
- 38۔ عزیز الرحمن، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، دارالاشاعت، کراچی، 1986ء
- 39۔ علامہ الشیخ نظام وجماعہ من العلماء الھند، فتاویٰ ہندیہ، مکتبہ ماجدیہ طوخی روڈ، کوئٹہ، 1983ء
- 40۔ الفرغانی المرغینانی، ابوالحسن برہان الدین علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل، ہدایہ، مکتبہ امدادیہ، لاہور
- 41۔ مفتی محمد شفیع، امداد المفتین، دارالاشاعت، کراچی، 1977ء
- لغت**
- 42۔ الراغب الاصفہانی، علامہ حسین بن محمد، مفردات فی غریب القرآن، کارخانہ تجارت کتب، کراچی، 1961ء
- 43۔ قاسمی کیرانوالی، مولانا وحید الزمان، القاموس الجدید، ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور، 1990ء
- 44۔ الناطقی الاراکاتی، علامہ محمد غوث، بنظر المرجان، شمس الاسلام پریس، حیدرآباد دکن، 1340ھ
- متفرقات**
- 45۔ آچاریہ کوتلیہ چانکیہ، ارتھ شاستر، نیکاس پرنٹر، 1991ء
- 46۔ آفندی، فرید وجدی، مسلمان عورت، مکتبہ القریش، لاہور، 1989ء

- 47۔ اعوان، محبت حسین، اسلام قانون اور مظلوم پاکستانی عورت، مکتبہ البخاری، لیاری کراچی، 2002ء
- 48۔ ایس ایم شاہد، تعارف مذاہب عالم، نیوبک پبلیس، لاہور، 1996ء
- 49۔ ایم انور رومان، بلوچستان کے قبائل، روہی پبلشرز، رستم جی لائن، کوئٹہ
- 50۔ باقی، صبیح الدین، پاکستان میں خواتین کی حالت اور طریقہ کار میں تبدیلی، ٹیکنیکل پریس، کراچی، 1972ء
- 51۔ علوی، ثریا بتول، جدید تحریک نسواں اور اسلام، منشورات، لاہور، 2000ء
- 52۔ جان ایل ایسپازیٹو، اسلام صراط مستقیم، آکسفورڈ یونیورسٹی، 1992ء
- 53۔ جلال پوری، علی عباس، رسوم اقوام، حامد جعفر خرد افروز، جہلم، 1993ء
- 54۔ چغتائی، حکیم محمد طارق محمود، خواتین کی اسلامی زندگی کے سائنسی حقائق، دارالاشاعت، کراچی، 1999ء
- 55۔ خبرنامہ، عورت پبلیکیشنز اینڈ انسٹریٹس سروس فاؤنڈیشن، اسلام آباد
- 56۔ رابعہ علی، غیرت کا تاریک پہلو مترجم افتخار محمود، شرکت گاہ، لاہور، 2001ء
- 57۔ رئیس امر وہی، جنسیات، فرید پبلشرز، اردو بازار کراچی
- 58۔ سید جلال الدین، عورت اسلامی معاشرہ میں، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1987ء
- 59۔ سعید، سید احمد علی، عورت اور اسلام، ادارہ اسلامیات، لاہور، 1997ء
- 60۔ عبدالرشید، تقابل ادیان، طاہر سنز اردو بازار، کراچی، 1981ء
- 61۔ کتاب مقدس، بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور، 1973ء
- 62۔ محمد اسماعیل، مقالات سرسید احمد خان، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1962ء
- 63۔ محمد دین، حدود کی وکالت، لیلغا برادرز، لاہور، 1985ء
- 64۔ محمد ظفر الدین، اسلام کا نظام عفت و عصمت، دارالاشاعت، کراچی، 1413ھ

- 65۔ محمد غزالی، اسلام کے بارے میں سو سوال، نگارشات پبلشر، لاہور 2004ء
- 66۔ محمود ثناء اللہ، اسلام اور دیگر مذاہب و معاشروں میں عورتوں کے حقوق و مسائل، دارالاشاعت کراچی
- 67۔ مری، شاہ محمد، بلوچ سماج میں عورت کا مقام، سیوا پبلیکیشن کوئٹہ، 2005ء
- 68۔ مؤمن خان، خطبات قائد جمعیت، جے یو آئی او کی سرحد، 2002ء
- 69۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، پردہ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1359ھ
- 70۔ ول ڈیورنٹ، ہندوستان ترجمہ طیب رشید، ادارہ تخلیقات، لاہور، 1996ء
- اخبارات و جرائد
- 71۔ اخبار جہان، کراچی
- 72۔ روزنامہ امت، کراچی
- 73۔ روزنامہ انتخاب، کوئٹہ احب
- 74۔ روزنامہ باخبر، کوئٹہ
- 75۔ روزنامہ پبلک، کوئٹہ
- 76۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ / کراچی
- 77۔ روزنامہ عوام، کوئٹہ
- 78۔ روزنامہ لشکر، کوئٹہ
- 79۔ روزنامہ مشرق، کوئٹہ
- 80۔ روزنامہ ناظم، کوئٹہ
- 81۔ روزنامہ نوائے وقت، ملتان
- 82۔ سالانہ رپورٹ، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، لاہور، 2004ء تا 2007ء
- 83۔ ماہنامہ جہد حق، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، لاہور
- 84۔ ماہنامہ وفاق المدارس، شیر شاہ روڈ گارڈن ٹاؤن ملتان
- 85۔ نیوز لائن، کراچی

مقالات صاحبزادہ



سید باپا انعام شاہ

Printed By Al-Falah Ad. 071-333-2336